علموا اولادکم محبۃ آل بیت النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم

اولاد کو سکھاؤ

محبتِ اہل بیتؑ

تصنیف لطیف

محمد عبدہ یمانی

سابق وزیرِ اطلاعات (سعودی عرب)

ترجمہ

ڈاکٹر محمد مبارز ملک رحمۃ اللہ علیہ

(شعبہ عربی۔ جامعہ پنجاب، لاہور)

عَلِّمُوْا اَوْلَادَكُمْ مَحَبَّةَ آلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ

اَولاد کو سِکھاؤ مُحبّتِ اہلِ بیتؑ

الإهداء

إليكم عترة رسول الله ﷺ وآل بيته الطيبين الطاهرين

وأسأل الله أن يرزقنا الأدب معكم ويكرمنا بحبكم

وحب من يحبكم وأن يجعله قربى لرسول الله ﷺ

ننال بها شفاعته ونحشر تحت لوائه ونشرب من الحوض

بيديه الشريفتين

إنه سميع مجيب

عَلِّمُوا اَوْلَادَکُمْ مَحَبَّۃَ اٰلِ بَیْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

اَولاد کو سِکھاؤ مُحبّتِ اہلِ بیتؓ

اہلِ بیت کون ہیں؟ خاندانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اجمالی تعارف، اُن کا مقام اور مرتبہ، اُن کے فضائل و خصائل، اُن کا روشن و تابناک کردار، صحابہ کرام سے اِن کے تعلقات اور آپس میں اِخلاص و محبّت، ساداتِ کرام کا مقام اور اولادِ رسول ہونے کے ناطے ان کی ذمّہ داریاں، اہلِ بیت سے محبت کی ضرورت اور اہمیّت، انتہائی محنت اور تحقیق سے مرتب کی گئی ایک علمی کتاب

○

مُصنّف:

ڈاکٹر محمدؐ عبدہٗ یمانی

(سعودی عرب)

○

مُترجم:

ڈاکٹر محمدؐ مبارز ملک

○

زاویہ پبلشرز

C-8 دربار مارکیٹ - لاہور

voice: 042-37300642 - 042-37112954 - 042-37248657

Email:zaviapublishers@gmail.com

2015ء

بار اول.............................500

ناشر.............................نجابت علی تارڑ

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈوکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

﴿ملنے کے پتے﴾

زاویہ پبلشرز

شوروم

ظہور ہوٹل، دکان نمبر 2
داتا دربار مارکیٹ، لاہور
Email: zaviapublishers@gmail.com
042-37300642

مکتبہ برکات المدینہ، کراچی	021-34219324
مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی	021-32216464
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5558320
اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدر آباد	022-2780547
مکتبہ متینویہ، پرانی سبزی منڈی روڈ، بہاول پور	0301-7728754
نورانی ورانٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان	0321-7387299
مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ	0321-7083119
اقرا بک سیلرز، فیصل آباد	041-2626250
مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد	041-2631204
مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد	0333-7413467
مکتبہ باب الاسلام، فیضان مدینہ، حیدر آباد	0313-4812626
مکتبہ حسان اینڈ پرفیومرز، پرانی سبزی منڈی کراچی	0331-2476512
رضا بک شاپ، میلاد فوارہ چوک، گجرات	0300-6203667
مکتبہ فریدیہ، ہائی سٹریٹ ساہیوال	040-4226812

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
اہل بیت کون ہیں؟	19
عمومی طور پر اہل بیت کی فضیلت	26
السید والشریف	32
کیا ''سید'' اور ''الشریف'' میں کوئی فرق ہے؟	35
کیا اہل بیت کے لئے صدقہ حلال ہے؟	40
اہل بیت کی ذمہ داری	53
شرف اور ذمہ داری	53
اہل بیت نمونہ ہیں	54
نسب پر بھروسہ نہ کرنا	59
ان کی تطہیر اور ان کا تزکیہ نفس	61
صحابہ کرام کی محبت	63
چھپے ہوئے دشمنوں سے اہل بیت کو ہوشیار رہنا چاہئے	67
مسلمان اہل بیت سے محبت کرنے والے ہیں	68
پہلوں اور پچھلوں کے سردار حضرت محمد ﷺ	70
ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا	72
خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا	87
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز	89
خاوند کے گھر میں آپ کی زندگی	90
آپ کے شخصی کمالات	96
اپنے والد کے نزدیک ان کا مقام و مرتبہ	96

سیدہ فاطمہؓ مومنین کی عورتوں کی سردار ہیں	97
اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مرتبہ	98
حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی کچھ اور خوبیاں	102
اچھا نمونہ	105
الامام علی کرم اللہ وجہہ	116
پہلی صفت	124
دوسری صفت	//
تیسری صفت	//
چوتھی صفت	//
پانچویں صفت	125
چھٹی صفت	//
ساتویں صفت	//
آٹھویں صفت	126
نویں صفت	//
دسویں صفت	//
گیارھویں صفت	//
بارھویں صفت	127
تیرھویں صفت	128
چودھویں صفت	//
پندرھویں صفت	//
سولہویں صفت	//

سترھویں صفت	128
اٹھارھویں صفت	//
الامام ابومحمد الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم	134
تمہید	//
امام حسن رضی اللہ عنہ	135
امام حسین رضی اللہ عنہ	146
سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت	158
سر مبارک اور اس کا مدفن	175
علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ	176
آپ کی پرورش	//
ان کی قدر و منزلت اور ان کی محبت	177
کتاب و سنت کے ساتھ آپ کا تمسک	180
آپ کا زہد اور آپ کی عبادت	181
آپ کا لباس اور آپ کا وقار	185
خلفاء اور امراء کے ساتھ آپ کے تعلقات	186
آپ کے اقوال	188
آپؒ کی وفات	190
حضرت زینب بنت رسول ﷺ	191
حضرت رقیہ بنت رسول ﷺ	194
حضرت ام کلثوم بنت رسول ﷺ	196
حضرت ابراہیم ابن رسول ﷺ	197
امہات المومنین رضی اللہ عنہا	205

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا	205
حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا	//
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	208
حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا	214
حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	216
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	217
سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	221
حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا	227
حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا	229
حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا	230
حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	231
حضور ﷺ کے ساتھ آپ کے دولت کدے میں	243
حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا	247
آپ ﷺ کے چچے	247
اسد اللہ حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ	248
آپ کی صفات	//
آپ کے مناقب میں وارد ہونے والی چند احادیث	//
حضرت عباس رضی اللہ عنہ	251
آپ کی فضیلت میں وارد ہونے والی احادیث	253
آپ ﷺ کی پھوپھیاں	254
آپ ﷺ کی لونڈیاں	256
آپ ﷺ کے غلام	257

پیش لفظ

آج کے دور میں بھی دو قسم کے لوگ موجود ہیں۔

1۔آل نبی ﷺ کی محبت کا دم بھرتے ہیں مگر اصحاب نبی ﷺ کے بارے میں ان کا سینہ صاف نہیں۔

2۔اصحاب رسول اللہ ﷺ کا احترام اپنا ایمان تصور کرتے ہیں مگر آل رسول اللہ ﷺ کا ان کے ہاں کوئی وجود نہیں۔

حالانکہ اسلام میں وہی آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا قرب پا سکتا ہے جو ان دونوں کو مانے' ان کے احترام و اکرام کو اپنے ایمان کا حصہ تصور کرے اور ان کے درمیان کسی قسم کی تفریق کو روا نہ رکھے۔ ہر دور میں اس اہم موضوع پر اہل علم نے قلم اٹھایا' ہمارے دور میں ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی لائق صد تحسین ہیں جنہوں نے محبت رسول ﷺ اور محبت اہل بیت وصحابہ پر عظیم کام کیا۔درج ذیل کتب ان کی اس کوشش کا حصہ ہیں۔

1. علموا اولا دكم محبة رسول الله
2. با بى انت وامى يا رسول الله
3. علموا اولادكم محبة آل بيت النبى
4. علموا اولادكم محبة صحابة رسول الله

پہلی دو کتابوں کا ترجمہ ''اولاد کو سکھاؤ محبت حضور کی'' اور ''کروں تیرے نام پہ جاں فدا'' کے نام سے ''عالمی دعوت اسلامیہ'' کے تحت شائع ہو چکا ہے۔اب ڈاکٹر صاحب کی تیسری کتاب کا ترجمہ شائع کرنے کا شرف ''زاویہ پبلشرز'' کو حاصل ہو رہا ہے۔چوتھی کتاب ابھی تک نظر سے نہیں گزری جونہی میسر آئی انشاء اللہ العزیز اس کے ترجمہ واشاعت پر بھی توجہ دی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر محمد مبارز ملک صاحب (استاذ شعبہ عربی جامعہ پنجاب) کو دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے۔جنہوں نے بڑی محنت کے ساتھ ڈاکٹر یمانی صاحب کی دو کتب ''علموا اولادكم محبة رسول الله'' اور ''علموا اولادكم محبة ال بيت النبى'' کا نہایت ہی عمدہ ترجمہ کیا۔

اسلام کا ادنیٰ خادم (مفتی) محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور' بروز جمعہ 28 اگست 98

عرض مترجم

کیا کہنے تمہارے اے خاندان رسالت! اے آسمان ہدایت کے درخشندہ ستارو! اے سید الاولین والاخرین کے نورنظر! تمہارے علم وعمل کی روشنی سے سارا جہاں جگمگا اٹھا۔ تمہیں نے بھولے ہوؤں کو اپنی منزل کا پتہ دیا۔ تمہیں نے ان کو راز دین سمجھایا، تمہیں نے ان کو قربانی کا گُر سکھایا۔ تمہاری فراست وتدبر کے سامنے فلسفیوں عالم کی گردنیں جھک گئیں۔ تمہارے علم و حکمت نے جہالت کے پردے چاک کر دیئے۔

ان کا سایہ ایک تجلی، ان کا نقشِ پا چراغ
وہ جدھر گزرے، ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

تمہیں دانائے راز نبوت ہو، تمہیں دنیا کے مقتدا وامام ہو تمہاری رفاقت ذریعہ فوز وفلاح، تمہاری حمایت مطلوب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری محبت رضائے خدا۔ تم پر ہزاروں ہزاروں سلام۔

محمد مبارز ملک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

شیخ حازم محمد احمد' استاد جامعہ ازہر مصر

سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے' عرش عظیم کا مالک ہے' تقدس ہے اس کو' بزرگ و برتر ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ جو اس کے حضور توبہ کرتا ہے اسے اپنی طرف راہ دیتا ہے اور بہت بہت صلاۃ و سلام ہو ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول' اس کے حبیب' اس کے نبی' اس کے برگزیدہ پر' ان کی آل پر' ان کے اصحاب پر تا قیامت۔

کتاب "علموا اولاد کم محبة آل بیت الرسول ﷺ" جس کے مولف ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی" ہیں کے اس اردو ترجمے سے غرض و غایت جس کو محمد مبارز ملک نے بڑی محنت و جانفشانی سے اردو زبان میں کیا ہے دلوں کو اہل بیت اطہار پر جمع کرنا' ان کی راہ اپنانا اور ان کی معطر سیرت کی اقتداء کرنا ہے۔

آل بیت' اہل بیت' ذوالقربیٰ اور العزۃ سارے کے سارے الفاظ ہم معنی ہیں' اہل بیت اللہ والے' اس کے خاص بندے اور اس کے محبوب ہیں' وہی فی الحقیقت اہل قرآن' خلق خدا کے ہادی اور ہدایت یافتہ ہیں' وہی آئمہ مجتہدین ہیں' وہی صاحب نور اور صاحب استقامت ہیں' یہی رسالت پناہ کا گھرانہ' منبع رحمت' سرچشمہ ہائے علمت وحکمت' رحمت کے خزانے اور قرآن کے پسندیدہ دستور ہیں' تمام لوگوں میں سے وہی بہتر' برگزیدہ اور پاکباز ہیں۔ ان کے حق میں قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں اور احادیث نبویہ ان کی شان میں وارد ہوئیں۔ شعراء اور ادباء ان کی محبت پر مر مٹتے ہیں' ان کے حق میں ہمارا فرض ان سے محبت رکھنا اور ان کی توقیر و تعظیم کرنا ہے۔ وہ مبارک شجر نبوی کی شاخیں ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے ناپاکی کو دور کر دیا ہے اور انہیں خوب ستھرا کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہے "انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا" اللہ تو بس یہی ارادہ رکھتا ہے اے اہل بیت کہ تم سے ناپاکی کو دور کر دے اور تمہیں خوب ستھرا بنا دے اور ہمیں ان سے محبت اور مودت رکھنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ اپنی کتاب میں فرمایا۔ قل لا اسئالکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ" فرما دو میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔ سوائے میری رشتہ داری کی محبت کے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام انسانیت کیلئے باعث رحمت اور خیر و برکت بنایا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

"سلام اللہ و رحمته و بر کاته علیکم اهل البیت"

تم پر اے اہل بیت اللہ کا سلام، اس کی رحمت اور اس کی برکت ہو۔ اہل بیت وہ جناب نبی کریم ﷺ کی ازواج، آپ ﷺ کے بیٹے، بیٹیاں، آپ کی اولاد جن میں حضرت فاطمہؓ علیؓ حسن و حسینؓ سیدہ زینب اور تا قیامت آپ کی آنے والی اولاد شامل ہے۔ جناب رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔ اے لوگو! میں تمہاری مثل ہی بشر ہوں۔ قریب ہے کہ میرے رب کا رسول (عزرائیل علیہ السلام) میرے پاس آئے اور میں اس کو جواب دوں (یعنی میرا وصال ہو جائے) میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ چلا ہوں (قابل تعظیم) ان میں پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ جس میں نور و ہدایت ہے۔ پس تم اللہ عزوجل کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لو اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں میں اپنے اہل بیت کے سلسلے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں، (یعنی ان کے حقوق کی نگہداشت کرو) یہ کلمہ آپ ﷺ نے تین دفعہ دہرایا۔ میں اپنے اہل بیت کے حق میں تمہیں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔ چنانچہ تم ان کے حق میں میری وصیت قبول کرو۔ میں کل ان کی طرف سے تمہارے ساتھ جھگڑا کروں گا۔ جو ان کا مدمقابل یا دشمن ہوگا۔ میں اس سے جھگڑوں گا اور جس سے جھگڑوں گا وہ جہنم میں جائے گا اور فرمایا میرے اہل بیت جنت میں گویا ایک درخت ہیں، جس کی شاخیں دنیا میں ہیں اور جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے اور آپ ﷺ نے فرمایا۔ "ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں۔ میرے اہل بیت میری امت کے لئے امان ہیں۔ اور فرمایا میرے گھر والوں کی مثال تمہارے اندر ایسی ہے جیسے کشتی نوح علیہ السلام۔ جو اس میں سوار ہو گیا تھا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا، مگر جہاں تک خود ذات نبی ﷺ کا تعلق ہے تو آپ اس شجر مبارکہ کی اصل ہیں اور اس معزز گھرانے کی بنیاد ہیں اور آپ ﷺ کو وہ مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ جس میں کوئی بھی آپ ﷺ کا شریک نہیں، اور آپ کی وہ اعلیٰ و ارفع منزلت ہے، جس کی گرد راہ تک بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اہل بیت کا یہ شرف اور ان کا یہ مرتبہ شرف نبی اور منزلت نبی ﷺ سے ماخوذ ہے۔ اسی لئے ان کی محبت جناب نبی کریم ﷺ کی محبت اور ان کی تعظیم فی الحقیقت جناب نبی کریم ﷺ کی تعظیم ہے۔

جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مجھ پر کامل طور پر ایمان لانے والا نہیں بن سکتا جب تک مجھ سے محبت نہ کرے اور مجھ سے محبت رکھنے کا اس وقت تک دعویدار نہیں بن سکتا جب تک میرے رشتہ داروں کو محبوب نہ رکھے اور آپ ﷺ نے فرمایا سنو۔ جس نے میرے رشتہ داروں کو اذیت

پہنچائی۔ اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی۔ روایت کی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ قول ان اللہ و ملائکته یصلون علی النبی یا ایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما۔ نازل ہوا تو صحابہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ ہمیں سکھائیے ہم آپ پر کیسے صلاۃ وسلام بھیجیں، فرمایا کہو اللهم صلی علی محمد و علی ال محمد۔ اس سے ثابت ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اوپر درود وسلام کے ساتھ ساتھ ان پر بھی سلام بھیجنے کا حکم دیا تو یہ گویا ایک اضافہ تھا اور یہ اہل بیت کی فضیلت پر دال ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ دعا اس وقت تک رکی رہتی ہے جب تک حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل پر درود نہ بھیجا جائے۔ اس بارے میں حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"یا آل بیت رسول الله حبکمو فرض من الله فی القرآن انزله کفاکمو من عظیم القدر انکمو من لم یصل علیکم لا صلوة له" اے جناب رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت تمہاری محبت اس قرآن کریم میں جسے اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے۔ فرض قرار دی گئی ہے تمہارے عظیم المرتبت ہونے کے ثبوت میں یہ بات کافی ہے کہ جو شخص تم پر درود نہ پڑھے اس کی کوئی نماز نہیں ہوتی۔

بیشک اللہ تعالیٰ کی محبت کی نشانی اس کے رسول ﷺ کی محبت ہے۔ اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جو جناب رسول اللہ ﷺ سے محبت نہ کرے اور آپ کی پیروی نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله۔ "فرما دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگ جائیں گے"۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت کی نشانی اہل بیت کی محبت ہے۔ اسی بارے میں آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے محبت اس لئے کرو کہ اس نے طرح طرح کی نعمتوں سے تمہاری پرورش فرمائی ہے اور مجھ سے اس کی محبت کی وجہ سے محبت کرو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت کے ساتھ محبت کرو۔ تو گویا اہل بیت کی محبت ایک ایسا جز ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے جدا نہیں کیا جا سکتا اور ایسا کیوں نہ ہو وہ نبی ﷺ سے ہیں اور آپ ان سے ہیں وہ آپ تک اپنی نسبت اور آپ کی ان کی طرف نسبت کے باعث کمال کے اعلیٰ مراتب کو پہنچ گئے اور ایسا کیوں نہ ہو ان کی محبت واجب ہے ان کا درجہ بہت بلند ہے اور اس پر قرآن کریم اور احادیث کی وضاحت موجود ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا۔ ان کی محبت واجب ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے گھروں میں قرآن کریم اترا۔ انہوں نے اس کو یاد بھی کیا اس کو سمجھا بھی سہی اور اس پر عمل پیرا بھی ہوئے اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس کو محفوظ رکھنے، اس کی نگہداشت کرنے اور

دوسروں تک پہنچانے کا بیڑا اٹھایا اور ان کی محبت لازم کیوں نہ ہو یہی تو اہل علم ہیں، حق کی طرف دعوت دینے والے ہیں، نیکی کا راستہ دکھانے والے ہیں۔ جناب نبی پاک ﷺ کے وارث ہیں، آپ ﷺ کی شریعت پر قائم رہنے والے ہیں، آپؐ کے عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں، آپ ﷺ کے دین کے نگہبان ہیں، آپ ﷺ کی ملت کی مدافعت کرنے والے ہیں، بدعتوں اور گمراہیوں کا مقابلہ کرنے والے ہیں، سنتوں اور فضیلت کی باتوں سے محبت رکھنے والے ہیں۔

بے شک ان کی محبت ایمان کامل اور عقیدہ صحیح پر دلالت کرنے والی ہے اور بلاشبہ ان سے دشمنی فساد عقیدہ اور بیماری دل کی علامت ہے۔ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ "لا یحب اهل البیت الا مومن و لا بغضهم الا منافق" اہل بیت سے محبت نہیں رکھتا مگر وہی جو مومن ہے اور ان سے دشمنی نہیں رکھتا مگر وہ جو منافق ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اہل بیت کے اس اعلیٰ مرتبہ کو خوب جانتے تھے۔ دیکھئے ابوبکر صدیق ﷺ فرماتے ہیں، ارقموا محمد ﷺ فی اهل بیته۔

اور یہ بھی آپ فرمایا کرتے تھے۔ والذی نفسی بیده لقرابة رسول الله صلی الله علیه وسلم احب الی من قرابتی۔

قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری مجھے اپنی رشتہ داری سے یقیناً زیادہ محبوب ہے۔

خلفاء، امراء اور بڑے بڑے لوگ ان کی قدر پہچانتے تھے۔ خوش خبری ہے ان کے لئے جو ان کا مرتبہ پہچانیں، ان کی محبت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں۔ وہ کائنات کے باغ میں فصل ربیع کے گھنے درخت ہیں۔ وہ امت کے دستگیر ہیں اور اس کی وہ امان ہیں جس کی انہیں امید ہے۔ ان سے دوستی وہی کرتا ہے جو پرہیز گار ہے اور ان سے کنارہ کشی نہیں کرتا مگر وہ جو گمراہ ہے۔

اور ہم جو اس موجودہ زمانہ کے لوگ ہیں ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان سے محبت رکھیں، ان کی عزت واحترام کریں اور ان کے اس مرتبہ کو پہچانیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے اور اپنے اعمال واخلاق میں ان کو نمونہ بنائیں۔ ان کی سنت کو مضبوطی سے تھام لیں، ان کے انوار کو اپنے اندر سمولیں، ان کی محبت واجب ہے، ان کی مودّت ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور اپنے حبیب کی زبانی یہ ارشاد فرمایا۔ قل لا اسالکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ (القرآن)۔ قرآن کریم، حدیث شریف اور صحابہ تابعین کرام کی روایات کی روشنی میں خصائص اہل بیت کے بحر بیکراں سے چند قطرے ہیں۔

بے شک یہ کتاب جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے اور جس کا عنوان علموا اولادکم

محبة آل بيت الرسول صلى الله عليه وسلم ہے۔اہل بیت کے لئے مؤلف کی محبت پر دلیل ہے۔انہوں نے بہت بڑی اور قابل قدر کوشش اس کام میں صرف کی ہے۔انہوں نے اس کام میں بنیادی کتابوں سے استفادہ کیا ہے یہاں تک کہ یہ کتاب بڑی محققانہ اور بہترین علمی شکل میں ہمارے سامنے آگئی اور اس بات کی مستحق ہے کہ اس کے مطالعہ کے لئے کچھ نہ کچھ وقت نکالا جائے اور جو کچھ اس نے پیش کیا ہے۔اس پر عمل کیا جائے اور اپنے بیٹے اور بیٹیوں کو اہل بیت کی محبت پر پروان چڑھایا جائے۔جناب رسول پاک ﷺ فرماتے ہیں۔ادبوا اولادکم علی ثلاث خصال، حب نبیکم و حب اھل بیته و قراۃ القرآن۔

اپنی اولاد کو تین خصلتیں (باتیں، عادتیں) سکھاؤ، اپنے نبی ﷺ کی محبت، آپ ﷺ کے اہل بیت کی محبت اور قرآن کریم کی تلاوت۔جہاں تک اس کے اردو ترجمہ کا تعلق ہے جو اس وقت ہمارے پاس موجود ہے اس میں محمد مبارز ملک نے بہت بڑی کوشش صرف کی ہے جو ہر قدردانی کے لائق ہے۔باوجود بہت مصروفیات کے اس نے اپنا قیمتی وقت اس میں لگانے میں بخل سے کام نہیں لیا۔حتیٰ کہ بفضل اللہ تعالیٰ یہ کام بڑے اچھے طریقے سے پایہ تکمیل کو پہنچا اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ترجمہ اصل (جن معانی کا بھی وہ حاصل ہوسکتا ہے) کے بالکل مطابق ہے۔

میں نے محبوب اسلامیہ جمہوریہ پاکستان اور شہر لاہور میں قیام کے دوران مترجم کو دیکھا کہ وہ بڑی اور بے مثال تحقیق، علمی طریقہ بڑے مفید سادہ اور آسان اسلوب کے ساتھ یہ ترجمہ کر رہا تھا۔اس نے اردو کے بڑے آسان الفاظ اور محاورات کا انتخاب کیا۔یہاں تک کہ یہ ترجمہ بڑی اچھی صورت میں ہمارے سامنے آیا ہے اور عربی اصل (کلمہ جو بھی معانی رکھتا ہو) کی پوری طرح ترجمانی کرنے والا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہوں کہ وہ اس عمل کو شرف قبولیت بخشیں اور ڈاکٹر محمد مبارز ملک کی اس ادنیٰ اور حقیر کوشش کو شرف باریابی عطا فرمائیں اور اسے بہتر صلہ دیں اور اس عمل سے تمام اہل سنہ والجماعۃ کو جو اردو زبان بولنے والے ہیں۔نفع بخشیں، بے شک وہ سننے والا ہے، قریب ہے دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔

واخر دعوانا انا الحمد لله رب العالمين

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

از مصنف

اپنی اولاد کو جناب رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کی محبت سکھاؤ۔ انہیں یہ سکھاؤ کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نسل اور خاندان ہیں، وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں، اور وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر والے ہیں، جس نے ان سے محبت کی بلاشبہ اس نے جناب رسول اللہ ﷺ سے محبت کی۔ اور جس نے ان کی عزت کی۔ بے شک اس نے جناب رسول اللہ ﷺ کا اکرام کیا۔ اور جس نے ان کی تعظیم کی فی الحقیقت اس نے جناب رسول اللہ ﷺ کا احترام کیا اور جس نے ان کی تعظیم کی۔ اور جس نے ان کے ساتھ تعلقات جوڑے فی الحقیقت اس نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنا رشتہ استوار کیا اور جس نے ان سے محبت کی بے شک اس نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت کی۔ ان کو سکھایئے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ان کی یاد دلاتے ہوئے یوں فرمایا "میں تمہیں اہل بیت کی حفاظت، ان کی نگہداشت ان کے احترام واکرام اور ان کی محبت ومودت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حق سے تمہیں خبردار کرتا ہوں۔" یہ آپ ﷺ نے دو دفعہ فرمایا۔ اپنی اولاد کو بتایئے کہ اہل بیت سے تعلق رکھنا اور ان سے محبت کرنا لازم وفرض ہے۔ انہیں سکھایئے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ "میں تم میں دو اعلیٰ وارفع اور عمدہ چیزیں چھوڑ چلا ہو۔ "اللہ کی کتاب اور میرے گھر والے" اور ایک روایت میں ہے۔ "اللہ کی کتاب اور میری عشرت" یہ دونوں گویا جڑواں ہیں، اور یہ دونوں مواطن قیمتہ (عزت کرنے والے مقامات) میں ایک دوسرے سے کبھی بھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض پر میرے پاس پہنچ جائیں تو تم غور وفکر کرو کہ ان کے حق میں میرے نائب ہونے کی حیثیت سے میرے سچے جانشین ثابت ہوتے یا برے، اپنی اولاد کو سکھاؤ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں تم میں دو عظیم چیزیں (یعنی جن کے ساتھ تمسک کرنا اور ان پر عمل کرنا بہت بڑا کام ہے) چھوڑ چلا ہوں۔ "اللہ کی کتاب اور میرے گھر والے۔"

اپنی اولاد کو سکھاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں سے ناپاکی کو دور کر دیا اور انہیں خوب ستھرا کیا ہے۔

انہیں سکھاؤ کہ اہل بیت کی محبت لازم بھی ہے اور مطلوب بھی۔

انہیں بتاؤ کہ اہل بیت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رسول اللہ ﷺ کی محبت اسلام کی بنیادوں میں سے ہے انہیں سکھاؤ کہ اہل بیت پر ظلم کرنا بہت بڑا گناہ اور ظلم عظیم ہے۔ انہیں سکھاؤ کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں سے محبت کریں اور اس کے بعد سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جو اپنی عطاؤں اور بخششوں کے ساتھ احسان کرنے والا ہے۔ اعلیٰ وارفع حمد وثناء کا مستحق ہے۔ ہر امید اور ہر آس اس کی رحمت کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور درود وسلام اگلوں اور پچھلوں کے سردار، اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے برگزیدہ، تمام نبیوں کے امام اور تمام رسولوں میں آخری رسول پہ اور آپ کی اولاد اور آپ کے سارے صحابہ پر بے شک جناب رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ وہ کامل بندے ہیں جن کا مقام ایسا مقام ہے جس کی کیفیت اور حقیقت کے بارے میں انسانی عقلیں اور ان کے افہام دنگ ہے اور جن کی عظمت کے بیان سے زبانیں اور قلمیں عاجز ہیں اور دنیا کے کسی شخص کی شان وشوکت بھی جس کی گرد راہ تک نہیں پہنچ پائی۔ اور ان کی محبت ایمان کی شرط ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا۔ جب تک میں اسے اپنی جان، اپنے والدین، اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہوں۔''

تین چیزیں جس شخص میں پائی جائیں اس نے گویا ایمان کی مٹھاس چکھ لی۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ان دونوں کے ماسوا سے اسے بڑھ کر محبوب ہوں، اور یہ کہ وہ ایک انسان سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لئے اس سے محبت کرے اور کفر کی طرف لوٹنے کو ایسے ناپسند کرے جیسے اس کو ناپسند کرتا ہے کہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے جو شخص اپنی ذات پر جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت کا غلبہ نہیں دیکھتا اور وہ محبت اس کے دل کی گہرائیوں کو پر نہیں کر رہی تو اسے اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہئے اور اپنے ایمان کی فکر کرنا چاہئے۔ تاکہ اسے یہ پتہ چل سکے کہ دل کا یہ انکار اور اس کی یہ ظلمت کہاں سے آگئی ہے۔

اس شخص کے لئے سلامتی کا کوئی مقام نہیں جو حب رسول اللہ ﷺ پر مرمٹ نہیں رہا۔ اور درود وسلام ہو آپ کی ذات والا پر اور آپ کی پاکباز اور طاہر اولاد پر چنانچہ درجہ ذیل حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ ایسے ہی اپنی محبت کو اپنانے کا حکم دیا ہے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کہ اس نے اپنی نعمتوں سے تمہاری پرورش فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے پیش نظر مجھ سے کرو اور میری محبت کی وجہ سے میرے گھر والوں سے محبت رکھو۔

اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے ایک کتاب پیش کرنے کی مجھے توفیق عطا فرمائی۔ جس کا عنوان میں نے ''علموا اولادکم محبة رسول الله ﷺ'' قائم کیا، اور اب اس وقت یہ کتاب جس کا نام

میں نے علموا اولاد کم محبة آل بیت رسول الله ﷺ'' رکھا ہے مسلم نوجوان کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، یہ میری پہلی کتاب کا گویا تکملہ ہے۔

یہ چند سطریں ہی ہیں جو میں باوجود عاجزی اور کمزوری کے محض تقرب الٰہی کی خاطر اور جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے کے لئے اور جو آپ ﷺ کا ہمارے ساتھ عہد ہے اسے پورا کرنے کے لئے اور جو معزز و مکرم اہل بیت کے حقوق کی مراعات کے سلسلے میں آپ کی وصیتیں ہیں ان پر عمل پیرا ہونے کی غرض سے اور مومنین کی آنکھیں کھولنے کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ اس کا مقصد وحید یہ ہے کہ وہ اہل بیت کے مقام مرتبہ اور ان کے ساتھ دوستی و محبت اور ان کی عزت و تکریم کے واجب ہونے اور ان کے ساتھ محبت رکھنے کا جو ثواب ہے اس کو پہچانیں میں اس پر بڑا حریص ہوا کہ میں اہل بیت کی سیرت کے اس جگمگاتے اور روشن پہلو کی اپنی اولاد اور نوجوان نسل کے سامنے پوری طرح وضاحت کروں اور میں نے اسے کئی فصلوں میں سمو دیا ہے جو اہل بیت کے مفہوم، اس نسل پاک اس اہل کریمہ اور اس کی ہر پاک نسل کے شجر مبارکہ کے ساتھ معاملت و معاشرت کی وضاحت کرتی ہیں میں نے اہل بیت کی سیرت کو ایک ایسی آسان صورت میں پیش کرنے کی پوری پوری کوشش ہے کہ جس سے اس کا احاطہ کرنا اور لغزشوں کی دلدل اور اختلافات کی بھول بھلیوں میں پھنسے بغیر اس سے فیضاب ہونا آسان ہے۔

میں نے سارا زور اس پر صرف کر دیا ہے کہ میں صحیح روایات، قابل اعتماد مراجع و مصادر اور لائق اعتبار اسانید سے ماخوذ اقوال وافعال کا سہارا لوں۔ میں بہت ڈرا، خوب سوچ بچار کی پھر پختہ ارادہ کر لیا، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔ پھر میرا یہ کام کچھ اس صورت میں ظہور پذیر ہوا کہ جس کے لئے میں اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہوا کہ وہ اسے شرف قبولیت سے نوازے اور توفیق نصیب فرمائے اس کو نفع مند اور بابرکت بنا دے اور اس پر مجھے ثواب عطا فرمائے۔ بس میرا اللہ تعالیٰ سے یہی سوال ہے۔

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطائنا

اے ہمارے رب ہماری گرفت نہ فرما اگر ہم بھول یا چوک جائیں۔

محمد عبدہ یمانی

۱۲ القعدة ۱۴۱۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل بیت ہیں کون؟

اہل بیت وہ ہیں جو جناب نبی کریم ﷺ کے قریبی ہیں اور ہم ان کے احترام ان کی توقیر اور ان کی محبت کے زیادہ لائق وحقدار ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی ناپا کی دور کردی ہے اور انہیں خوب ستھرا کیا ہے۔اسی ضمن میں ارشاد باری ہے۔انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا (۱)

(اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبیؐ کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپا کی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے)

اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی پیروی کرنے اور جن کے روشن طریق کو اپنانے کا رسول کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیتے ہوئے فرمایا۔انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و اھل بیتی (۲) میں تمہارے اندر دو بھاری چیزیں چھوڑ نے والا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے میرے گھر والے۔ایک دوسری روایت یوں ہے انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی وانھمالن یفترقاحتی برداعلی الحوض فانظر واکیف تخلفو نی فیھما" (۳)

(میں تمہارے اندر دو عظیم الشان چیزیں چھوڑ چلا ہوں) کتاب اللہ اور میری اولاد یہ دونوں آپس میں جڑواں ہیں ایک دوسرے سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گے جب تک میرے پاس حوض پر نہ پہنچ جائیں۔پس غور وفکر کرو کہ ان دونوں کے حق میں تم میری کیسے نیابت کرتے ہو) (یعنی کیا سچے اور اچھے وارث ثابت ہوتے ہو یا برے) اور یہ وہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے مال فئی اور خمس میں حصہ مقرر فرمادیا ہے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے۔

۱. ما آفاء اللہ علی رسولہ من اھل القری فللہ و للرسول ولذی القربیِ والیتامی والمساکین وابن السبیل.

جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔

۲. واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ و للرسول ولذی القربیٰ والیتامی والمساکین وابن السبیل (۴)

اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول اور قرابت والوں اور

یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے۔

یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے صدقہ اور زکوٰۃ وغیرہ سے مبرا قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ انا آل محمد لا تحل لنا الصدقة (۵)

ہم آل محمد ﷺ ہیں ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں)

اور یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا ہے کہ ہر نماز میں ان پر درود بھیجنا لازم قرار دیا ہے۔

ترمذی، حاکم اور دیگر محدثین نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت فقل تعالوا ندع ابنائنا وابناکم و نساء نا و نساء کم (۶) نازل فرمائی تو جناب رسول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسن وحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بلا بھیجا اور فرمایا "اللھم ھولاء اھل بیتی" (۷)

(اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں)۔

امام احمد اور ترمذی نے حضرت ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ قول "انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا" (۸) نازل ہوا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنھم اجمعین کو جمع فرما کر انہیں اپنی چادر مبارک اوڑھائی اور فرمایا۔ "اللھم ھولاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا"۔ (۹)

(اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور کر اور انہیں خوب ستھرا کردے)

امام مسلم نے اپنی "صحیح" میں حضرت زید بن ارقم سے درج ذیل حدیث روایت کی۔

حضرت زید بن ارقم نے فرمایا۔ (۱۰) خطبنا رسول الله صلی الله علیه وسلم بماء یدعی خمابین مکة والمدینة فحمد الله واثنی علیه ووعظ و ذکر ثم قال "اما بعد الا ایھا الناس فانما انا بشر یوشک ان یاتی رسول ربی فاجیب وانا تارک فیکم ثقلین اولھما کتاب الله فیه الھدی والنور فخذوا بکتاب الله واستمسکوا به (۱۱)

(ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ نے پانی کے ایک چشمے کے پاس جو خم' کے نام سے معروف ہے اور مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے خطاب فرمایا۔ آپ نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور ہمیں پند و موعظت فرمائی، پھر فرمایا۔ اے لوگو سنو، میں ایک انسان ہوں قریب ہے کہ میرے رب تعالیٰ کا رسول (عزرائیل علیہ السلام) اللہ کا حکم لے کر میرے پاس آئے اور میں

اپنے رب کے حکم پر لبیک کہوں (یعنی میرا وصال ہو جائے تو سنو میں تمہارے اندر دو عظیم الشان چیزیں چھوڑنے والا ہوں۔ ان میں سے ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، جس میں ہدایت اور نور ہے تم اسے ہاتھوں ہاتھ لے لینا اور اسے مضبوطی سے پکڑ لینا۔'' آپؐ نے اپنے اس قول سے کتاب اللہ کو اپنانے اور اس پر عمل پیرا ہونے پر ابھارا اور اس کی طرف ترغیب دلائی۔ بعد ازاں فرمایا۔ واھل بیتی اذکر کم اللہ فی اھل بیتی، اذکر کم اللہ فی اھل بیتی اذکر کم اللہ فی اھل بیتی''۔

اور میرے اہل بیت، اپنے اہل بیت کے بارے میں، میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں یہ کلمہ آپؐ نے تین دفعہ دہرایا یعنی تم ان کے حقوق کا خیال رکھنا اور ان کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔

فقال له حصین و من اهل بیته یا زید الیس نسائوه من اهل بیته قال نسائوه من اهل بیته، ولكن اهل بیته من حرم علیهم الصدقة بعده قال من هم قال هم آل علی و آل عقیل، و ال جعفرؓ و آل عباسؓ، قال كل هولاء علیهم الصدقة حرام ''قال نعم (۱۲)

حصین نے حضرت زید سے پوچھا اے زیدؓ آپؐ کے اہل بیت کون کون لوگ ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا شمار اہل بیت میں نہیں؟ انہوں نے کہا آپ کی ازواج آپ کے اہل بیت میں سے ہیں، مگر آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ کا مال حرام ہے۔ انہوں نے پوچھا، وہ کون لوگ ہیں جن کے لئے صدقہ حرام ہے۔ انہوں نے جواب دیا وہ اولاد علیؓ اولاد عقیلؓ اولاد جعفرؓ اور اولاد عباسؓ ہیں، پھر انہوں نے پوچھا۔ کیا ان سب پر صدقہ کا مال حرام ہے۔۔ کہاں، ہاں۔

وفی الصحیح اللهم صل علی محمد و ازواجه و ذریته (۱۳)

صحیح میں ہے۔ اے اللہ درود بھیج حضرت محمد ﷺ پر، آپ کی ازواج پر اور آپ کی اولاد پر۔ اور ایسے ہی ہمیں رسول کریم ﷺ نے سکھایا ہے کہ ہم یوں کہیں۔ **اللهم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراهیم و علی آل ابراهیم انک حمید مجید، و بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراهیم و علی آل ابراهیم انک حمید مجید.**

اے اللہ درود بھیج حضرت محمد ﷺ پر اور اولاد محمدؐ پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور اولاد ابراہیمؑ پر بے شک تو سب خوبیوں والا اور بزرگ و برتر ہے۔ (۱۴)

اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اہل بیت حضرت فاطمہ، علی، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں، نص حدیث یعنی حدیث ''الکساء'' اور حدیث المباہلۃ کی رو سے یہی چادر والے ہیں۔ اور بے شک آیت کریمہ کے عموم اور الفاظ حدیث **الصلاۃ علیہ و علی ازواجہ و ذریتہ** کی رو سے آپ کی ازواج مطہرات بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہیں اور یہ کہ آل علی، آل جعفر، آل عقیل اور آل عباس رضی اللہ عنہم اجمعین ہی وہ حضرات ہیں جن پر درج ذیل حدیث **انا آل محمد لا تحل لنا الصدقۃ**''۔

ہم آل محمد ہیں ہمارے لئے صدقے کا مال حلال نہیں) کے اقتضاء کے مطابق اللہ تعالیٰ نے صدقے کا مال حرام قرار دیا ہے۔ رشتہ داری اور قرب کی کئی منزلیں ہوتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جناب نبی کریم ﷺ کے عم محترم اور آپؐ کے قریب ترین رشتہ دار ہیں۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اجماع امت کی رو سے بلحاظ رشتہ داری ان پر سبقت حاصل ہے۔ فی الحقیقت قربت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قرابت کو مستحکم بنایا۔ ہم مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ ہم اہل بیت سے محبت و مودت رکھیں، ان کی تعظیم اور عزت افزائی کریں، ان کی قدر کو پہچانیں، ان کی اتباع اور ان کی پیروی کریں ان پر درود وسلام کو اللہ تعالیٰ نے ہماری عبادت قرار دیا ہے۔ یہ درود وسلام اسلام کا جزو ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کے ساتھ مربوط و متصل ہے۔ یہ صرف اور صرف ان کے شرف اور ان کی عظمت کے تاج سید الاولین والآخرین حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے ہے۔

ہم صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی بھی تعظیم وتوقیر کرتے ہیں۔ ان سے بھی محبت رکھتے ہیں۔ ان کی بھی فضیلت کے قائل ہیں۔ اس حقیقت کے پیش نظر اہل بیت اصل، فرع، خاندان اور سسرال سب کچھ ہوئے ان کا اصل شریف اور ان کا مجد قدیم سید العالمین ﷺ رسول اعظم اور آپ کی اولین زوجہ کاملہ مطہرہ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ ہیں ان دونوں حضرات سے جو اولاد ہوئی وہ کچھ تو بچپن میں ہی فوت ہوئی مگر کچھ وہ بھی تھی جو بقید حیات رہی۔ انہوں نے شادیاں کیں، پھلے پھولے چنانچہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر یہ تھی کہ اس عظیم گھرانہ نبوی کی ساری اولاد حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ کے بطن پاک اور امام کریم علی الکرار (جنگ میں بہت سخت یا بہت حملے کرنے والا) کرم اللہ وجہہ کی پشت سے ہی ہو۔ چنانچہ اس فیصلہ الٰہی کا ظہور دو جلیل القدر اماموں اور دو پاکیزہ پھولوں سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ اور ان کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے جو ان کی پاکیزہ نسل پھیلائی میں ہوا۔ پھر اس مبارک و عظیم شجر نبوی کا سایہ پھیلتا چلا جاتا ہے اور ساری کی ساری ازواج النبی ﷺ ذی وقار اور پاک دامن امہات المومنین کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

چنانچہ بنی جعفرؓ بنی عقیلؓ اور بنی عباسؓ سے بھی آپ کی قوم اس میں شامل ہو جاتی ہے۔ ہر ایک کی الگ اپنی اپنی قدر و منزلت ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ سے اس کی قربت ہے' اور ان میں سے ہر ایک جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نسبت رکھتا ہے۔

آگے آنے والے صفحات میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نسل پاک سے لے کر حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما اور ان کی اولاد حضرت حسن' حسین' زینب' ام کلثوم اور علی زین العابدین رضی اللہ عنہم اجمعین تک اس نسب مبارک کی بڑی بڑی شخصیات پر ہم روشنی ڈالیں گے اور عنقریب میں یہ کوشش کروں گا کہ اسے نہایت سادہ اور سہل انداز میں پیش کروں تا کہ ہم اس معطر سیرت اور اس مبارک نسب کو اپنی نوجوان نسل اور تمام مسلمانوں کے ذہن نشین کرا سکیں۔ ان کے لئے اپنی اس محبت پر ہم اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہیں جیسا کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کے لئے اپنی محبت پر اسے گواہ ٹھہراتے ہیں اور اپنی اس محبت میں غلو کی ضلالتوں اور لغزشوں کی طرف اپنا قدم نہیں بڑھاتے اور انہیں ان کے مرتبے سے نہیں بڑھاتے۔ وہ سارے کے سارے معزز بندے تھے۔ ہمیں ان کی محبت اور تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم نے اس حکم کو بغور سنا اور اطاعت کی۔ ایک عقلمند مومن یہ بات اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اہل بیت کی عزت و اکرام میں مبالغہ نہ کرنا۔ ان کے مرتبے سے انہیں نہ بڑھانا اور وہ چیزیں ان کی طرف منسوب نہ کرنا جو ان میں نہیں پائی جاتیں ان کے ساتھ احسان و بھلائی ہے۔

بے شک ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ (اس پر ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتے ہیں) ان کی منزلت بہت عالی ہے والحمد للہ۔

ان کا نسب پاکیزہ ہے' عالی ہے' اور ان کی اصل بہت عمدہ اور لائق تعریف ہے۔

ان کی سیرت معطر ہے' اور ان کے افعال لائق ستائش ہیں پس ہم پر جو لازم ہے وہ یہ ہے کہ ہم ان کے ساتھ ادب کا معاملہ کریں ان کے حقوق ادا کریں' ان سے محبت رکھیں جیسا کہ ہمیں اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے اور ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی ہے اور اس انداز میں ان سے محبت کریں جس انداز میں صحابہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے محبت کی تھی۔ ہم اللہ سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی محبت' اپنے رسول کی محبت' آپ کے اہل بیت کرام کی محبت اور آپ کے چمکتے ہوئے چہروں والے کریم الافعال اور بابرکت صحابہ کی محبت و مودت میں ترقی عطا فرمائے۔ آمین اور ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے جو اللہ تعالیٰ' اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی کے لئے بھی ہمارے دلوں میں کینہ پیدا نہ فرمائے اور ہمیں ایسا ہی بناوے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ ایمان رکھنے والوں کی اپنے کلام

مقدس میں یوں تعریف فرمائی ہے۔"والذین جاء وا من بعدهم یقولون ربنا اغفرلنا ولا خوانـنـا الـذيـن سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غل"ا للذین آمنو ربنا انک رئوف رحیم (۱۵)

وہ لوگ جوان کے بعد آئے ہیں کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان کے ساتھ ہم پر سبقت لے گئے۔(یعنی ہمارے وہ مومن بھائی جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں) اور اہل ایمان کے لئے ہمارے دلوں میں کینہ نہ پیدا فرما' اے ہمارے رب بے شک تو بہت مہربان اور رحم والا ہے۔

حواشی

۱۔ الاحزاب ۳۳

۲۔ اس حدیث کو مسلم' احمد' نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

۳۔ مسلم نے اس حدیث کو حضرت زید بن ارقم کی حدیث سے کتاب فضائل الصحابہ' باب (ا) ''فضائل علی بن ابی طالب میں ذکر کیا ہے۔ ج ۴' ص ۱۸۷۳' ترمذی نے اس کو نمبر ۳۷۸۶' ۳۷۸۸ کے تحت نقل کیا ہے' امام احمد اس کو مسند میں اپنی حدیث اور دیگر واسطوں سے لائے ہیں۔

۴۔ الحشر ۷

۵۔ الانفال ۴۱

۶۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں ۱۴۹۱' ۳۰۷۱ نمبر کے تحت زکوۃ کے اس باب جس کا عنوان ہے۔(جو نبی کریم ﷺ کے لئے صدقہ کے بارے ذکر کیا گیا ہے) وارد ہوئی ہے اور کتاب جہاد کے اس باب (جس نے فارسی زبان اور عجمی زبان میں گفتگو کی) نقل کی گئی۔ فتح الباری ۳/۳۱۴' ۶/۲۱۲ صحیح مسلم میں نمبر ۱۰۶۹ کے تحت کتاب الزکوۃ کے باب (جناب رسول اللہؐ اور اہل بیت پر صدقہ کی حرمت) میں وارد ہوئی۔ ج ۳ ص ۳۶' ابو داؤد (نمبر ۱۰۶۹) زکوۃ میں (بنی ہاشم پر صدقہ کے باب میں) پہلے لائے ہیں' نسائی' ۳/ ۲۴۸' ابن ماجہ نمبر ۱۷۱۱۸ اور احمد المسند (۱' ۲۰۰' ۲' ۴۰۹' ۴۱۰' ۴۴۴ اور ۶/ ۴۷ میں اسے لائے ہیں۔

۷۔ اس آیت کو آیۃ الباہلۃ کہا جاتا ہے۔ المباہلۃ ابتہال سے ہے اور ابتہال کسی پر لعنت کی دعا میں بہت کوشش کرنے کو کہتے ہیں۔

۸۔ ترمذی نے تفسیر کے باب (ومن سورۃ آل عمران) میں مذکورہ بالا حدیث ۲۹۹۹ نقل کی ہے' آل عمران ۶۱ نمبر ۵/ ۲۱۰ اور کہا ہے کہ اس طریق سے یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ حاکم نے اپنی متدرک ج ۳' ۱۵۰ میں اسے روایت کیا ہے۔ امام ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور اس سے مواقفت کی ہے۔ یہ لمبی حدیث ہے یہاں اس حدیث کا ایک ٹکڑا نقل کیا گیا ہے۔ مسلم نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ صحیح مسلم میں یہ حدیث فضائل الصحابہ کے باب (من فضائل علی بن ابی طالب رضی الله عنه) میں وارد ہوئی ہے۔ حدیث نمبر ۲۴۰۴ ترمذی نے (مناقب علی رضی اللہ عنہ میں اسے نقل کیا ہے۔ حدیث ۳۷۲۴ ج ۵' ص ۵۹۶

۹۔ الاحزاب ۳۳

۱۰۔ امام احمد اپنی مسند میں اس حدیث کو لائے ہیں' ج' ا' ص ۳۳۱ ج' ۳' ص ۲۵۹۔ ۲۸۵' ۲۹۲۔ ۳۰۴' امام ترمذی تفسیر کے باب (ومن سورۃ الاحزاب) حدیث ۳۲۰۵' ۳' ۳۷۸۶ اور مناقب میں باب (''مناقب اہل بیت النبی'' ﷺ ۵/ ۳۲۸۔ ۶۲۱ اور ۳۸۷۰ نمبر کے تحت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے باب میں اس حدیث مذکورہ بالا کو لائے ہیں اور کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حاکم نے اپنی متدرک ۳/ ۱۴۶ میں اسے نقل کیا ہے۔ اسی طرح طبرانی کئی واسطوں

سے ''الکبیر'' میں ۲۶۶۳/۲۶۷۳/۲۶۷۳ نمبر کے تحت اسے لاتے ہیں۔ ۳/۴۶/۳۔۵۱

۱۱۔ خم ایک جنگل کا نام ہے جو جحفہ نامی مشہور کنویں سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کنویں کو اسی جنگل کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور اسے غدیر خم کہہ کر پکارا جاتا ہے، معجم البلدان ۴/۱۸۸

۱۲۔ مسلم نے یہ حدیث نمبر ۲۴۰۸ کتاب فضائل الصحابہ کے باب (من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) میں نقل کی ہے۔ ۴/۱۸۷۳ اور احمد مسند میں ۲/۱۱۴، ۴/۳۲۶، ۳۶۷، ۳۷۰، ۳۸۲، ۳۷۰۳ اور ''الفضائل'' میں نمبر ۱۲۶۷ میں اور طبرانی نے بہت سارے واسطوں اور متعدد سندوں کے ساتھ جو حضرت زید بن ارقم تک پہنچتی ہیں اس حدیث کو معجم الکبیر'' میں روایت کیا ہے۔ ۵/۱۸۵

۱۳۔ بخاری میں حدیث مذکورہ بالا نمبر ۳۳۶۹، ۶۰، ۶۳ کتاب الانبیاء کے باب (هل يصلى على غير النبى صلى الله عليه وسلم اور کتاب الدعوات کے باب (قوله تعالىٰ و صل عليهم ان صلاتلک سكن لهم) میں منقول ہے۔ ج ۶، ص ۴۰۷، و ۱۲/۱۶۹، امام مسلم نے اس حدیث کو کتاب الصلاۃ کے (باب التشہد'' میں نقل کیا ہے۔ ۱/۶۰۰ امام مالک موطا میں کتاب السفر میں اسے لائے ہیں۔ ۱/۱۶۵ ابن ماجہ نے (۹۰۵) اور نسائی نے السہو کے باب (کیف الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) میں اسے روایت کیا ہے۔ ۳/۴۹ اور امام احمد نے اپنی مسند میں اسے نقل کیا ہے ۱/۱۶۲، ۳/۴۷، ۴/۱۱۸، ۲۴۱، ۵/۲۷۴، ۴۲۴

۱۴۔ امام بخاری حدیث مذکورہ بالا نمبر ۶۳۵۷ کو کتاب الدعوت کے باب (الصلوۃ علی النبی ﷺ) اور سورۃ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کے اس قول ''واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا کی تفسیر اور سورہ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ کے اس قول ان الله والملئكته يصلون على النبى کی تفسیر کے دوران لائے ہیں۔ فتح الباری ۱۱/۱۵۳ مسلم اس حدیث کو نمبر ۴۰۶ کے تحت کتاب الصلاۃ کے باب (''الصلاۃ علی النبی ﷺ بعد التشہد'') میں لائے ہیں، صحیح مسلم ۱/۳۰۵ امام ترمذی نے اس کو ۴۸۳ نمبر کے تحت کتاب الصلاۃ کے باب (ماجاء فی صفۃ الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) میں اسے نقل کیا ہے، ابوداؤد میں نمبر ۹۷۶ کے تحت کتاب الصلاۃ میں (تشہد کے بعد جناب نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے) کے باب میں وارد ہوتی ہے ابن ماجہ نمبر ۹۰۴ اقامہ الصلاۃ کے باب (الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) میں اسے لائے اور احمد نے مسند میں نقل کی ہے۔ ۴/۲۴۱، ۲۴۳، ۲۴۴

۱۵۔ قرابت و قربیٰ رشتہ داری کے معنی میں ہے اور قربت مرتبہ کے لحاظ سے ہوتی ہے۔

عمومی طور پر اہل بیت کی فضیلت

عمومی طور پر اہل بیت نبی ﷺ کی فضیلت پر اور ان کی پکی اور سچی محبت کے وجوب پر قطعی دلالت کرنے والی بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے چند ایک کا ہم نیچے ذکر کریں گے۔

1. ماروا ہ البخاری عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما. ان ابابکر رضی اللہ عنہ قال "اکرموا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی اھل بیتہ(۱)

ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جو امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ کا احترام یہ ہے کہ ان کے اہل بیت کا احترام کیا جائے۔ ورو ی البخاری ایضا عن ابی بکر رضی اللہ عنہ قال "والذی نفسی بیدہ القرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی (۲)

امام بخاری نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ مجھے جناب رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کے ساتھ تعلق جوڑنا اپنے رشتہ داروں کے ساتھ تعلق استوار کرنے کی بہ نسبت بہت زیادہ محبوب ہے۔

۲. ورو ی مسلم عن زید بن ارقم قال ' قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "الا ایھا الناس اما انا بشر یوشک ان یاتی رسول ربی فاجیب وانی تارک فیکم ثقلین' اولھما کتاب اللہ فیہ الھدیٰ والنور فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ".

فحث علی کتاب اللہ ورغب فیہ ثم قال فاھل بیتی' اذکر کم اللہ فی اھل بیتی' اذکر کم اللہ فی اھل بیتي' اذکر کم اللہ فی اھل بیتی". (۳)

امام مسلم نے حضرت زید بن ارقم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سنو! اے لوگو میں بھی تو ایک انسان ہی ہوں۔ قریب ہے کہ میرے پاس رب تعالیٰ کا رسول (عزرائیلؑ) آئے اور میں رب تعالیٰ کے حکم پر لبیک کہوں (یعنی میرا وصال ہو جائے) تو لہذا میں تم میں دو ذی شان وذی عظمت چیزیں چھوڑ چلا ہوں ان میں سے پہلی کتاب اللہ ہے

جس میں ہدایت ونور ہے۔ کتاب اللہ کو پکڑ لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔

آپ نے کتاب اللہ کو لازم پکڑنے پر ابھارا اور اس میں رغبت دلائی، پھر فرمایا "اور میرے گھر والے" میں ان کے بارے میں بھی تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں (یعنی میرے بعد تم ان کا خیال رکھنا) ان کے بارے میں اللہ سے ڈرنا، انہیں تکلیف نہ دینا ان کی حفاظت کرنا یہ کلمہ آپؐ نے تین دفعہ دہرایا۔ وعن ابن عباس، رضی اللہ عنهما. قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم احبو الله لما یغذو کم به من نعه، واحبونی بحب الله واحبوا اهل بیتی لحبی (۴)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کیونکہ وہ اپنی نعمتوں سے تمہاری پرورش فرماتا ہے اور اللہ کی محبت کے لئے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے پیش نظر میرے اہل بیت سے محبت کرو۔ (محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے) وروی الطبرانی عن جابر رضی الله عنه انه سمع عمر بن الخطاب رضی الله عنه یقول للناس حین تزوج ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی الله عنه الاتهنونی؟ سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ینقطع یوم القیامة کل سبب و نسب الاسببی و نسبی (۵)

طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے رویات کی ہے۔ حضرت جابرؓ نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو جب انہوں نے ام کلثوم بنت علیؓ سے شادی کی یہ فرماتے سنا تم لوگ مجھے مبارکباد کیوں نہیں دیتے؟ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ہر وسیلہ اور ہر رشتہ قیامت کے دن سوائے میرے وسیلہ اور میرے رشتہ کے منقطع ہو جائے گا۔

۵. وروی احمد فی مسنده عن زید بن ثابت رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "انی تارک فیکم خلیفتین کتاب الله عزوجل. ممدود مابین المساء الارض، اومابین المساء والارض و عترتی اهل بیتی، وانهمالن یفترقاحتی یرداعلی الحوض (٦)

امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت زید بن ثابت سے روایت کی ہے۔ زید نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں تم میں اپنے دو نائب چھوڑ چلا ہوں (وہ دونوں گویا جڑواں ہیں) ایک اللہ عزوجل کی کتاب جو آسمان وزمین کے درمیان یا آسمان سے لیکر زمین تک پھیلی ہوئی ہے۔ (جس کو پکڑ کر تم اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتے ہو اور اس کا قرب حاصل کر سکتے ہو) دوسری میری اولاد جو میری اہل بیت ہے، اور یہ دونوں مقامات قیامت میں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں

ہوں گے۔ تاوقتیکہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچ جائیں۔

٦. وروی الحاکم عن ابی سعید الخدری. رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : والذی نفسی بیدہ لا یبغضنا اھل البیت احد الا ادخلہ اللہ النار(٧)

حاکم نے حضرت ابوسعید الخدریؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کوئی بھی شخص جو ہم اہل بیت سے بغض رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کریں گے۔

٧. وروی الحاکم عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی قال :لقینی کعب بن عجرۃ فقال :الا اھدی لک ھدیۃ سمعتھا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلت بلی فاھدھا التی قال سألنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلنا یا رسول اللہ کیف الصلاۃ علیکم واھل البیت؟ قال قولو اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد کما صلی علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انک حمید مجید، اللھم بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید.

حاکم نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کعب بن عجرۃ مجھے ملے اور فرمایا۔ کیا میں وہ کلمتہ تجھے بطور ہدیہ پیش نہ کروں! جو میں نے جناب نبی کریم ﷺ سے سنا ہے میں نے کہا۔ ہاں کیوں نہیں، مجھے ضرور بطور تحفہ دیجئے۔ فرمایا، ہم نے جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپؐ کے اہل بیت پر درود کیسے پڑھا جائے فرمایا، کہو، اے اللہ درود بھیج حضرت محمدؐ پر اور آل محمدؐ پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور اولاد ابراہیمؑ پر بے شک تو سب خوبیوں والا اور بزرگ و برتر ہے، اے اللہ برکت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور آل محمدؐ پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیمؑ پر اور اولاد ابراہیمؑ پر، بے شک تو ستودہ اور بزرگ و برتر ہے۔ (٨)

٨. وروی الطبرانی عن محمد بن علی بن الحسین، ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بایع الحسن، والحسین، وعبداللہ بن عباس، وعبداللہ بن جعفر ولم یبقلوا ولم یبلغوا، ولم یبایع صغیراً الا منا (٩)

طبرانی نے محمد بن علی بن الحسین سے روایت کی کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حسن، حسین، عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن جعفر کی بیعت لی۔ حالانکہ ابھی تک نہ تو ان کی ڈاڑھی پھوٹی تھی اور

نہ ہی وہ سن بلوغت کو پہنچے تھے۔ پھر فرمایا۔ حضور ﷺ نے سوائے ہم لوگوں کے کبھی بھی کسی کم سن کی بیعت نہیں لی۔

۹. وروی ابویعلی عن ابی هریرة قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "خیر کم خیر کم لاهلی من بعدی (۱۰)

میرے بعد تم سب میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر ہے۔

۱۰. واخرج الحاکم و صححه عن ابی ذر رضی الله عنه قال وهو اخذ بباب الکعبة "من عرفنی فقد عرفنی، ومن انکرنی فانا ابوذر سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الا ان مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من قومه من رکبها نجا و من تخلف عنها غرق (۱۱)

حاکم نے اس حدیث کی روایت کی اور حضرت ابوذر غفاری سے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت ابوذر نے اس حال میں کہ وہ کعبہ کے دروازے کو پکڑے ہوئے تھے فرمایا جس نے مجھے پہچانا سو اس نے مجھے پہچانا اور جس نے مجھے نہیں پہچانا وہ جان لے کہ میں ابوذر ہوں۔

میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔ سنو لوگو! بے شک تمہارے اندر میرے اہل بیت ایسے ہیں جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں ان کی کشتی جو اس میں سوار ہو گیا، نجات پا گیا اور جو پیچھے رہا غرق ہو گیا۔

۱۱. واخرج الطبرانی فی "الکبیر" عن ابن عباس رضی الله عنهما. ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال "کل سبب و نسب منقطع یوم القیامة الاسببی و نسبی"

طبرانی نے "الکبیر" میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر وسیلہ اور ہر رشتہ قیامت کے دن ٹوٹنے والا ہے۔ سوائے میرے وسیلہ اور میرے رشتہ کے۔ (۱۲)

۱۲. وعن ثوبان مولی رسول الله صلی الله علیه وسلم دعا لاهله، فذکر علیا و فاطمة و غیرهما، فقلت یا رسول الله و انا من اهل البیت، قال "نعم مالم تقم علی باب سدة اوتأتی امیرا تساله (۱۳)

ثوبان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر والوں کے لئے دعا فرمائی اس دعا میں آپ نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات کا بھی ذکر فرمایا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں بھی گھر والوں میں

سے ہوں (میرے لئے بھی دعا فرمائیے) آپ نے فرمایا۔ ہاں مگر اس شرط پر کہ تو اپنے دروازے پر چبوترہ نہیں بنا تا یا کسی امیر سے مانگنے نہیں جاتا۔

۱۳. وعن ابی جمیلة ان الحسن بن علی حین قتل علیؓ استخلف، فبینما هو یصلی بالناس اذ وثب الیه رجل فطعنه بخنجر فی ورکه فتمرض منها شهراً ثم قام فخطب علی المنبر فقال یا اهل العراق اتقوا الله فینا فانا امرائو کم وضیفانکم، و نحن اهل البیت الذین قال عزوجل :(انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا(۱۴) فمازال یومئذیتکلم حتی مانری فی المسجد الاباکیاً"(۱۵).

ابو جمیلہ سے روایت ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنائے گئے۔ دریں اثنا جبکہ آپ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ ایک شخص نے آپ پر حملہ کر کے آپ کے سرین مبارک میں خنجر گھونپ دیا۔ اس سے آپ تقریباً ایک مہینہ بیمار رہے۔ پھر آپ منبر پر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے عراقیو! ہمارے معاملہ میں اللہ سے ڈرو ہم تمہارے امیر اور تمہارے مہمان ہیں اور ہم وہ اہل بیت ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔ انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل لبیت ویطهرکم تطهیرا۔

اے اہل بیت اللہ تو تمہارے حق میں بس یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور کر دے اور تمہیں خوب ستھرا بنا دے اس دن سے لے کر ہمیشہ جب بھی آپ گفتگو فرماتے ہم مسجد میں آپ کو روتا ہوا دیکھتے۔

۱۴. واخرج الترمذی من حدیث انس قال :(کان رسول الله صلی الله علیه وسلم حین نزلت هذه الایة (انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت) یمربباب فاطمة اذا خرج للصلاة قریباً من ستة اشهر فیقول "الصلاة اهل البیت" انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهرکم تطیراً (۱۶)

ترمذی نے حضرت انس کی حدیث سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ آیت (انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت) نازل ہوئی تو تقریباً چھ ماہ جب بھی آپ نماز کے لئے نکلتے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے قریب سے گزرتے اور فرماتے اے گھر والو تم پر درود ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے بارے یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور کر دیں اور تمہیں خوب ستھرا بنا دیں۔

۱۵. وعن علی رضی الله عنه انه دخل علی النبی صلی الله علیه وسلم

وقد بسط شملة (۱۷) فجلس علیها ھو و علی و فاطمة و الحسن و الحسین ثم قال "اللھم ارض عنھم کما انا عنھم راض (۱۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے اپنی چادر مبارک بچھائی اس پر آپؐ حضرت علیؓ، فاطمہ اور حسن و حسین تشریف فرما ہوئے۔ پھر آپؐ نے ان کے لئے یوں دعا فرمائی۔ اے اللہ تو ان سے راضی ہو جا جیسا کہ میں ان سے راضی ہوں۔

۱۶. و عن ابی سعید الخذری. رضی اللہ عنہ. ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لفاطمة انی و ایاک و ھذا الراقد. یعنی علیا والحسن والحسین یوم القیامة لفی مکان واحد (۱۹)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ بے شک میں، تو اور یہ سونے والا یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسنؓ اور حسینؓ قیامت کے دن ایک جگہ میں ہوں گے۔

۱۷. واخرج احمد والترمذی عن علی رضی اللہ عنہ. ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال :من احب ھذین یعنی الحسن والحسین. واباھما، وامھا کان معی فی درجتی یوم القیامة (۲۰)

احمد اور ترمذی دونوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے ان دونوں یعنی حسینؓ اور حسنؓ اور ان دونوں کے باپ اور ان دونوں کی والدہ ماجدہ سے محبت رکھی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے ہی طبقہ میں ہوگا۔

۱۸. و عن زید بن ارقم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلیؓ و فاطمة و حسنؓ و حسینؓ انا حرب لمن حاربتم وسلم لمن سالمتم (۲۱)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنؓ و حسینؓ سے فرمایا۔ جو تم سے جنگ کرے۔ میری اس کے ساتھ جنگ ہے اور جو تمہارے ساتھ صلح کرے۔ میری بھی اس سے صلح ہے۔

اے اللہ ہمیں اپنی محبت، اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی محبت اور آپ کے پیارے اور پاک اہل بیت کی محبت عطا فرما اور ہمیں پہلوں اور پچھلوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے جھنڈے تلے ان کے ساتھ اٹھا اور ہمیں صالحین، انبیاء کرام علیہم السلام صدیقین، شہداء اور نیک لوگوں کی معیت میں جنت میں داخل فرما۔ اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جو

سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔

(السید والشریف)

(سردار اور وہ جو نبی کریم ﷺ کی نسل سے ہو)

لوگ اہل بیت کی نسل پر سید اور شریف کا اطلاق کرتے ہیں۔ میں نے بہت کوشش کی ہے کہ میں سادات اور اشراف کے درمیان جو حقیقی فرق پایا جاتا ہے اسے معلوم کروں۔

چنانچہ ان دونوں لقبوں کے معنی ومقصود کو پہچاننے کے لئے ہم لغت میں ان کے اصل استعمال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

السید = لسان العرب میں یوں آیا ہے کہ لفظ "السید" کا اطلاق کارکن، صاحب عمل، صاحب ملک باعزت، فاضل (صاحب فضیلت) صاحب کرم بردبار، قوم کی تکلیف پر صبر کرنے والے، خاوند، رئیس اور سبقت لے جانے والے شخص پر ہوتا ہے۔ ابن شمیل کہتے ہیں۔ سید وہ ہوتا ہے جو دوسروں پر عقل، مال، نفع رسانی اور حمایت ومدافعت کے لحاظ سے فوقیت رکھتا ہو، ادائیگی حقوق کی خاطر مال عطا کرنے والا ہو، بہ نفس نفیس دوسروں کا معین ومددگار ہو۔ ایسا شخص سید (سردار) کہلاتا ہے۔

عکرمہ نے کہا۔ سید وہ ہوتا ہے جسے اس کا غصہ مغلوب نہ کر سکے۔ قتادہ نے کہا۔ سید وہ شخص ہوتا ہے جو عابد و متقی اور بردبار ہو۔ ابو خیرہ نے کہا۔ سید کو سید اس لئے کہا گیا کہ وہ لوگوں پر سیادت و حکومت کرتا ہے یعنی ان سب سے بڑا ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ سید کون ہے؟ فرمایا یوسف بن یعقوب ابن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام سید ہیں۔ صحابہ نے عرض کی۔ آپ کی امت میں سید کون ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہو اور اسے جود وسخا سے بھی حصہ ملا ہو۔ وہ اپنے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور لوگوں سے شکایت نہ کرے۔ حدیث میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ تمام بنی آدم سید ہیں۔ ایک مرد اپنے گھر والوں کا سید (سردار) ہوا کرتا ہے اور عورت اپنے گھر والوں کی سیدہ (ملکہ) ہوتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جناب ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑی جماعتوں کے درمیان فیصلہ کروائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سید اور حصور (عورتوں سے اجتناب کرنے والا) کہہ کر پکارا ہے، غالباً اس سے مراد (اللہ بہتر جانتے ہیں) وہ شخص ہے جو عفت و پاکیزگی اور گناہوں سے اجتناب کے لحاظ سے دوسروں پر فوقیت رکھتا ہو۔ حدیث میں ہے، میں اولاد آدم کا سردار

ہوں۔فخر نہیں، جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزاد کروایا تو بعض صحابہ کی زبان پر یہ کلمہ جاری ہو گیا ''ابو بکر سیدنا، واعتق سیدنا''۔
ابو بکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار کو آزاد کروایا ہے اور آپؐ نے انصار کو حکم دیا۔ ''قوموالسیدکم'' (۲۲) اپنے سردار کے لئے تعظیماً کھڑے ہو جاؤ یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ اوس کے سردار کے لئے اور یہ حقیقت ہے کہ انصار میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیثیت ایسے ہی تھی جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہاجرین میں۔

(الشریف) ابن منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں۔

الشرف. الحسب بالا باء، شرف يشرف شرفاً و شرفه شرفة و شرفة فهو شريف والجمع اشراف. والشرف والمجد لا يكونان الا بالاباء و يقال رجل شريف ورجل ماجدله آباء متقدمون فى الشرف قال والحسب والكرم يكونان، وان لم يكن آباء لهم شرف. (۲۳) لغت میں آباؤاجداد کے مفاخر گنوانے کو کہتے ہیں، اور جسے خاندانی برتری حاصل ہو وہ شریف کہلاتا ہے۔اس کی جمع اشراف آتی ہے۔ شرافت و بزرگی ملتی ہی آباؤاجداد کے صدقے سے ہے اور جس شخص کو مجد و شرافت حاصل ہو ایسے شخص کو عربی میں رجل شریف اور رجل ماجد (۲۴) کہہ کر پکارا جاتا ہے۔یہ وہ شخص ہوتا ہے جس کے آباؤاجداد کو عزت و شرافت میں سبقت حاصل ہو۔ابن منظور نے کہا کہ اگرچہ اس شخص کے ایسے آباؤاجداد نہ بھی ہوں جنہیں عز و شرف حاصل تھا تو بھی علو منزلت اور کرامت اسے حاصل ہو سکتی ہے۔القاموس المحیط کے مصنف کہتے ہیں۔

الشرف (محركة) (۲۵) بلندی، بلند مرتبہ اور بزرگی کو کہتے ہیں، اور یہ چیز آباؤاجداد اور بلندی حسب و نسب کی ذریعے ہی حاصل ہوتی ہے۔

جہاں تک شریف کے لقب کا تعلق ہے، اس کا اطلاق قرون اولیٰ (اسلام کے اول زمانوں) میں ہاشمیوں پر بطور اسم علم کے کیا جاتا تھا۔چنانچہ پہلے ہاشمی جنہیں شریف کے لقب سے یاد کیا گیا اور جنہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ شریف رضی اور ان کے بھائی مرتضیٰ رحمہما اللہ تھے۔ اس صفت کے ساتھ ہاشمیوں کو موصوف کرنے کے سلسلہ میں مختلف اسلامی ممالک کا مختلف طرز عمل رہا۔عراق والے سوائے بنی عباس کے اور کسی کو شریف کہہ کر نہیں پکارتے تھے۔مگر اہل شام اور دیگر لوگ مثلاً اہل مصر یہ لقب اسی کو دیتے جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہوتا، بلکہ وہ یہ نام اس کا رکھتے تھے جو حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ کی نسل سے ہوتا۔جہاں تک حجاز کا تعلق ہے اس کا معاملہ کچھ اور تھا وہ اس نام کا اطلاق صرف۔اس شخص پر

کرتے تھے جو حسنی و حسینی ہونے کے ساتھ ساتھ حاکم مکہ بھی ہوتا۔ اسے شریف مکہ بھی کہا جاتا تھا۔ مگر ان میں سے جو والی مکہ نہ ہوتا اس کو صرف سید کہا جاتا۔ میں نے اشراف کی بہت ساری قدیم دستاویزات دیکھی ہیں۔ جن میں ان حضرات میں سے بجز امرائے مکہ کے کسی کو شریف کی صفت سے متصف نہیں کیا گیا۔ ملحقہ عنوانات اور دستاویزات جو میں نے دیکھی ہیں۔ اگر ان کا مالک امرائے مکہ میں سے نہ ہوتا تو ان کے بارے میں یوں لکھا ہوتا۔ ''حفر السید فلاں بن السید فلاں' فلاں سید کا فلاں بیٹا فوت ہو گیا ہے' مگر اشراف میں سے ان لوگوں کی کثرت کے باعث جو والیان مکہ ہوتے' نیز حجاز میں اشراف کے بہت سارے قبائل کے اس جد اعلیٰ کی طرف منسوب ہونے کے سبب جس کے ہاتھوں میں مکہ معظّمہ کی زمام کار رہی۔ یہ لقب بطور اسم علم ان کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔

حجاز کے سارے کے سارے اشراف حسنی حسینی ہیں۔ مذکورہ بالا وضاحت سے یہ بات ہم سمجھ گئے ہیں کہ شرافت و سیادت کا مطلب برتری' امتیاز اور معنوی و مادی بلندی ہے' مگر ایک بات ہے کہ وہ ''السید'' کا لقب ہر اس شخص کے لئے استعمال کرتے ہین جسے فوقیت و برتری حاصل ہوتی' مگر ''الشریف'' کا لفظ صرف اس کے لئے مخصوص کرتے ہیں جو اپنے آباء کے تفوق اور ان کی برتری کا وارث ہوا' لیکن اپنے اس زمانہ میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ ''السید'' کا لقب صرف اولاد حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے استعمال کرتے ہیں اور ''الشریف'' کا لقب اولاد حسن رضی اللہ تعالیٰ کے لئے۔ غالباً ایسے کرنے میں وہ اسباب کو مدنظر رکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے والد گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد بطور خلیفہ بیعت کی گئی' مگر اس کے برعکس حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ایسی کوئی بیعت وجود میں نہیں آئی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ ''الشریف'' کا لقب ہر اس شخص کو دیتے ہیں جو اہل بیت اور ان کی اولاد میں سے حاکم وقت رہا ہو اور ''السید'' کا لقب اس کے بھائی' اس کے چچازاد بھائیوں اور اس کی اولاد کے لئے استعمال کرتے ہیں' کچھ ایسے لوگ بھی ہیں' جو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کو ''السید'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں کیونکہ ان کے والد ماجد کے حق میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے۔ ان ابنی ھذا سید (۲۶) (میرا یہ بیٹا سردار ہے) اور یہ پہلے بیان کے برعکس ہے۔

مگر بہت سارے اسلامی ممالک میں ان دونوں لقبوں کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا وہ ان دونوں یا ان میں سے کسی ایک کا بھی اطلاق ہر اس شخص پر کرتے ہیں جو اہل بیت کی نسل سے ہو۔ خواہ حسنی ہو یا حسینی' ہم دیکھتے ہیں کہ محققین کے درمیان یہ بحث اکثر جاری رہتی ہے

کہ اہل بیت کی بیٹیوں کی اولاد اور بیٹے جنہیں یہ نسبت حاصل ہے کیا وہ بھی ان حضرات میں سے ان کے مردوں کی اولاد کی طرح سید اور اشراف ہیں یا نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ سارے کے سارے اشراف ہیں اور اہل بیت میں سے ہیں' اور اس بارے میں ہمارا قول یہ ہے۔"ابن اخت القوم منهم" (۲۷) (قوم کی بہن کا بیٹا انہیں میں سے ہوا کرتا ہے)۔

اس بارے میں ہم سورۃ انعام کی آیت کریمہ سے دلیل پکڑتے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کے بارے میں یوں بیان کرتی ہیں۔

"ومن ذرية داؤد و سليمان و ايوب و يوسف و موسىٰ و هارون و كذلك نجزى المحسنين و ذكريا و يحيى و عيسىٰ و الياس كل من الصالحين (۲۸)

اور اس کی اولاد میں سے داؤدؑ اور سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسفؑ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ اور ہم ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں۔

"هل هناک فرق بين السيد و الشريف (۲۹)

(کیا "السید" اور "الشریف" میں کوئی فرق ہے؟)

جبکہ لوگ بعض حضرات کے لئے "الشریف" اور کچھ دوسروں کے لئے "السید" کا لقب اختیار کرتے ہیں۔تو لغت میں ان دونوں الفاظ والقاب کی سابقہ وضاحت کے بعد میں کہتا ہوں کہ بے شک ان دونوں لقبوں کے درمیان لغوی فرق ان دونوں کو باہم پیوستہ کر دیتا ہے۔خواہ ہم سید کے لقب کے عام ہونے اور شریف کے لقب کے خاص ہونے کا اقرار ہی کیوں نہ کریں۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ سارے کے سارے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں اور آپ اولاد آدم کے سردار ہیں' یہ فخر نہیں' بلکہ حقیقت ہے۔آپؐ امت کے امام' اس کے قائد' اور اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں' اور آپ ﷺ کی ساری اولاد نے آپ ہی سے یہ شرف اور یہ سرداری ورثہ میں پائی ہے- آپؐ کے بعد کے زمانہ میں ان کا کوئی بادشاہ بھی اس درجہ تک نہیں پہنچ سکا کہ وہ اس کے باعث آپ کے ساتھ نسبت کا جو شرف ہے اس پر فوقیت کا دعویٰ کر سکے وہ شرف جس میں وہ سب مساوی ہیں خواہ وہ ان کے حاکم ہوں یا غیر حاکم' کیونکہ یہ شرافت تو شرافت نبوت ہے۔ ملک وحکومت کی شرافت کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔اب یہ بات واضح ہے کہ یہ شرف وکمال ایمان کا مرہون منت ہے' کیونکہ کفر کے ساتھ کوئی شرف نہیں۔سیادت وشرافت تو صرف اور صرف ایمان اور اطاعت رسول ہی سے

ملتی ہے۔ شرف نبوت اپنی حقیقت کے اعتبار سے شرف ایمان و جہاد ہے۔ محض آباؤ اجداد کی وجہ سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے کافر بیٹے' کی ان کے ساتھ پدری رشتہ کی نفی فرمادی اوران کے اہل بیت سے انہیں خارج قرار دے دیا' جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہے۔

یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح (۳۰)

اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں (یعنی ایک کافر ایک مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا)۔ جب بسبب کفر سب سے مال میں وراثت ختم ہو جاتی ہے تو پھر شرف اعلیٰ میں تو یہ بطریق اولیٰ ختم ہو جاتی ہے مگر وقوع معصیت کی صورت میں ہم اس شرف کی نفی نہیں کرتے کیونکہ توبہ کی امید تو ہے۔ بلکہ ایسے گناہ کے واقع ہونے پر بھی جو سزا وار حد شرعی ہے' جناب رسول کریم ﷺ نے اسلامی اخوت کے بقا کی خبر دی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس صحابی کی تعریف فرمائی۔ جس نے اس شخص کی مدد کی تھی۔ جس پر حد جاری کی گئی اور اس کے بارے میں فرمایا۔

لانہ رحم اخاہ المصاب (۳۱)

(بے شک اس نے اپنے مصیبت زدہ بھائی پر رحم کھایا) لہذا یہ شخص جس پر قطع کی حد جاری کی گئی تھی اسے اس صحابی کا بھائی قرار دیا جنہوں نے اس کی ہمدردی اور مدد کی تھی۔ اس ساری بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں السید اور الشریف (۳۲) میں کوئی فرق نہیں' اور وہ سب کچھ جو اس بارے میں منقول ہے وہ کسی حد تک فقط ایک عرف محدود ہے' عرف عام نہیں' ہر سید شریف ہے اور ہر شریف سید ہے۔

یہ بات جانی پہچانی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے کوئی مرد ان کا باپ نہیں مگر اس کے باوجود آیت کریمہ نے انہیں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے۔ بیٹیوں کے بیٹوں کے اپنی ماں کے جداعلیٰ کی طرف منسوب ہونے کی یہی دلیل ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سادات واشراف ہی وہ ہیں جو حضرت فاطمہ الزہرا اور سیدنا علی بن ابی طالب کریم اللہ وجہہ کی نسل سے ہیں۔ نسبی پہلو اور جناب سیدنا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نسبت رکھنے کے لحاظ سے ان دونوں لقبوں میں کوئی فرق نہیں۔

اور اطاعت حکم الٰہی "قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ (۳۳) فرما دیجئے۔ میں تم سے اور کوئی بدلہ نہیں مانگتا سوائے میرے رشتہ داروں کی محبت کے پیش نظر وہ سارے کے سارے ہماری عزت ہمارے احترام اور ہماری محبت کے لائق وحقدار ہیں۔ وہ

سارے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔ اب جو چیز لائق ذکر ہے وہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے معزز نواسوں حسن وحسین کی پاک اولاد بہت سارے اسلامی ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ جہاں کہیں بھی وہ پائے جاتے ہو۔ ان کا کوئی نہ کوئی بڑا ہوتا ہے جس کی طرف وہ اپنے تمام اہم معاملات میں رجوع کرتے ہیں۔ وہ عموماً علما اور فضلا میں سے ہوتا ہے۔ وہ نقیب الاشراف (۳۴) کے لقب سے ملقب ہوتا ہے وہی اہل بیت کی نسل سے پھوٹنے والے روشن و ظاہر و باہر۔ شجرہ نسب کی حفاظت کرتا ہے خواہ وہ اہل بیت اپنے جد امجد حضرت حسن کی طرف سے ہوں یا حضرت حسین کی طرف سے ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بعض اہل بیت دونوں حضرات حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ براہ راست تعلق نسبت رکھتے ہیں۔ بعض دفعہ ان کے ایسے القاب بھی ہوتے ہیں جو ان کے جد امجد جن کی طرف وہ منسوب ہیں کی مناسبت سے ہوتے ہیں۔ چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ کے نواسوں میں سے بعض اہل بیت نے بصرہ سے حجاز کی طرف اور بعد ازاں حضرموت کی طرف ہجرت کی۔ جہاں جزیرہ عرب کا مشرقی حصہ خوارج کے زیر تسلط اور قرامطہ کے زیر اثر تھا۔ حضرموت میں بعض اہل بیت ان بگڑے ہوئے مذاہب کی تردید اور صحیح و خالص اسلام کی طرف لوگوں کو واپس لانے کے لئے میدان عمل میں آ گئے۔ انہوں نے شافعی مسلک کی اشاعت کی۔ اس کام میں انہیں بڑی تائید حاصل ہوئی بڑے بڑے معرکوں میں گھسے جو کامیاب رہے۔ حتیٰ کہ ان کی کوششوں سے دین صحیح سے منحرف بہت سارے لوگ بھی تائب ہو گئے اور صراط مستقیم کی طرف واپس لوٹ آئے اور انہوں نے بدعتی اور کینہ ور لوگوں کا خاتمہ کر دیا۔ پھر کچھ زیادہ دیر نہ گزری کہ اہل بیت میں سے بعض حضرات نے تجارت اور دعوت الی اللہ کی غرض سے جانب ہند بحری سفر اختیار کیا۔ وہاں پہنچ کر انہیں بہت بڑی کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ بعد ازاں ان میں سے بعض نے مذکورہ بالا مقصد کے پیش نظر بحر چین کے جزائر ارخبیل کی طرف ہجرت کی۔ ان میں سے بعض دیگر تو براہ راست رسالت اسلامیہ کا علم ہاتھ میں تھامے ان جزائر کی طرف آئے اور یہاں دعوت پھیلانے کا کام شروع کیا تو انہیں بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ بعض نے ان جزائر میں امراء وملوک سے رشتہ داریاں کر لیں، جس کے نتیجہ میں اسلامی حکومتوں کی بنیاد پڑی اور وہ لوگ مع ان باشندوں کے دعوت دین کے کام میں لگ گئے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے خاص قسم کی کشتیاں بنائی ہوئی تھیں جو ان جزائر کی طرف جو ہزاروں کی تعداد میں تھے انہیں لے جایا کرتی تھیں۔ ایسے ہی اسلام جزائر مالیزیا' انڈونیشیا' فلپائن' ملایا' جاوا' سماٹرا وغیرہ میں پھیلا۔ پھر ان مبلغین میں سے بعض حضرات نے اسلام پھیلانے کی غرض سے چین کے میدانی علاقہ میں مستقل قیام کیا تو ان کی

کوششوں سے اسلام برما، تھائی لینڈ، کمبوڈیا اور دیگر بہت سارے ملحقہ علاقوں میں پہنچ گیا۔ اب مہاجرین اھل بیت نے جب ان علاقوں کے اصلی باشندوں کے ساتھ ان کے اجتماعی روابط و تعلقات مضبوط ہو گئے اور ان کے ساتھ ان کی دینی و دنیوی مصلحتیں وابستہ ہو گئیں تو ان دور افتادہ علاقوں میں رہن سہن اختیار کر لیا، مگر اس سب کچھ کے باوجود اس وقت سے لے کر آج تک وہ اس خاندانی رشتہ کا جو انہیں اہل بیت سے پیوستہ کرتا ہے اور اعلیٰ و ارفع اخلاق اور عمدہ عادات و خصائل جو انہیں ورثہ میں ملیں، بہت پاس رکھتے ہیں اور یہی حال ہندوستان، پاکستان اور تمام اسلامی ملکوں میں ہے۔ اہل بیت کی یہ جنوب مشرقی ایشیاء کی طرف ہجرت صرف ہندوستان، براعظم چین، اور جزائر ارخبیل تک ہی محدود نہ رہی، بلکہ بعض نے تو افریقہ کے جنوب مشرقی ساحلی علاقہ کی طرف جانے کے لئے بحری سفر اختیار کیا۔ جب ادارستہ جو اہل بیت کی طرف منسوب تھے۔ شمالی افریقہ میں ظلم و بربریت کا نشانہ بنے تو بہت سارے اہل بیت اپنی جان بچانے کی خاطر ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ کچھ ان میں سے وسطی، جنوبی اور مغربی افریقہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس لئے ہمارے لئے اہل بیت کی طرف منسوب چند لوگوں کا براعظم سودا میں پایا جانا، اچنبے کی بات نہیں، یہ ایک مستند تاریخی حقیقت ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔

"الناس موتمنون علی انسالھم". (۳۵)

"لوگ اپنے نسبوں پر امین بنائے گئے ہیں۔"

مگر یہ بات احتیاط اور تحقیق و تفتیش سے مانع نہیں کیونکہ بعض لوگ اس شجرہ نسب اور دیگر شجرہ ہائے نسب کا ناحق دعویٰ رکھتے ہیں۔ اب اگر اس مبارک اور پاکیزہ نسب کے دعویدار کی صحت دعویٰ پر کسی کو شبہ ہو تو اس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس سے اس دعویٰ پر ثبوت طلب کرے۔

حواشی

۱۔ البخاری حدیث ۳۷۱۳، ۳۷۵۱ فضائل الصحابہ باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد ہوئی ہے فتح الباری ۷/۸۷

۲۔ امام بخاری نے حدیث نمبر ۳۴۱۲ کو فضائل الصحابۃ کے باب "مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں روایت کیا ہے۔ فتح الباری ۷/۸۷

۳۔ یہ حدیث پہلے روایت کی جا چکی ہے۔

۴۔ امام ترمذی نے مناقب میں باب (فی مناقب اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اس طریق سے ہم اس کو پہچانتے ہیں۔ ۵/۶۶۴ اور امام حاکم نے اس کو المستدرک ۳/۱۵۰ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں۔ امام بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔ امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

۵۔ الہیثمی اس حدیث کو مجمع الزوائد ۹/ ۱۷۳ میں لائے ہیں اور انہوں نے کہا کہ امام طبرانی نے اس کو ''الاوسط'' اور ''الکبیر'' میں روایت کیا ہے اور ان دونوں کے رجال صحیح والے رجال ہیں سوائے حسن بن سہیل کے حالانکہ وہ ثقہ ہے۔

6۔ مسند احمد ۵/ ۱۸۲ اور الہیثمی نے ''المجمع'' ۹/ ۱۶۲ میں کہا کہ اس کو امام احمد نے روایت کیا اور ان کے اسناد عمدہ ہیں۔

۷۔ المستدرک ۳/ ۱۵۰ اور کہا کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور ان دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔ امام ذہبی اس سے خاموش ہے۔

۸۔ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حاکم نے مستدرک میں کہا کہ اس حدیث کو امام محمد بن اسماعیل البخاری نے موسیٰ بن اسماعیل کی روایت سے اپنی ''الجامع الصحیح'' میں حرف بہ حرف ان کے اسناد اور الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور بخاری کی روایت اس طرح ہے۔ ''کہو ''اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علیٰ آل ابراھیم انکم حمید مجید اللھم بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم انک حمید مجید''۔

۹۔ یبقلو ابقل وجہ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی کی ڈاڑھی پھوٹ آئے۔

۱۰۔ الہیثمی اس حدیث کو مجمع الزوائد ۹/ ۱۷۴ میں لائے ہیں اور کہا کہ اس کو ابویعلی نے روایت کیا ہے اور ان کے رجال ثقہ ہیں۔

۱۱۔ المستدرک ۳/ ۱۵۰۔ ۱۵۱ اور ذھبی نے کہا کہ مفضل کمزور ہیں' امام حاکم نے بھی اس حدیث کی روایت ہے۔ ۲/ ۳۴۳ اور مسلم کی شرط پر اسے صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے اس قول کے ساتھ اس کا پیچھا کیا ہے۔ مفضل خرج له الترمذی وقد ضعفوہ۔ ترمذی نے مفضل سے روایت کی ہے۔ محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور ان کے لئے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے شاہد ہے۔ ابونعیم نے اس کو الحلیۃ میں روایت کیا ہے۔ (۸: ۳۰۶) اور ان کے اسناد میں الحسن بن ابی جعفر ہیں اور حضرت عبداللہ بن زبیر کی روایت سے بھی شاہد موجود ہے۔ اس کو مجمع الزوائد میں ذکر کیا ہے۔ ۹/ ۱۶۸ ھ اور البراز کی طرف اس کی نسبت کی ہے۔

۱۲۔ الطبرانی نے ''الکبیر'' ۳/ ۳۶ میں اسناد کے ساتھ اس حدیث نمبر ۲۶۳۳' کی روایت کی ہے۔ ان کے رجال ثقہ ہیں اور عبدالرزاق نے اپنی ''مصنف'' (۱۰۳۵۴) میں مجمع الزوائد ۲۶۲۵ الزوائد ۹/ ۱۷۳ میں دیکھیے۔

۱۳۔ امام طبرانی نے ''الاوسط'' میں اسناد کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے ان کے رجال ثقہ ہیں' اور الہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' ۹/ ۱۷۳ میں اس کی روایت کی ہے۔ طبرانی نے الکبیر میں اسناد کے ساتھ اس کی روایت کی ہے۔ اس کے رجال ثقہ ہیں اور الہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' ۹/ ۱۷۲ میں اسے روایت کیا ہے۔

۱۴۔ ترمذی باب السفیر میں سورۃ الاحزاب کی تفسیر کے دوران اس حدیث کو لائے ہیں اور اسے حسن کہا ہے۔ ۹/ ۱۶۸ اس کی تفسیر فتح القدیر ۷/ ۲۷۸ میں دیکھیے۔

۱۵۔ شملہ۔ چادر جس میں لپٹا جاتا ہے۔

۱۶۔ اس حدیث کو طبرانی نے اسناد کے ساتھ ''الاوسط'' میں روایت کیا ہے اس کے رجال ''الصحیح'' والے رجال ہیں۔ سوائے عبید بن طفیل کے اور وہ ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ۹/ ۱۶۹

۱۷۔ حاکم نے ''مستدرک'' ۳/ ۱۳۷ میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ امام ذہبی نے اس سے موافقت کی ہے اور یہ حدیث ''کنز العمال'' میں ۳۴۱۷۲ نمبر کے تحت ہے۔

۱۸۔ امام احمد نے اس کو مسند ۱/ ۱۷ میں روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے ''تحفۃ'' ۱۰/ ۲۳۷ میں ''مناقب علی بن ابی طالب میں اس کو لائے ہیں اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اس کو جعفر بن محمد کی حدیث سے صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔

۱۹۔ اس حدیث کو احمد' امام ترمذی' ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور امام احمد اور ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس کی روایت (السیدۃ فاطمۃ الزہرا) کی فصل میں دیکھئے۔

۲۰۔ الانعام ۸۴۔ ۸۵۔ ۲۱۔ ھود ۸: ۴۶

کیا اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے لئے صدقہ حلال ہے

صدقہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک فرضی صدقہ جسے زکوٰۃ کا نام دیا جاتا ہے اور دوسرا نفلی صدقہ۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ خذمن اموالھم صدقة تطھرھم و تزکیھم بھا (۱)
اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ وصول کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو۔
مفسرین حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد زکوٰۃ یعنی فرضی صدقہ ہے۔ اس میں کچھ اختلاف نہیں کہ صدقہ کی مذکورہ بالا دونوں قسمیں جناب رسول کریم ﷺ کے لئے حلال نہیں تھیں۔

روی الامام مسلم بسنده عن ابی هريره قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :انی لا نقلب الی اهلی فاجدالتمرة ساقطة علی فراش ثم ارفعها لا کلهاثم اخشی ان تکون صدقة یعنی صلی الله علیه وسلم من یده (۲)

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاتا ہوں۔ وہاں کھجور کا ایک دانہ اپنے بستر پر پڑا ہوا پاتا ہوں۔ اسے کھانے کے ارادہ سے اٹھالیتا ہوں، مگر اس خوف سے کہ کہیں یہ صدقہ کے مال سے نہ ہو پھینک دیتا ہوں) یعنی حضور ﷺ اسے اپنے ہاتھ مبارک سے پھینک دیتے تھے)۔

صدقہ فرض یعنی زکوٰۃ جیسا کہ آپ پر حرام ہے۔ ایسے ہی آپ کی آل پر بھی حرام ہے۔

سمع ابن زياد ابوهريرة يقول :اخذ الحسن بن علی تمرة من تمر الصدقة فجعلها فی فيه، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم کخ کخ (بالفتح و سکون الخاء و یجوز کسر الکاف مع تنوين الخاء) ارم بها اماعلمت انا لانا کل الصدقة (۳)

ابن زیاد نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کخ کخ" اسے پھینک دیجئے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے، مگر نفلی صدقہ کے اہل بیت پر حرام ہونے یا نہ ہونے کے سلسلہ میں فقہا میں اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے اس سلسلے میں دو قول ہیں۔ ان دونوں میں سے صحیح ترین وہ ہے جو اس صدقہ کو بھی ان کے لئے حرام گردانتا ہے۔

صدقہ یازکوۃ کی اہل بیت الطاہرین پر حرمت کے سبب کی وضاحت جناب سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے خود ایک طویل حدیث میں فرمائی ہے۔ ہم اس میں سے صرف آپ کا یہ قول لیتے ہیں۔

ان الصدقة لا تنبغی لال محمد' انما هی اوساخ الناس". (۴)

بے شک صدقہ آل محمد ﷺ کیلئے مناسب نہیں۔ یہ تو لوگوں کی محض میل کچیل ہے۔ اس حدیث مذکورہ بالا کی شرح میں امام نووی یوں فرماتے ہیں۔ **و معنی اوساخ الناس انها تطهير لاموالهم و نفوسهم.**

اساخ الناس کا معنی لوگوں کے اموال اور ان کے نفوس کو پاک کرنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزكيهم بها** وہ ان کی میل کچیل کے دھوون کی طرح ہیں۔ اس آیت میں اہل بیت کی پاکیزگی و نظافت' ان کے بلند مرتبہ ہونے اور ان کی طہارت کا بیان مقصود ہے۔ اسی سبب سے یہ حضرات نہ تو جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں اور نہ ہی بعد میں صدقات میں سے کچھ لیتے تھے۔ بلکہ اموال غنیمت کے پانچویں حصہ میں سے اپنا حصہ وصول کرتے تھے۔ اسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ سورۃ انفال میں یوں فرماتے ہیں۔

"واعلموا انما غنمتم من شئی فان لله خمسه وللرسول ولذی القربیٰ الاية (۵)

اللہ تعالیٰ کے قول **"للرسول"** کی تفسیر مفسرین نے یہ کی ہے کہ خمس میں سے ایک حصہ جناب رسول کریم ﷺ اور آپؐ کے رشتہ داروں کو دیا جائے گا اور وہ بنی ہاشم ہیں' بعض آئمہ نے جن کے سرخیل حضرت امام شافعیؒ ہیں۔ بنی عبدالمطلب کو بھی ان رشتہ داروں میں شمار کیا ہے' جن کی طرف آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے' والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل اور یتیموں' مسکینوں اور مسافروں کے لئے اور سارے کے سارے اسی خمس میں شریک ہیں۔ اس خمس کے ذریعے سے جس میں اہل بیت مع دیگر لوگوں کے شریک تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے رشتہ دار اپنی حاجات کے برلانے' اپنی معاشی ضروریات پوری ہو جانے کی وجہ سے زکوۃ وصدقات سے مستغنی تھے۔ دولت مندوں میں سے نیک اور بہتر لوگ جناب رسول اللہؐ کے ساتھ ان کی رشتہ داری کے باعث اظہار محبت کے طور پر انہیں تحفے تحائف پیش کیا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ **تهادوتحابوا** (ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو تا کہ ایک دوسرے سے محبت کرنے لگ جاؤ) ہدیہ ان لوگوں کے لئے جائز ہے کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ ہدیہ کا مال کھاتے تھے۔ پھر زمانہ نے چکر کاٹا مسلمانوں کی شوکت وسطوت کمزور پڑ گئی۔ نہ اب ان کے لئے وہ سلسلہ فتوحات باقی رہا اور نہ ان

سے حاصل ہونے والا مال غنیمت نتیجتاً اہل بیت کو اس ذریعہ سے جو مالی امداد واعانت ملتی تھی وہ کمزور پڑ گئی، حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آیا کہ وہ بالکل ہی بند ہو گئی۔ کیونکہ اس کا سب سے بڑا ذریعہ مال غنیمت تھا۔ وہ اب ختم ہو گیا مگر دنیا میں ابھی تک کچھ نہ کچھ بھلائی اور نیکی موجود تھی۔ کچھ خوشحال اور دولت مند انہیں وظائف دے دیا کرتے تھے جن کی وجہ سے وہ لوگوں کے آگے دست سوال دراز کرنے سے کسی حد تک بے نیاز رہے۔ وہ انہیں نہ تو کسی شخص کا اور نہ ہی کسی طرح کا صدقہ حاصل کرنے کا محتاج ہونے دیتے تھے۔ مگر آج جو حال ہو گیا ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔

جب حالت ایسی ہے تو اب اہل بیت کیا کریں۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی امت مرحومہ ہے (اس پر رحم کیا گیا ہے) اور خیر اس سے کبھی بھی منقطع نہیں ہو گی، مگر ایسے اہل خیر کم ہو گئے ہیں جو اہل بیت کے حالات کی خبر رکھتے ان کی حاجات کو پورا کرتے، ان کی ضروریات پر لبیک کہتے اور ان کی عزتوں کا خیال رکھتے ہیں۔ لوگ تو اپنی دنیا میں محو ہو گئے (بجز ان کے جن پر تیرے رب کی رحمت ہے) حتیٰ کہ وہ اپنے عزیز واقارب سے بھی غافل ہو گئے چہ جائیکہ پڑوسی اور چہ جائیکہ اہل بیت، مگر دین آسان ہے، تکلیف (پابندی فرائض) میں استطاعت شرط ہے جیسا کہ اللہ کریم کا فرمان ہے۔ **لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا** اور فقہا کا قول ہے۔ **"الضرورات تبیح المعذورات"** ضرورتیں ممنوعات کو بھی مباح بنا دیتی ہیں۔ قحط والے سال میں سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹے جانے کی سزا مؤخر فرمادی تھی اور صحابہؓ جو اللہ کے پیغامات کو پہنچانے والے تھے، صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے، اور اس کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتے تھے ان سب نے اسی فیصلے پر اتفاق کیا۔ حتیٰ کہ ان حضرات میں سے ایک نے حضرت عمرؓ سے کہا **"واللہ ان اعوججت لنقومن اعوجاجک بسیوفنا"** بخدا اگر آپ راہ راست سے ہٹ گئے تو ہم اپنی تلواروں سے آپ کی اس کج روی کو ٹھیک کر دیں گے۔

اسلام کی اس مبنی بر حکمت قانون سازی کی روشنی میں جو ہمیشہ حالات کو پیش نظر رکھتی ہے، ان کا پورا پورا پاس رکھتی ہے اور خواہشات کے سامنے نہیں جھکتی بہت سارے بلند پایہ علماء نے حالات کے پیش نظر اہل بیت کے اغنیاء کو چھوڑتے ہوئے ان کے فقراء کے لئے زکوٰۃ کے حلال ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ علیش مالکی کی "شرح منح الجلیل علی مختصر خلیل" میں یوں آیا ہے۔

ومحل عدم اعطا بنی ھاشم اذا کانوا اغنیا او اعطو ما یکفیھم من بیت المال فان لم یعطوا شیاء منہ او اعطوا منہ مالا یکفھم واضرھم الفقر، فاعطائوھم افضل من اعطاء غیرھم، وان لم یصلوا الی اباحتہ اکل المیتۃ خلافا للباجی، صیانۃ لھم عن خدمۃ ذمی او ظالم او اکتساب حرام کمکس (٦)

بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ امیر ہوں یا بیت المال سے انہیں اتنا مال عطا کیا جائے جو ان کی ضروریات پوری کرے۔ اگر انہیں بیت المال سے کچھ نہ دیا جائے یا اتنا دیا جائے جو انہیں کفایت نہ کرتا ہو یا فقر کی سختی میں مبتلا ہوں تو اس صورت میں دوسروں کو دینے کی بجائے انہیں دینا افضل ہے۔ خواہ وہ اس حد تک نہ بھی پہنچیں جہاں مردار کھانے کی بھی اجازت ہوا کرتی ہے۔ اس میں باجی کا اختلاف ہے۔ یہ محض اس لئے ہے کہ تا کہ انہیں کسی ذمی یا ظلم کی خدمت گزاری یا حرام کمائی، مثلاً دلالی یا چنگی کی کمائی سے بچایا جا سکے۔ "جواهر الاکلیل علی مختصر خلیل" میں بھی ایسے ہی وارد ہوا ہے اس کی علت بھی یہی بیان کی گئی ہے کہ تا کہ انہیں اپنی بقا کے لئے گھٹیا امور کا ارتکاب نہ کرنا پڑے۔ خلیل کے قول یا دونوں قسم کے صدقات کے آپ اور آپ کی اولاد پر حرام ہونے کے سلسلہ میں صریح عبارت یوں ہے۔

"کہا فقط آپ کی اولاد یعنی بنی ہاشم پر دونوں صدقے حرام ہیں، خواہ ان میں سے بعض بعض کو دیں اور مستند بات یہ ہے کہ نفلی صدقہ آل رسول پر حرام نہیں ہے اور فرضی صدقہ کی یعنی زکوٰۃ وغیرہ کی حرمت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب مال میں سے انہیں اتنا دیا جائے جتنے کہ وہ مستحق ہیں، اگر ایسا نہ ہو تو پھر اگر وہ فقر و غربت کی تنگی میں مبتلا ہوں تو فرضی صدقہ ان کے لئے لینا جائز ہے خواہ اس درجہ تک نہ بھی پہنچیں جہاں مردار کھانا بھی جائز ہو جاتا ہے مگر اس کا یہ معنی نہیں کہ جو تحائف اور صدقات ان کو پہنچتے ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی رشتہ داری کے پیش نظر اور اس اکرام کی خاطر اور گمنامی پر ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ صدقات فی الحقیقت ان پر حرام ہیں مگر مذکورہ بالا شرط پر وہ سب لوگوں سے بڑھ کر ان کے حقدار ہیں اگر ان میں سے جو کام کرنے پر قادر ہو وہ کام کرے۔ اور محنت، مشقت اور کوشش کرنے کے بعد بھی اگر اس کو احتیاط ہو تو پھر ان کی اس ضرورت کو زکوٰۃ کے ذریعے سے پورا کیا جائے گا شرط یہ ہے کہ اس کے رشتہ داروں یا مخیر حضرات میں سے کوئی بھی اس ذمہ داری کا اٹھانے والا نہ ہو۔

اس سب کچھ کے باوجود مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اہل بیت کو مال زکوٰۃ اور مال حرام کھانے پر مجبور نہ کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کتاب عزیز میں فرمایا ہے۔ "قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی"، حضور ﷺ کے رشتہ کی محبت ایمان کی محبت کی طرح ہے ممکن ہے کوئی اس کا دعویٰ کرے۔ مگر سوائے عمل کے کوئی چیز اس کے دعویٰ کو سچا ثابت نہیں کر سکتی۔

اللہ تعالیٰ نے جب بھی "فالذین امنوا" فرمایا ہے تو اکثر اوقات اس کے بعد یہ بھی ذکر کیا ہے۔ وعملو الصالحات کیونکہ ایمان اس چیز کا نام ہے جو دل میں ثابت و راسخ ہو جائے اور جو دل میں جم جائے اس کا حال سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو معلوم نہیں۔ اس کی تصدیق صرف

اور صرف عمل سے ہی ہو سکتی ہے۔ وہ شخص جھوٹا ہے جو اہل بیت کی محبت کا دعویٰ تو رکھتا ہے مگر ان کی مدد کرنے‘ ان کے ساتھ احسان کرنے اور ان کے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے اپنی تمام تر کوششیں صرف کرنے سے پیچھے ہٹتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان میں سے صالح لوگوں کو بھی اپنی ذات‘ اپنی اولاد اور اپنے ہر پیارے سے پیارے پر ترجیح دینے سے کتراتا ہے‘ تو پھر اس شخص کے بارے تیرا کیا خیال ہے جو انہیں تکلیف دیتا ہو اور ان کے حقوق غصب کرتا ہو۔ اگر اہل بیت میں سے حاجت مندوں کا مال زکوٰۃ یا صدقہ کھانا گناہ ہے تو پھر یہ گناہ تو ان اغنیاء کے سر ہے جو اہل بیت کے حقوق ادا کرنے سے غافل ہیں‘ جن کو پورا کرنے کا قرآن کریم نے واضح انداز میں حکم دیا ہے‘ اور رسول کریم ﷺ نے بھی اپنی ثابت و صحیح احادیث میں اس کی طرف رغبت دلائی ہے۔

اس پس منظر کے تحت ہم اپنی رائے میں زکوٰۃ کو اہل بیت کے لئے مطلقاً مباح قرار نہیں دیتے۔ بلکہ جن قیود کا آپ مشاہدہ کر چکے ہیں‘ ان کے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے ان کے لئے اسے جائز گردانتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے **فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه** (۷) جو مجبور ہوا اس حال میں کہ وہ سرکشی کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔ اس پر کچھ گناہ نہیں۔

اور اس کا گناہ اس شخص پر لوٹتا ہے جس نے اسے صدقہ لینے پر مجبور کیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سچ فرماتے ہیں اور راہ راست ہی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

(ماذا تفعل اذا اساء الیک احد من آل البیت) (۸)

اگر اہل بیت میں سے کوئی تیرے ساتھ زیادتی کرے تو تیری جوابی کارروائی کیا ہو گی؟

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر اہل بیت کا کوئی فرد کسی ایسے دوسرے شخص پر جو اہل بیت کے زمرہ میں داخل نہیں ظلم کرے تو کیا اہل بیت کے ساتھ برتاؤ کے سلسلہ میں کوئی خاص آسمانی قوانین ہیں؟ بلاشبہ شریعت ایک ہے‘ تمام کے تمام لوگ اولاد آدمؑ سے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے بنے ہیں‘ تو لہٰذا وہ سارے کے سارے اللہ عزوجل کے سامنے برابر ہیں‘ اسی حقیقت کی ترجمانی اولاد آدم کے سردار صلوات اللہ علیہ وسلامہ نے فرما دی۔ جبکہ آپ نے اکابرین مخزوم سے فرمایا۔ **واللہ لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت یدھا** (۹)

.بخدا اگر فاطمہ دختر محمد ﷺ بھی چوری کرتیں تو میں ان کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ یہ ہے جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمانا‘ اور فاطمہ سے زیادہ کون حضور ؐ کا محبوب ہو سکتا ہے‘ اور فاطمۃ البتول الطاہرۃ المطہرہ سے بڑھ کر اور کون زیادہ قریبی اور قوی شخصیت ہو سکتی ہے اگر بفرض محال ان کا نسب اہل بیت سے نہ بھی ملتا تو پھر بھی کم از کم ان کی پاکبازی ان کا اخلاص‘ ان کا خلق اور ان کا

عمل صالح ان کو ان سے ضرور ملا دیتا۔ جیسا کہ سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے تقویٰ اور عمل صالح اور خلوص کی بنیاد پر آپ ؐ نے اہل بیت میں سے ہونے کا شرف بخشا، مگر اس سب کچھ کے باوجود آپ ؐ فرمار ہے ہیں۔ "لقطعت یدھا" حالانکہ وہ جگر گوشہ رسول ہیں۔ نماز کے بعد اپنے والد اعظم علیہ الصلاۃ والسلام کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔

مگر بے شک لوگ شریعت اسلامیہ میں محض تقویٰ کی بنیاد پر ایک دوسرے پر فضیلت لے جاتے ہیں، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے' ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم۔

جس نے تقویٰ میں خلل ڈالا اور حدود اللہ سے تجاوز کیا وہ قانون کی گرفت سے نہیں بچ سکتا خواہ اس کا مرتبہ' اس کا درجہ' اس کا حسب ونسب کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو' وہ خواہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کیوں نہ ہوں۔

اہل بیت باوجود اس کے کہ جناب رسول کریم ﷺ کے اکرام اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "قل لا اسئالکم علیه اجرا الا المودة فی القربی" (١٠) کی اطاعت گزاری کے پیش نظر اہل بیت کی موذت ومحبت ہم پر لازم ہے مگر اس سب کچھ کے باوجود سوائے ایمان وتقویٰ کے اور کوئی چیز بھی اہل بیت کا جناب رسول اللہ کے ساتھ تعلق ورشتہ قائم نہیں کر سکتی' جناب رسول اللہ ﷺ کا آپ کے چچا ابولہب سے بڑھ کر اور کون قریبی تھا۔ مگر کفر اور عداوت رسول کے باعث اس کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا' اسلام میں کوئی خاندانی عصبیت نہیں جس کی وجہ سے میزان عدالت میں خلل آئے اور نہ ہی "پدرم سلطان بود" والی بات ہے"، جس کی وجہ سے قانون انصاف متذبذب ہو جائے اور اس راستے پر چل پڑے جس راستے پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو چلانے کا ارادہ نہیں فرمایا۔ (جس نے زمین وآسمان حق کے ساتھ پیدا فرمائے ہیں' اور اپنے رسول ﷺ پر کتاب حق کے ساتھ نازل فرمائی' اور ہمیں حکم دیا کہ ان اقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان)

انصاف کے ساتھ ترازو قائم رکھیں اور تولنے میں کمی بیشی نہ کریں' اور ہمارے لئے واضح فرما دیا ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم "تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

جناب رسول کریم ﷺ نے ہر اس شخص کے لئے اس حقیقت کی وضاحت فرما دی ہے' جس کا بھی آپ ؐ کے ساتھ پاکیزہ خونی رشتہ ہے اور محض نسب پر بھروسہ کرنے سے انہیں خوب ڈرایا ہے۔ جیسا کہ "من ابطابه عمله لم یسرع به نسبه" جس کا عمل اس کو نجات دلوانے میں پیچھے رہ جائے اس کا نسب اس کی فوری بخشش کا سامان مہیا نہیں کر سکتا۔

و عن ابی هریرة رضی الله عنه قال :قال النبی صلی الله علیه وسلم حین نزل :(وانذر عشیر تک الاقربین) قال : یا معشر قریش او کلمة نحوها' اشتروا انفسکم لا اغنی عنکم من الله شیئا ویا فاطمة بنت محمد صلی الله علیه وسلم سلینی ماشئت من مالی لا اغنی عنک من الله شیئا (۱۱)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب یہ آیت کریمہ وانذر عشیر تک الاقربین (۱۲) نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔اے گروہ قریش یا اسی طرح کا کوئی اور کلمہ کہا اشتروا انفسکم لا اغنی عنکم من الله شیئا و یافاطمة بنت محمد سلینی ماشئت من مالی اغنی عنک من الله شیئا. (۱۳)

اپنی جانوں کو خرید لو (آزاد کرالو) میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔ اے فاطمہ بنت محمد ﷺ میرے مال سے جو چاہو مانگ لو۔ مگر میں اللہ کے مقابلے میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے قریش کو بلا بھیجا' وہ جمع ہوئے پہلے تو آپؐ نے بیک وقت سب کو پکارا پھر خاص خاص کا نام لیا' اور فرمایا۔ اے اولاد کعب بن لوی' اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ' اے بنی مرۃ بن کعب اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنی عبد شمس اپنی جانوں کو جہنم سے نجات دلاؤ' اے بنی ہاشم اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ' اے بنی عبدالمطلب اپنے آپ کو آتش جہنم سے بچاؤ' اے فاطمہ اپنی جان کو آگ سے بچاؤ' آزاد کراؤ۔ میرا اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تم پر کوئی اختیار نہیں۔ ہاں سنو! تمہاری میرے ساتھ رشتہ داری ہے میں اسے ایسے جوڑوں گا جیسے جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔ اور ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے ابلیس پر لعنت فرمائی اور اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ وہ اصل جس سے اس کی تخلیق ہوئی۔ یعنی آگ وہ اس اصل مٹی سے اعلیٰ واشرف ہے جس سے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا گیا۔ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ "آل محمد کل تقی" ہر پرہیز گار آدمی آل محمد ﷺ ہے۔ یہ اس لئے فرمایا کہ کہیں آپ ﷺ کی اولاد نسب کے دھوکے میں نہ پڑ جائے۔ ان کی اصل مٹی ہے' رشتہ داری پر تکیہ نہ کریں۔ کیونکہ حقیقی شرف اللہ تعالیٰ کے ہاں تقویٰ ہی ہے اور بس' یہی سبق جناب سیدنا حضرت محمد ﷺ نے اپنی آل اولاد اور اپنے اہل قرابت کو سکھایا ہے۔ وحی محفوظ بھی اسی کی تائید کر رہی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

یانوح انه لیس من آهلک انه عمل غیر صالح (۱۴)

اے نوح یہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حقیقی بنوت (بیٹا ہونا) کا مرجع عمل صالح کو قرار دیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور اپنے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا۔ "انی جاعلک للناس اماما".

میں تمہیں لوگوں کا مقتدا بنانے والا ہوں تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی "ومن ذریتی" اے اللہ اور میری اولاد میں بھی امام بنا، تو حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا لا ینال عھدی الظالمین (۱۵) میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی اولاد اور دیگر تمام لوگوں کی رہبری کے لئے اسی کو اساس بنایا۔ اولئک الذین ھدی اللہ' فبھد اھم اقتدہ (۱۶) یہ ہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم ان کی راہ پر چلو۔

مگر اس کے ساتھ ساتھ ایک اور نقطہ نظر بھی ہے جو کسی بھی چیز کو اس قانون عام سے مستثنیٰ ہرگز نہیں گردانتا بلکہ احسان اور مہربانی کرنے کو اپنے دائرہ کار میں شمار کرتا ہے اور طالب عدل و انصاف کا حق سلب نہیں کرتا۔

اور محاورتاً کہا جاتا ہے کہ ایک آنکھ کے لئے ہزاروں آنکھوں کی عزت کی جاتی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مثالیں بیان فرمائی ہیں تا کہ ہم ان معاملات میں جو اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے تعطل کا سبب نہیں بنتے اور اس کی مخلوق میں سے کسی کے لئے بھی خسارے کا موجب نہیں ہوتے۔ ان کے ساتھ احسان و شفقت اختیار کریں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ و کان ابو ھما صالحا فاراد ربک ان یبلغا اشدھما و یستخرج کنزھما ان دونوں کا باپ نیک آدمی تھا۔ ترے رب کی مشیت یہ ہوئی کہ وہ دونوں سن بلوغ کو پہنچ جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا صرف اور صرف اس لئے ارادہ فرمایا کہ ان دونوں کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔ (۱۷)

کہا گیا ہے (اور اللہ تعالیٰ ہی کو خوب معلوم ہے) کہ آیت کریمہ میں جس باپ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ مذکورہ بالا لڑکوں کا ساتواں دادا بنتا تھا" وہ فرماتا ہے جس کا فرمانے والا عزیز و قوی ہے۔ والذین آمنوا' واتبعتم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم (۱۸)

وہ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی اختیار کی ہم نے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیا۔ اور ایک قرآت کے مطابق ذریۃ ذریاتھم (صیغہ جمع کے) ساتھ آیا ہے۔

یہ اللہ عزوجل کی طرف سے اپنے بندوں پر انتہائی فضل وکرم کے طور پر ہے' حدیث میں آیا ہے۔ قال ابن عباس ان اللہ عزوجل یرفع ذریة المومن معه فی درجة فی الجنة وان کان لم یبلغها یعمله لتقربها عینه.

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ایک مومن کی اولاد کو جنت میں اسی درجہ تک پہنچا دیں گے جس درجہ میں ان کا باپ ہوگا تا کہ ان کی وجہ سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

خواہ اپنے عمل کے لحاظ سے وہ اس درجہ تک نہ بھی پہنچ سکتے ہوں۔ یہ محض مومن کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے (یعنی اس کے سرور کے لئے) کے لئے ہوگا تو اب اس میں کوئی اچنبے کی بات نہیں کہ یہ جو کہا جاتا ہے' ایک آنکھ کی خاطر ہزاروں آنکھوں کی عزت کرنا پرتی ہے یعنی ایک شخص کو خوش رکھنے کے لئے ہزاروں کو خوش رکھنا پڑتا ہے۔

مگر یہ اس وقت ہے کہ جب عزت وتکریم محض کرم الٰہی کا نتیجہ ہو اور اس سے کوئی حد الٰہی تعطل کا شکار نہ ہوتی ہو اور نہ ہی کسی دوسرے کے حق کے ضیاع کا باعث بنتی ہو' بلکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں احسان کا راستہ اپنانے کی ترغیب دلائی ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ وان تعفوا وتصفحوا و تغفروا فان اللہ غفور رحیم (۱۹) اگر معاف کردو' درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔

اہل بیان نے کہا کہ اس آیت میں اطناب ہے کیونکہ اگر تعفوا و تصفحوا و تغفروا. تین افعال کا ذکر کرنے کی بجائے صرف ایک فعل کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا تو بھی کافی رہتا مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں احسان کی طرف راغب کرنے اور اس پر برانگیختہ کرنے کے لئے ان افعال کو مکرراً ذکر فرمایا۔ وہ احسان خواہ کسی شخص کے ساتھ بھی ہو وہ کوئی بھی ہو اور کسی خاندان اور نسل سے تعلق رکھتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وآن تعفوا اقرب للتقویٰ' و لاتنسوا الفضل بینکم اگر معاف کردو تو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اپنے مابین مہربانی کرنے کو نہ بھولو اور یہ آیت کریمہ اگرچہ مطلقہ عورتوں کے ایک گروہ کے حق میں نازل ہوئی مگر جیسا کہ علم کے ماہرین کہتے ہیں کہ یہاں عموم لفظ کا اعتبار ہے نہ کہ خصوص سبب کا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فمن عفا واصلح فاجره علی اللہ بس جس نے معاف کردیا اور اصلاح کی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔

اس طرح بہت ساری دیگر آیات کریمہ اور احادیث شریفہ اس بارے وارد ہوئی ہیں اب سوچنے کا مقام یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ایک زیادتی کرنے والے کو عفو و درگزر سے کام لینے پر آمادہ فرماتے ہیں وہ خواہ کوئی بھی ہو تو پھر اہل بیت نبی ﷺ کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جو

آپ ﷺ کے رشتہ دار ہیں، آپ کے اہل خاندان ہیں، آپ کی اولاد ہیں۔ اگر سیدنا حضرت محمد ﷺ محض رسول ہی ہوتے اور آپ نے صرف وہی کردار ہی ادا کیا ہوتا جس کی ادائیگی ہر رسول سے مطلوب ہے تو پھر بھی ہم پر واجب تھا کہ ہم ہر اس شخص کی عزت وتکریم کرتے جو آپ سے متعلق ہوتا، خواہ جسمانی نسب کے لحاظ سے یا روحانی نسب کے ذریعے سے، اور یہ اس لئے کہ ہماری طرف پیغام رسالت پہنچانے کے سلسلے میں جن مشقتوں کا ان کو سامنا ہوا اور اس راہ میں جو جو تکالیف انہوں نے برداشت کیں۔ ان کا یہی تقاضا ہے مگر جناب رسول کریم ﷺ نے تو صرف پیغام رسالت کی ادائیگی پر ہی بس نہیں کی بلکہ آپ تو ایسے تھے جیسے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے حق میں فرماتے ہیں۔ عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رؤوف رحیم (۲۰) جو چیز تمہیں مشقت میں ڈالے وہ آپ پر بڑی گراں ہے، تم بڑا حرص رکھنے والے ہیں، مومنین کے ساتھ بہت ہی مہربانی کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں اور فرماتے ہیں۔ "النبی اولیٰ بالمومنین من انفسم" نبی کریم ﷺ مسلمانوں کی جانوں کی بنسبت ان کے زیادہ قریب ہیں ایک بار پھر یہ آیت اولیٰ بالمومنین من انفسھم (۲۰) پڑھیے اور سوچیے کہ کس حد تک اور کس درجہ تک ہمارے معاملات میں آپ کو دلچسپی ہے، یہ عنایت اور یہ دلچسپی اس درجہ تک پہنچی کہ آپ ﷺ ہماری اپنی جانوں سے بھی ہمارے زیادہ قریب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ ﷺ ہمارے آباؤ اجداد کی طرف سے یا ہماری اولاد یا ہماری اپنی طرف سے ہمارے زیادہ قریب ہیں۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ ﷺ۔

میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں مجھے بتائیے کہ تم اس شخص کے بیٹے کے ساتھ کیا سلوک کرو گے جس بیٹے نے تم پر ظلم کیا ہو یا تمہارے ساتھ زیادتی کی ہو مگر اس کے باپ کے تم پر بے بہا احسانات ہوں۔ کیا اس کے والد کے اپنے ساتھ احسانات آپ یاد نہیں کریں گے؟ کیا اپنے اوپر اس کی مہربانیوں کا تمہیں اندازہ نہیں ہوگا؟

کیا آپ اس کے ساتھ اس کا سا برتاؤ کریں گے جس نے آپ کے ساتھ برائی کی اور اس کے والد کے ساتھ تمہاری نہ تو پہلے سے کوئی جان پہچان ہے اور نہ اس کا تم پر کوئی پیشگی احسان ہے؟ پھر کیا ہوگا جبکہ اس کے باپ پر یہ بات بہت گراں ہو کہ تم محرومی کا شکار ہو یا تمہیں کوئی تکلیف پہنچے وہ تم پر بہت ہی شفیق اور تم پر بہت ہی رحم کرنے والا ہو۔ بلکہ کیا ہوگا جبکہ اس کا باپ اور اس کا دادا اپنی جان کی نسبت تیرے زیادہ قریب ہوں وہ تیرے نفع کے لئے اپنے آپ کو نقصان پہنچانا گوارا کر لیں۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

ومن اذا ریب الزمان صدعک شتت فیک شمله لیجمعک.

وہ وہ ہے کہ جب حوادثات زمانہ نے تجھے منتشر کر دیا تو اس نے تجھے جمع رکھنے کی خاطر اپنے اتحاد کی دھجیاں اڑا دیں اس شخص کے بیٹے، پوتے یا قریبی کے بارے تیرا طرز عمل کیا ہوگا جس نے تیرے ساتھ برائی کی یا تیرے حقوق میں سے کوئی حق مارا تجھے اس بات کی طاقت ضرور ہے کہ کسی بھی جائز طریقے سے تو اپنا حق اس سے وصول کرے یا پھر اپنا بدلہ اس سے لے لے، مگر ایسا کرنے کی صورت میں کیا تو اپنے آپ کو نیکی اور بھلائی کرنے والوں میں سے شمار کر سکتا ہے؟

ایسے ہی اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہم پر بہت بڑا حق ہے اور ان کے اس حق کی یہ عظمت ان کے جد امجد صلوات اللہ علیہ وسلامہ کے ہم پر عظیم حق رکھنے کے باعث ہے۔ اور آپ کا حق تو خواہ وہ کوئی بھی ہوادا نہیں کر سکتا، تو پھر تو اس کا حق کیسے چکا سکتا ہے جو تیری اپنی جان کے مقابلہ میں بھی تیرے زیادہ قریب ہو جس کا یہ حال ہو اس کا حق تو کس طرح ادا کر سکتا ہے مگر اس سب کچھ کے باوجود اس نے تو تجھ سے اپنے رشتہ داروں کی محبت سے زائد اور کچھ طلب نہیں کیا اور کیا ان کی رشہ داری کی محبت اس کا چیز نام ہے کہ ہم برائی کا بدلہ برائی سے دیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر کل قیامت کے دن کس طرح تو ان کو منہ دکھائے گا۔ حالانکہ کل تو ان کی شفاعت کا محتاج ہوگا اور انہوں نے خدا تعالیٰ کے حضور تیری شفاعت کرنی ہے مگر تیرا حال یہ ہے کہ تو ان کے نواسوں میں سے ان کے ایک نواسے کے ساتھ وفا بھی نہیں کر سکا اور پھر انہوں نے تجھ سے سوائے ان کی محبت کے کچھ اور طلب ہی نہیں کیا۔ اپنے اسلاف کو دیکھئے وہ اہل بیت کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ ابو الولید الباجی نے کہا، جس وقت منصور نے حج کیا تو جعفر بن سلیمان کو حضرت امام مالک سے بدلہ لینے پر مامور کیا اور انہیں بلا بھیجا تا کہ ان سے قصاص لیا جائے۔

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ بخدا جب بھی میرے بدن سے کوڑا اٹھتا (یعنی وہ کوڑا جن سے یہ جعفر بن سلمان ان کو مارتے تھے) تو میں اسی وقت اس کو اس سے بری قرار دے دیتا تھا اور یہ محض جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی رشتہ داری کے باعث تھا۔

الفردوسی نے کہا۔ جب حضرت امام مالک کو مارا گیا اور انہیں سخت تکلیف پہنچائی گئی تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ انہیں اٹھا لیا گیا۔ لوگ ان کے پاس ان کی تیمارداری کے لئے حاضر ہوئے تو جب انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا۔ اے لوگو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو معاف کر دیا۔ فردوسی نے کہا کہ دوسرے دن پھر ہم ان کی عیادت کو گئے تو وہ کچھ جو ہم نے ان سے پہلے دن سنا تھا انہیں بتا دیا اور انہیں کہا کہ آپ کو تکلیف پہنچائی گئی۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہوا کہ میں کل مر جاؤں اور جناب نبی کریم ﷺ سے میری ملاقات ہو تو آپ سے

مجھے شرم آئے گی کہ اگر میری وجہ سے آپ کے اہل بیت میں سے کوئی جہنم میں چلا جائے۔ جناب رسول ﷺ کی خاطر آپ ﷺ کے رشتہ داروں سے محبت ایسی ہونی چاہئے اور پھر عفو درگزر بھی ایسا ہو۔ اخلاق بھی ایسے بلند ہوں۔ ایمان ایسے عروج پر ہو اور مردانگی اس قدر کامل ہو۔ وگرنہ کوئی فائدہ نہیں۔

اور آخر میں ہم یہ کہیں گے کہ اہل بیت میں سے اگر کسی نے کسی کے ساتھ برائی کی ہو یا اس کے ساتھ غلط معاملہ کیا ہو یا کسی پر ظلم کیا ہو تو صاحب حق کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس سے اپنا حق مکمل طور پر وصول کرے مگر زیادتی ذرہ بھر نہ کرے۔ بلکہ اگر ہو سکے تو بہتر یہی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے اکرام کے پیش نظر اور اہل بیت کے حق میں جو آپ ﷺ کی وصیت ہے اس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس برائی کرنے والے کو معاف کر دے، ظلم سے دست کش ہو جائے اور اگر اس سے درگزر کرے تو خیر خواہی و درگزر بلاشبہ بڑے عمدہ اور اونچے پائے کے اخلاق ہیں، اسلام انہیں اپنانے کی تعلیم و تربیت دیتا ہے اور انہیں سے آراستہ ہو کر تمام لوگوں کے ساتھ برتنے کا حکم دیتا ہے۔ اہل بیت کے ساتھ تو ایسے اخلاق کا مظاہرہ بہت ہی اعلیٰ و اولیٰ ہے۔ بلکہ لازم ہے۔

جناب نبی ﷺ کی خیر خواہی اور آپ ﷺ کی عزت و اکرام کا راز اس میں پوشیدہ ہے کہ اہل بیت کا احترام کیا جائے ان کی بہتری پر حرص رکھا جائے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے، ان کی رہنمائی کی جائے، اس نسب کی عظمت و شرافت انہیں یاد دلائی جائے اور انہیں یہ باور کرایا جائے کہ اس نسب کی طرف منسوب ہونے کا تقاضا ہے کہ وہ عمدہ اخلاق اور لائق ستائش خصائص اور اپنے اندر اجاگر کریں۔ اور یہ سارا کچھ حکمت اور عمدہ طریق کے ساتھ وعظ و نصیحت کے ذریعے ہونا چاہئے، تاکہ یہ نصیحت قبول کرنے، تلافی تقصیر اور تصحیح خطا کا بہت بڑا سبب بن سکے۔ ان عمدہ خصائل کی ترغیب دلاتے ہوئے کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔ ''اگر تم ان جیسے نہیں ہو تو کوئی بات نہیں، کم از کم ان کی مشابہت تو اختیار کر لو بے شک اعلیٰ وارفع لوگوں کی مشابہت اختیار کرنا بھی ذریعہ قوت و فلاح ہے۔

حواشی

۱۔ التوبہ ۱۰۳

۲۔ رواہ الشیخان (اس حدیث کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے)

۳۔ الانفال ۴۱۔

۴۔ ج ۱ص ۳۷۰۔

۵۔ الشوریٰ ۲۳۔

٦۔ اس حدیث نمبر ٦٨٨٧ کو امام بخاری نے حدود میں' امام ترمذی نے ١٤٣٠ کے تحت اور ابوداؤد نے (نمبر ٤٣٧٣) اور نسائی (نمبر ٤١١) نے روایت کیا ہے۔

٧۔ الشوریٰ ٢٣۔

٨۔ الرحمٰن ٩۔

٩۔ الحجرات ١٣۔

١٠۔ الشعرا ٢١٤' الحجرات ١٣۔

١١۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

١٢۔ هود ٤٦' ٢: البقرہ ١٢٤۔

١٣۔ الانعام۔

١٤۔ الکہف/ ٨٢' ٢: الطور ٢١۔

١٥۔ التغابن ١٤'

١٦۔ البقرہ ٢٣٧۔

١٧۔ الشوری ٤٠۔

١٨۔ التوبہ ١٢٨۔

١٩۔ الاحزاب ٦۔

اہل بیت کی ذمہ داری

شرف اور ذمہ داری

اس میں کچھ شک نہیں کہ جس کو اس پاکیزہ اور اعلیٰ وارفع گھرانہ نبوی سے شرف نسبت حاصل ہے، جو ساری مخلوق کے سردار، تمام انبیاء ومرسلین میں سے اشرف اور تمام نبیوں میں سے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کا گھرانہ ہے، تو بلاشبہ اسے اعلیٰ وارفع شرف حاصل ہے۔ یقیناً وہ مرتبہ عظیمہ اور منزل عالی پانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس معزز ومکرم رشتہ کے ذریعے اس کی نسبت ایک ایسے اعلیٰ واشرف گھرانے سے ہو گئی ہے جس کی مثل زمین کبھی بھی اپنی ساری تاریخ میں نہیں پہچان سکی۔ یہ گھرانہ تو اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے بہتر ہستی اور اولاد آدم کے سردار (افضل الصلوٰۃ واتم التسلیم) کا گھرانہ ہے اور یہ وہ گھرانہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے لئے منارۂ نور رہے گا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ زمین اور جو کچھ اس پر ہے اس کے وارث نہ ہو جائیں (یعنی قیامت قائم ہو جائے) صرف اس دنیا میں ہی نہیں بلکہ قیامت کے میدانوں میں بھی یہ گھرانہ ان کے لئے مینارۂ نور ہوگا۔ جہاں حضور ﷺ (تعریف کا جھنڈا اٹھانے والے، شفاعت عظمیٰ، وسیلۃ (بلند مرتبہ) فضیلۃ (فضیلت) مقام محمود، (مقام شفاعت) اور خوشگوار وجانفزا حوض کے مالک ہوں گے جس پر اترنے اور آپ کے مبارک ہاتھوں سے اس کا پانی پینے کے ہم مالک ہوں گے جس پر اترنے اور آپ کے مبارک ہاتھوں سے اس کا پانی پینے کے ہم سب متمنی ہوں گے۔ ان شاء اللہ اس معزز گھرانے کی طرف منسوب ہونے کے کچھ نتائج اور کچھ ذمہ داریاں بھی ہیں جیسا کہ اس نسبت کے کچھ خصائص اور خوبیاں بھی ہیں، اب جبکہ ہم نے اس گھرانے کے خصائص اور خوبیوں کا ملاحظہ کر لیا، اور اس معزز ومکرم رشتہ کی جو شرافت وعظمت ہے اسے بھی جان لیا تو اس کے بعد ہمیں محبوب یہ ہے کہ ہم ایک ایسے شخص کی سی سوچ بچار کریں جو خیر خواہ بھی ہو اور امین بھی اور ایک عظیم وفا کا مظاہرہ کریں جو اس نسل پاک کے مقام ومرتبہ کے لائق ہے، تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ گھرانہ ایک عظیم ورثہ کا مالک ہے۔ نیز اس کی بھاری ذمہ داریاں بھی ہیں۔ ایک ضابطہ ہے کہ ہر مقام ومرتبہ، عزت افزائی اور شرافت میں ایک پابندی اور ذمہ داری بھی ہوتی ہے اور ہر نعمت کے لئے شکر واجب ہوتا ہے اور ہر صاحب توقیر کے لئے ایک جوابدہی اور ذمہ داری بھی ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ اسی ضابطہ کے تحت اس نسل پاک کی بھی چند اہم ترین ذمہ داریاں یہ ہیں۔ (اس نسب کی وجہ سے اپنے آپ کو معزز جاننا اور اس کی حفاظت کرنا) اس نسل پاک کی سب سے پہلی ذمہ داری ہے کہ ہر "شریف" کو جاننا چاہیے کہ اس نسب کے بارے اس سے سوال کیا

جائے گا اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس نسب میں وہ شخص ہرگز داخل نہ ہونے پائے جو واقعتاً حقیقتاً اس میں سے نہیں یہ بات بھی بڑی خطرناک ہے کہ کوئی ایسا شخص جس کے حصہ میں فی الحقیقت ایسا شرف نہیں آیا مگر جھوٹ موٹ اس نسب کا دعویٰ کرے یا اس کی طرف اپنی نسبت کرے۔ ایسے ہی یہ بھی بہت بڑی غلطی ہے کہ ''سیّد'' جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے خاندانی تعلق سے برأت کا اظہار کرے خواہ اس کا نفس اسے کتنے ہی عذر کیوں نہ سکھا دے اور یہ بھی صحیح نہیں کہ کوئی ایسا شخص جسے اللہ تعالیٰ نے اس خاندانی شرافت سے نوازا ہے کسی دنیوی مقصد کے پیش نظر اس سے دستبردار ہو جائے۔ وہ تو اس شخص کی مانند ہوگا جس نے حصول دنیا کی خاطر اپنا دین بیچ دیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ **لعن الله الداخل فينا بغير نسب والخارج منا بغير سبب** بغیر کسی نسبی رشتہ کے جو ہم میں داخل ہونے والا ہے اس پر بھی اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے اور جو بغیر کسی واسطہ کے ہم میں سے نکلتا ہے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔

۲۔ اہل بیت ہی نمونہ ہیں۔

اس نسل پاک کی ایک اور اہم ترین ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اس نبی ﷺ کو جو حرمت جلیلہ، شرف عظیم اور شہرت ابدی حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو عظمت نفس، پاکیزگی قلب عطا فرمائی ہے اور جس کی بدولت آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات اور آل پاک کی بڑے احسن طریقے سے رہنمائی کی۔ اور ان کی چادر تطہیر کی نگہداشت کی، اس کو پہچانے اور یہ محض اس لئے تھا یہ گھرانہ اعمال و اخلاق اور علم و ادب کے لحاظ سے روئے زمین کے تمام گھروں سے اعلیٰ و افضل ہو۔ ایسے ہی جناب رسول اللہ ﷺ تمام مسلمانوں کے لئے مبارک نمونہ ہیں، ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے اس پر اس کی اتباع واجب ہے اس کا اعلان قرآن کریم ان الفاظ میں کر رہا ہے۔

(لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنه لمن كان يرجو الله واليوم الاخرو ذكر الله كثيرا". (۱)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی زندگی آپ کے جہاد آپ کی عبادت، آپ کے زہد و تقویٰ آپ کے قیام و ذکر اور آپ کے خوف الٰہی، گریہ زاری اور آپ کے دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے کچھ احوال ہماری نظر سے گزرے۔ یہاں تک کہ ایک رات بہت دیر تک قیام کرنے کے باعث آپ کے قدم مبارک میں ورم آ گیا۔ حضرت عائشہؓ پوچھتی ہیں۔ **لم تصنع هذا يا رسول الله صلى الله عليه وسلم و قد غضر ما تقدم من ذنبك و ماتاخر.**

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ (بفرض محال اگر ہوں) معاف فرمادیئے ہیں۔ اس کا کیا ہی عمدہ جواب آپ دیتے ہیں۔ فرمایا۔ یہ تو درست ہے' افلا اکون عبداً شکوراً (۲) مگر کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کے باعث ہی دیکھئے کہ کس طرح آپ نے ازواج مطہرات کے اس مطالبے کو کہ ان پر نان ونفقہ کی وسعت کی جائے۔ ماننے سے انکار فرمادیا اور پھر کیسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ دونوں اور ان کے بعد والی آیات اتاریں۔ (وہ آیات جن میں ازواج مطہرات کو یوں اختیار دیا گیا) فرمایا۔ یاایھا النبی قل لا زواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا و زینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلة وان کنتن تردن اللہ و رسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعدللمحسانات منکن اجراً عظیما۔

اے غیب کی خبر دینے والے' اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زیب وزینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال و دولت دے کر اچھی طرح رخصت کردوں اور اگر اللہ اس کے رسول ﷺ اور آخرت کے گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکوکاروں کے لئے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

اور پھر کیسے اپنی محبوب اور معزز بیٹی کو قیدیوں میں سے ایک لونڈی دینے سے انکار کردیا جو روزمرہ کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتی اور اس سلسلہ میں جس مشکل کا ان کو سامنا تھا اس میں ان کی مددگار و معاون بنتی بلکہ اس کے بدلے آپ ﷺ نے ان کو یہ سکھایا کہ وہ روزانہ سونے سے قبل ۳۳ دفعہ سبحان اللہ' ۳۳ دفعہ الحمدللہ اور ۳۳ دفعہ اللہ اکبر پڑھ لیا کریں۔ (۳) جب وہ صبح نیند سے بیدار ہوں گی تو اپنے آپ کو چاک و چوبند اور تھکاوٹ سے مبرا پائیں گی۔ اسی پاک نسل کے فرائض میں سے پہلا فرض یہ بھی جاننا ہے کہ وہ اس معزز نمونہ زندگی کو اپنانے کے سب لوگوں سے زیادہ لائق وحق دار ہیں' بے شک یہ آپ ﷺ کا اسوہ ہے' آپ کی پاک ازواج کا اسوہ ہے' آپ کی معزز بیٹیوں جن کی سردار فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ان دونوں کی معزز اور بابرکت اولاد حسن' حسین' زینب اور ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اسوہ ہے اور پھر ان باقی حضرات کا اسوہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے' پوتے اور ان کے بعد آنے والی ان کی اولاد ہے۔ اسی سبب سے اہل بیت اپنے بیٹوں کی ایسی صحیح تربیت اور تعلیم کے ذمہ دار ہیں جو اس انداز سے انہیں اپنے معاملات نمٹانے کا ذمہ دار بنادے جو جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی نسبت کے لائق ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان سے کوئی غلطی سرزد ہی نہیں ہوتی یا کسی گناہ کا ان سے ارتکاب ہی نہیں ہوتا۔ آخر کار وہ بھی تو بشر ہیں اور دیگر انسانوں کی طرح

غلطی کا ان سے سرزد ہونا ممکن ہے، مگر یہ مناسب نہیں کہ وہ سرکشی میں پڑے رہیں یا اس قدر تساہل سے کام لیں کہ اس پاک نسل اور اس مبارک خانوادہ کے ساتھ زیادتی کر بیٹھیں۔

اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات سے بہ نسبت عام عورتوں کے زیادہ ذمہ داری اٹھوائی جبکہ انہیں ان الفاظ کے ساتھ خطاب فرمایا۔(یا نساء النبی من یات منکن بفاحشه مبینه یضاعف لها العذاب ضعفین و کان ذلک علی الله یسیرا) (۴)

اے نبی علیہ السلام کی بیبیو جو تم سے کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے۔اس کے لئے دوگنا عذاب ہوگا اور یہ بات اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔

اگر ازواج مطہرات کو آپ علیہ السلام کا حرم پاک ہونے کی خصوصیت حاصل نہ ہوتی تو انکی اتنی ذمہ داری بھی نہ ہوتی۔وحی تو ان کے آنگن میں اتر رہی تھی، وہ آپ کے ساتھ زندگی بسر کر رہی تھیں اور اس مثالی گھرانے اور اس مثالی نبی کی تمام ذمہ داریوں میں شریک تھیں۔کھانے، پینے، لباس، ذکر و فکر، خوف خدا، صیام و قیام، کثرت بکاء و گریہ زاری اور رب العالمین کے حضور آپ کے عجز و نیاز کے سلسلہ میں آپ کی زندگی کا جس طرح یہ مشاہدہ کر رہی تھیں اس میں دیگر خواتین ان کی شریک نہیں تھیں۔چنانچہ اسی ضمن میں ارشاد باری ہے۔ومن یقنت منکن لله و رسوله و تعمل صالحا نؤتها اجرها مرتین واعتدنا لها رزقا کریما یانساء النبی لستن کاحدمن النساء ان اتقیتن فلاتخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض و قلن قولا معروفا. وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولیٰ واقمن الصلوٰة واتین الزکاة واطعن الله و رسوله انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا (۵)

اور تم میں سے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کی فرمانبرداری کرے اسے ہم اس کا اجر دگنا دیں گے اور اس کے لئے ہم نے باعزت روزی تیار کر رکھی ہے۔اے نبی کی بیویو تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تقویٰ اختیار کرو تو نرم لہجہ سے بات نہ کرو۔کہیں وہ لالچ نہ کرے جس کے دل میں بیماری ہے اور اچھی بات کہو اور اپنے گھروں میں رہو اور پہلی جاہلیت کا سا بناؤ سنگار اختیار نہ کرو۔نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔اللہ تو بس یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی دور کر دے اور تمہیں خوب ستھرا کر دے۔اس میں کچھ شک نہیں کہ جناب رسول اللہ علیہ السلام کی ازواج کو ایک گونہ خصوصیت حاصل ہے جو مسلمانوں کی مائیں ہیں، پاکیزہ ہیں، فرمانبردار اور اطاعت گزار ہیں، سچی ہیں۔صبر کرنے والیاں ہیں اور خضوع و خشوع کرنے والیاں ہیں، جس طرح انہوں نے مشکلات پر صبر کیا، اس کی مثال ان کے زمانے کی عورتوں بلکہ تمام زمانوں کی عورتوں میں ملنی مشکل ہے۔کیونکہ وہ ایک مثال اور نمونہ ہیں

اوران پر عظیم ذمہ داری ڈالی گئی۔

جب ہم نے یہ جان لیا تو ہمیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس پاک نسل پر کونسی ذمہ داریاں ڈالی گئیں وہ جو رحم اور پاکیزہ خون کے بندھنوں میں بندھی ہوئی ہے۔ یہی پاکیزہ خون اس کی رگوں میں موجزن ہے۔ اس گھرانے کی نسل کے برگزیدہ لوگوں کو عظیم ذمہ داریاں سونپی گئیں اور انہیں وہ خوبیاں اور فضائل حاصل ہوئے جو زھد و تقویٰ، نیکی، قربانی اور جود وسخا، میں ان کے عظماء اور ان کی سادات کے بارے منقول ہیں۔ اس کی مثالیں اور نمونے ہم فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا و ارضاھا کی زندگی مبارکہ اور امام راشد و عابد خلیفہ زاھد حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زہرا ؓ سے ان کی اولاد امام حسن، امام حسین اور حضرت زینب ؓ کی زندگیوں میں دیکھ چکے ہیں، اس سلسلے میں خصوصی طور پر ہم امام حسن ؓ کے اس دن کے طرز عمل کا تذکرہ کرتے ہیں جس دن آپ مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے اور اپنے جد امجد حضرت محمد ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے جنہوں نے ان کے حق میں فرمایا تھا۔ ان ابنی ھذا سید و لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین)

بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔

جب ان کو اپنے جد امجد ﷺ کی یہ حدیث پہنچی تو انہوں نے اس پر عمل پیرا ہو کر آپ ﷺ کی امید کو پورا کر دکھایا اور ایک عرصہ تک فتنہ کی آگ شعلہ زن رہنے کے بعد بجھ گئی۔ اللہ اور رسول ﷺ کی رضا جوئی اور دنیا اور آخرت میں مسلمانوں کی بھلائی کی خاطر اس ذی عزت وعظمت سید کی قربانی نے مشرق و مغرب کے مسلمانوں کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیا اور یہ محض اللہ کے فضل اور اس کے انعام کے سبب سے ہوا۔

و قد روی عن علی بن الحسین زین العابدین و قرۃ عین الاالسلام انہ قال انی لا رجو ان یعطی اللہ للمحسن منا اجرین، و اخاف ان یجعل للمسیئ مناوزرین)

اہل اسلام کی آنکھوں کی ٹھنڈک حضرت علی بن الحسین زین العابدین سے روایت کی گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ مجھے پختہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے نیکوکار کو دوگنا اجر عطا فرمائے گا مگر اس کے ساتھ ساتھ مجھے یہ خوف بھی ہے کہ ہم میں سے برائی کرنے والے پر دوگنا بوجھ ڈالے گا۔

جناب نبی ﷺ وضاحت فرماتے ہیں کہ اہل بیت پر خاص قسم کی ذمہ داری ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے سب مسلمانوں سے بڑھ کر حق دار ہیں اور یہ چیز ان شاء اللہ تا قیامت ان میں یقینی طور پر موجود

رہے گی کیونکہ آپ ﷺ سے مروی ہے۔ایک صحیح حدیث میں آیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ ' و عترتی و انهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض وزادالامام احمد والنسائی والترمذی فانظروا کیف تخلفونی فیهما"۔

میں تمہارے اندر دو عظیم الشان چیزیں چھوڑنے والا ہوں' ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری اولاد' اور وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچ جائیں۔امام احمد' نسائی اور ترمذی میں ان الفاظ کا اضافہ ہے' (فانظروا کیف تخلفونی فیهما) ''پس اب سوچو کہ تم ان دونوں کے حق میں میری کیسے نیابت کرتے ہو'' اسی وجہ سے میں اہل بیت سے جو میرے محبوب اور میرے سادات کرام ہیں اپیل کرتا ہوں کہ وہ قرآن کریم کی بڑے عاجزانہ انداز میں خشوع وخضوع کے ساتھ تلاوت کرنے اس میں گہرا غور و فکر کرنے اور جو اخلاق کریمہ اس میں مذکور ہیں انہیں عملی طور پر اپنانے پر حریص ہوں تا کہ جناب رسول کریم ﷺ کے لئے اچھا نمونہ بنیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی طرف سے فوز و فلاح حاصل ہو اور مسلمانوں کی طرف سے عزت و وقار اور احترام و مودت کا نذرانہ انہیں پیش کیا جائے اور اس میں ذی وقار اہل بیت سے یہ اپیل بھی کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے لئے علمی اور عملی لحاظ سے شمع ہدایت بنیں اور تمام امت سے بڑھ کر اللہ کے دین کے ضیاع اور اس کے تقدس کا پردہ چاک ہونے اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کے ترک پر غیرت کھانے والے ہوں۔دنیا سے اعراض اور آخرت کی طرف توجہ کے سلسلے میں انہیں اپنے جد امجد ﷺ کو اپنے لئے نمونہ بنانا چاہئے وہ نیکی کا حکم کرنے والے اور اس کی طرف سبقت کرنے والے ہوں' برائی سے روکنے والے اور اس سے کنارہ کشی کرنے والے بنیں' یہی وہ نفع بخش تجارت ہے جو ان کے شرف نسبت کے لائق ہے اور یہی وہ میدان ہے جس میں سبقت ان سے مطلوب ہے۔

حواشی

۱۔ سورۃ احزاب آیۃ ۳۱۔

۲۔ اس حدیث پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

۳۔ کتاب ''ھکذا صام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فصل ''مع النبیؐ فی قیام رمضان دیکھئے''

۴۔ سورۃ احزاب آیۃ ۳۲۔

۵۔ سورۃ احزاب آیۃ ۳۳۔

(عدم الاتکال علی النسب)

(نسبت پر بھروسہ نہ کرنا)

جبکہ دنیا اپنے تمام ترفتنوں، زینتوں شیرینیوں، اپنی چمک دمک اور اپنی طراوتوں کے ساتھ انسانوں کی طرف متوجہ ہو چکی ہے اور انہوں نے بھی اس سے خوب دل لگا لیا ہے، اس کی لذتوں اور شہوتوں میں پڑ گئے ہیں، اس کے مال واموال اور اس کی حکومت واقتدار سے دھوکہ کھا گئے ہیں، تو ایسے وقت میں اہل بیت سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس سے دھوکہ نہ کھائیں خواہ اس کی کتنی ہی بھلائیاں اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرما دے اور جان لیں کہ حلال روزی کمانا ان کی ذمہ داری ہے اور مستحب اور مباح وطیب مصارف میں خرچ کرنا ان سے مطلوب ہے اور انہیں ہرگز ہرگز اسراف و تبذیر اور بخل جیسے برے اعمال اور بری عادات میں نہیں پڑنا چاہئے۔ نیز اگر یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ ان کو عطا کریں تو شکر بجا لا کر ان کا حق انہیں ادا کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول انہیں یاد رکھنا چاہئے۔ وابتغ فیما آتاک اللہ الدار الاخرۃ ولاتنس نصیبک من الدنیا و حسن کما احسن اللہ الیک ولا تبغ الفساد فی الارض ان اللہ لا یحب المفسدین.

اور اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جو گھر تمہیں عطا کیا ہے اس کی طلب کر اور دنیا سے بھی اپنا حصہ نہ بھول اور اس طرح بھلائی کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے اور زمین میں فساد کی طلب نہ کر بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے جنت کی جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، اور اپنی جس رضا اور خوشنودی سے اپنے خاص بندوں کو مشرف فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے اس کے حصول کی امید پر شہوات نفسانی سے اپنا دامن آلودہ کرنے سے انہیں پہلو تہی کرنا چاہئے اور ان سے انہیں بلند و برتر ہونا چاہئے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ اہل بیت رسول اللہ ﷺ تو درکنار ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

میں اہل بیت حضرات کو اپنے جد امجد ﷺ کا وہ قول یاد دلاتا ہوں جو انہوں نے اس وقت فرمایا جب قرآن کریم کی آیت "وانذر عشیر تک الاقربین اتری اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرسنا ہے یا معشر قریش انقذوا انفسکم من النار، یا معشر بنی عبدالمطلب انقذوا انفسکم من النار یا فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انقذی نفسک من النار فاننی واللہ لا املک لکم من اللہ شیئا الا ان لکم رحما سابلھا ببلالھا". اے گروہ قریش اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، اے گروہ بنی عبدالمطلب اپنی جانوں کو جہنم سے بچاؤ اے فاطمہ بنت محمد ﷺ

اپنی جان کو دوزخ سے آزاد کرو۔ بخدا میں اللہ کے مقابلے میں تمہارے حق میں کوئی طاقت نہیں رکھتا۔ سنو تمہاری میرے ساتھ رشتہ داری ہے۔ میں اس کو ایسے جوڑتا ہوں جیسے اللہ نے مجھے جوڑنے کا حکم دیا ہے۔ امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یا بنی عبدالمطلب اشتروا انفسکم من اللہ، یا صفیۃ عمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشتریا انفسکما من اللہ فانی لا اغنی عنکما من اللہ شیئا سلانی من مالی ماشئما۔"

"اے اولاد عبدالمطلب اللہ تعالیٰ سے اپنی جانیں خریدو، اے صفیہ جناب رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی اور اے فاطمہ جناب رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اللہ تعالیٰ سے اپنی جانیں خریدو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اپنی جانیں آزاد کروالو میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔ ہاں میرے مال میں سے جس قدر چاہو مجھ سے مانگو"۔ اسی سبب سے میں اہل بیت کو متنبہ کرتا ہوں، حالانکہ وہ میرے محبوب اور میرے سردار ہیں کہ کہیں وہ ان خوشخبریوں پر جو نسب رکھنے والوں کے لئے بیان ہوئی ہیں۔ بھروسہ نہ کر بیٹھیں۔ جناب رسول کریم ﷺ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ (بفرض محال اگر ہوں) معاف کر دیئے ہیں۔ ساری اللہ کی مخلوق سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے زیادہ متقی تھے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "اما واللہ انی اتقاکم للہ واخشاکم لہ" سنو! بخدا میں تم سب سے بڑھ کر اللہ کے لئے تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں اور تم سب سے بڑھ کر اس سے ڈرنے والا ہوں۔

ایک مسلمان کے یہ شایان شان نہیں کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ رشتہ داری کے خواہ کیسے ہی مقام پر فائز کیوں نہ ہو اور تقویٰ میں اس کا کوئی بھی درجہ اور مرتبہ کیوں نہ ہو وہ محض اسی پر بھروسہ کر کے عمل سے پہلوتہی کرے۔ بلکہ عقلمند مسلمان وہ ہے جو اس بڑے دن کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتا ہے جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

یوم تذھل کل مرضعۃ عما ارضعت و تضع کل ذات حمل حملھا و تری الناس سکاریٰ و ماھم بسکاریٰ ولکن عذاب اللّٰہ شَدید"۔

،ں دن کو یاد کرو جس دن کی دہشت کی وجہ سے ہر دودھ پلانے والی اس کو بھول جائے گی۔ جس کو دودھ پلایا اور ہر حاملہ اپنا حمل گرادے گی اور لوگوں کو تو دیکھے گا کہ وہ گویا نشہ میں ہیں۔ مگر فی الحقیقت نشہ میں نہیں ہیں، اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے اور اپنے شمار اور حساب (اندازے شمار) میں یہ بات رکھتا ہے کہ قرآن کریم کی نازل ہونے والی آخری آیت یہ ہے، واتقو یوما ترجعون

فیه الی اللہ ثم تو فی کل نفس ما کسبت و ھم لا یظلمون (۱)
اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ کے حضور لوٹائے جاؤ گے پھر ہر جان کو جو اس نے کمایا اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں ہو گا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
"لن یدخل احد الجنۃ بعملہ قالوا و لا انت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال و لا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ منہ و فضل" اور فرمایا من بطاء عملہ لم یسرع بہ نسبہ' جس کے عمل نے اسے پیچھے کر دیا۔ اس کا نسب اسے آگے نہیں لے جا سکتا کوئی شخص بھی محض اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی اور آپ بھی یا رسول اللہ' فرمایا۔ ہاں میں بھی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل سے مجھے ڈھانپ لے اور اسی طرح یہ بھی جان لیں کہ صالحین اور مقربین اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف بہت جلدی کرنے والے ہوتے ہیں اور سب لوگوں سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والے اور اس کی اطاعت کرنے والے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو اپنے عزت و کرامت والے گھر میں جو جنات النعیم تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں' باقی لوگوں کی بہ نسبت ان پر زیادہ حرص رکھنے والے ہوتے ہیں' اسی وجہ سے تو انہیں دیکھئے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور خشوع و خضوع کرنے والے' اس کا ذکر کرنے والے اس کے فرائض پر قائم رہنے والے اور نوافل کے ذریعے سے اس کی قربت کے حصول کے لئے کوشش کرنے والے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے۔ انھم کانوا قبل ذلک محسنین کانوا قلیلا من اللیل مایھجعون' وبالاسحارھم یستغفرون و فی اموالھم حق للسائل ومحروم.
اس سے پہلے وہ نیکوکار تھے۔ رات کو بہت ہی کم سوتے تھے صبح کے اوقات میں بخشش طلب کرنے والے تھے۔ ان کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق تھا۔

ان کی تطہیر اور ان کا تزکیہ نفس

بے شک اہل بیت ہی صلاح و تقویٰ والے ہیں' وہ اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ مقربین و نیکوں میں سے ہوں' صالحین و اخیار میں شمار ہوں اور وہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس قول سے انہیں خطاب فرمایا ہے۔ اس کو یاد رکھیں اللہ تو بس یہی چاہتے ہیں اے اہل بیت کہ ناپاکی کو تم سے دور کر دے اور تمہیں خوب ستھرا بنا دے۔ (انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا) (۲)
بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو پاک فرمایا ہے' انہیں عزت بخشی ہے اور ان پر صدقہ کا مال حرام

قرار دیا ہے جیسا کہ اپنے رسول پاک ﷺ پر حرام کیا تھا' کیونکہ صدقہ لوگوں کی میل کچیل ہے (یعنی ان کو پاک کرنے والا ہے) یہ گویا تطہیر کے قبیل سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے مقرر فرما دی ہے چنانچہ آپ ﷺ سے صحیح حدیث وارد ہے' آپ ﷺ نے فرمایا۔ ان الصدقة لا تحل لمحمد صلی اللہ علیه وسلم ولا لآل محمد صلی اللہ علیه وسلم.

بے شک صدقہ نہ تو حضرت محمد ﷺ کے لئے اور نہ ہی آل محمد ﷺ کے لئے حلال ہے۔

اللہ عزوجل نے اس کا بدلہ انہیں یہ دیا کہ مال غنیمت میں ان کا حصہ مقرر فرما دیا. چنانچہ فرمایا. ما آفاء اللہ علی رسوله من اهل القریٰ فلله وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل کی لا یکون دولة بین الاغنیاء منکم و ما آتاکم الرسول فخذوه و مانهاکم عنه فانتهوا ' واتقوا اللہ الشدید العقاب (۳) سورة الاحزاب ' آیته ۳۳)

اللہ تعالیٰ نے بستیوں والوں سے جو مال غنیمت اپنے رسول ﷺ پر لوٹایا ہے۔ وہ اللہ کے لئے اس کے رسول ﷺ کے لئے' رشتہ داروں کے لئے' یتیموں کے لئے' مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے ہے تا کہ یہ تم میں سے صرف امراء کے درمیان گردش نہ کرتا رہے جو جناب رسول اللہ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو' بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

اور اہل بیت کے یہ شایان شان ہے کہ وہ معنوی میل کچیل' گھٹیا صفات' قبیح اعمال' خواہ وہ صغیرہ گناہوں کی صورت میں ہوں یا کبیرہ کی' سے مجتنب رہیں اور یہ محض اپنے رب تعالیٰ کی رضا کی خاطر' اپنے جد امجد جناب رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اور آپ کی طرف اور پاک آباو اور پاک امہات کی طرف ان کی جو نسبت ہے اس کے احترام و توقیر کے لئے ہو۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل بیت کی تطہیر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب عورتوں پر پردہ فرض کیا تو سب سے پہلے جناب نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات سے اس کی ابتداء کی پھر آپ ﷺ کی بیٹیوں کو اس کا حکم دیا۔ بعد ازاں مومنین کی عورتوں کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ یاایها النبی قل لا زواجک و بناتک و نساء المومنین یدنین علیهن من جلابیبهن ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین و کان اللہ غفوراً رحیما (۴)

اے نبی ﷺ اپنی بیویوں' بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادریں اپنے چہروں کے قریب کئے رہیں یہ اس کے زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانیں نہ جائیں اور انہیں تکلیف نہ دی جائے' اور اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

ایسے ہی جناب رسول ﷺ زہد و تقویٰ میں بھی نمونہ تھے۔ اپنے اہل بیت کے حق میں بھی

آپ کی یہی خواہش تھی کہ وہ بھی ایسے ہوں اور یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں جو اس حدیث میں فرماتی ہیں کہ جس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ ما شبع آل محمد صلی الله علیه وسلم منذ قدم المدینة من طعام بر ثلاث لیال حتی قبض.

آل محمد ﷺ جب سے آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے لگاتار تین دن رات کبھی بھی گندم کی روٹی سے سیر نہیں ہوئی۔ اسی طرح ایک حدیث مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ ماشبع آل محمد صلی الله علیه وسلم من خبز شعیر یومین متتابعین حتی قبض.

آل محمد ﷺ لگاتار دو دن حضور ﷺ کے وصال تک کبھی بھی جو کی روٹی سے سیر نہیں ہوئی۔

اس میں اہل بیت کی عورتوں کے لئے قیامت تک ایک خاص اور دائمی ہدایت و رہنمائی کا سامان ہے ان کے شایان شان یہ ہے کہ وہ اس کا پورا خیال رکھیں اور اس کی پوری پوری نگہداشت کریں اور تمام عورتوں سے بڑھ کر بڑی سختی سے پردے کی پابندی کرنے والی ہوں اور اس پر حریص ہوں تا کہ وہ اپنی دیگر مؤمن بہنوں کے لئے نمونہ اور مثال بنیں جیسا کہ بیان ہوا ہے اور ہم اس کا پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں۔

صحابہ کرام کی محبت

اور وہ بات جو اہل بیت حضرات کے لئے جاننا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ سارے کے سارے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والے تھے اور اہل بیت سے بھی گہری اور سچی محبت رکھتے تھے۔ اس پر کثیر شواہد موجود ہیں جن کے ذکر کی گنجائش یہاں نہیں۔ اس لئے اہل بیت پر بھی فرض ہے کہ وہ مہاجرین و انصار جنہوں نے ان سے محبت کی ہے وہ بھی ان سے محبت کریں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں بہت سارے مقامات میں بہت عمدہ اور اچھے طریقے سے تعریف فرمائی ہے چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں۔ للفقرا المهاجرین الذین اخرجوا من دیارهم و اموالهم یبتغون فضلا من ربهم ورضوانا و ینصرون الله و رسوله اولئک هم الصادقون، والذین تبوؤا الدار والایمان من قبلهم یحبون من هاجر الیهم ولا یجدون فی صدورهم حاجة مما اوتوا و یؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة و من یوق شح نفسه فاؤلئک هم المفلحون (۵)

ان نادار مہاجرین کے لئے جنہیں اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالا گیا وہ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں وہی سچے

ہیں اور وہ جنہوں نے ان سے پہلے گھر اور ایمان کو ٹھکانہ بنایا وہ ان سے محبت کرتے ہیں جنہوں نے ان کی طرف ہجرت کی اور جو کچھ انہیں دیا گیا اپنے دلوں میں اس کی حاجت نہیں پاتے اور اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ خواہ انہیں خود ہی ضرورت کیوں نہ ہو' جو جان کے لالچ سے بچایا گیا وہی فلاح پانیوالے ہیں۔

آنے والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے مسلمانوں کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام سے اس وجہ سے محبت کرنے والے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں تکلیفیں برداشت کیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہمیں دین پہنچایا گیا اس دین کو لیکر اللہ کے ملکوں کی سیاحت کی ہے چنانچہ ان کی کاوشوں سے یہ دین اللہ کے ملکوں میں پھیل گیا۔ اپنی جانوں اور اپنے مالوں سے اس دین کی مدد کی۔ ان کا بڑا رتبہ ہے' امت پر ان کی محبت واجب ہے۔ ان سے دشمنی صرف وہی رکھتا ہے جو منافق ہے اور انہیں برا وہی کہتا ہے جو کج عقیدہ ہے' ان کے لئے دعا مطلوب ہے اور ان کی دشمنی سے دلوں کو پاک کرنا فرض ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا:

والذین جاء و امن بعدهم یقولون ربنا اغفرلنا و لا خواننا الذین سبقونا بالایمان و لاتجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رئوف الرحیم. (٦)

اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں بھی بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان کے ساتھ ہم سے سبقت کر چکے ہیں اور اہل ایمان کے لئے ہمارے دلوں میں کینہ نہ رکھ بے شک تو بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے ساتھ اپنی رضامندی کی گواہی دی ہے۔ چنانچہ بہت سارے مقامات میں ان کے بارے فرمایا ہے' رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ اور ان کی تعریف کرتے ہوئے اور ان کے تقویٰ کی گواہی دیتے ہوئے ان کے بارے میں فرمایا۔ **والزمهم کلمة التقویٰ و کانوا احق بها و اهلها.**

اور تقویٰ کی بات ان کے لئے لازم کردی اور وہ اس کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے

اور اللہ تعالیٰ نے ان اوصاف حمیدہ کے ساتھ صحابہ کرام کی تعریف فرمائی ہے جو ان کی فضیلت اور شرافت پر دلالت کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے تورات و انجیل میں ان کی صفت بیان فرمائی گئی۔ آیت کریمہ بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کررہی ہے۔ **محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم' تراهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من الله و رضوانا سیماهم فی وجوههم من اثر السجود' ذلک مثلهم فی التوراة و مثلهم فی الانجیل کزرع اخرج شطئه فازره فاستغلظ فاستوی علی**

سوقه یعجب الزراع لیغیظ بهم الکفار، وعد الله الذین آمنوا وعملو الصالحات منهم مغفرة واجرا عظیما (۷)

کیا ہی نفیس وعمدہ ہیں یہ اوصاف، کتنی ہی اچھی ہیں یہ خصوصیات اور کتنا بڑا ہے یہ وعدہ۔ کاش ہم ان کی معیت میں ہوتے تو ہم بھی فوز عظیم حاصل کرتے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان کی محبت اور ان کی اتباع نصیب فرمائے۔ بے شک تمام صحابہ کرام خواہ وہ مہاجرین میں سے ہوں یا انصار میں سے ان کی محبت فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کی جو تعریف فرمائی ہے وہ اس کی تصدیق ہے اور یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علم پر اعتماد ہے کیونکہ اس نے اپنے ساتھ ایمان لانے کو اس کی کتاب کی تصدیق کو اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے اہل بیت کی محبت کو ان کے دلوں میں راسخ کر دیا تھا۔ عمومی طور پر مسلمانوں کے یہ لائق و مناسب ہے کہ صحابہ کے درمیان جو کچھ واقع ہوا ہے۔ اس پر اس بنیاد پر راضی رہیں کہ وہ تقدیر الٰہی تھی جس کو ٹالا نہیں جا سکتا تھا اور وہ قضاء تھی جو بدل نہیں سکتی تھی اور حکم تھا جس کو خدا تعالیٰ کے سوا رد کرنے والا کوئی نہیں اور اللہ محاسبہ کرنے کے لحاظ سے کافی ہے۔

تلک امة قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسالون، عما کانوا یعملون (ولا تزرو وازرة وزر ء آخریٰ)

یہ امت ہے جو گزر چکی ان کے لئے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا اور جو وہ عمل کرتے تھے اس کا تم سے سوال نہیں کیا جائے گا اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

نبی کریم ﷺ کے زمانہ انور اور خلفائے راشدین کے روشن و تاباں زمانہ میں صحابہ کرام باہمی محبت، ایک دوسرے کی مدد اور ایک دوسرے کی خیر خواہی میں مثال اعلیٰ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جناب ابوبکر صدیق وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یوں فرماتے ہیں۔ **ثانی اثنین اذهما فی الغار اذیقول (صاحبه لا تحزن ان الله معنا)**

دو میں کا دوسرا جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب اپنے ساتھی سے فرماتا تھا۔ غم نہ کھا بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ وہ آپ ﷺ کی تصدیق کرنے والے تھے، آپ کے ساتھی تھے آپ کے حبیب تھے، آپ کے محبّ تھے، محبّ اہل بیت تھے، ان کی عزت و توقیر کرنے والے تھے اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات جوڑنے والے اور ان کے ساتھ اچھائی کرنے والے تھے۔ صحیح بخاری میں آیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ **ارقبوا آل محمد فی اهل بیته۔** "اہل بیت کا احترام کرو"۔

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ **واللہ لقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی.**

بخدا جناب رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات استوار رکھنا اپنے رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات جوڑنے کی بہ نسبت مجھے زیادہ محبوب ہے' چنانچہ آپ کے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کے درمیان لگاتار سلسلہ مودّت ومحبت قائم رہا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کے بڑے سچے اور مخلص وزیر رہے جیسا کہ ان کے بعد امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان حضرات کے زمانہ' خلافت میں یہ فریضہ انہوں نے بڑے اخلاص وصداقت کے ساتھ سرانجام دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان محبت اس نوبت تک پہنچی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بیاہ دی۔ اس شرف کے حصول پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کوئی بھی خوش نہیں تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس شادی کے بعد کیسے آپ عالم خوشی میں لوگوں سے یوں کہتے پھرتے تھے **الا تھنـونـی** (آپ لوگ مجھے مبارکباد کیوں نہیں دیتے) ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے دونوں صاحبزادوں حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ کیسے انہوں نے ان حضرات کے لئے پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیے اور اپنے بیٹے عبداللہ کے لئے دو ہزار' جب اس بارے میں عبداللہ نے اپنے باپ سے گفتگو کی تو فرمانے لگے۔ **ویحکم یا عبداللہ ھل لک جد کجدھما' او جدۃ کجدتھما' او ام کامھم او اب کابیھما.**

تیری خرابی ہو۔ اے عبداللہ کیا تیرا نانا ان کے نانے جیسا ہے یا تیری نانی ان کی نانی جیسی ہے یا تیری ماں ان کی ماں جیسی ہے یا باپ ان دونوں کے باپ جیسا ہے۔

جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوش ہوئے اور ان سے فرمانے لگے۔ بخدا جس دن آپ اسلام لائے ہیں۔ آپ کا اسلام مجھے اپنے باپ خطاب کے اسلام سے بھی (اگر وہ اسلام لاتے) زیادہ محبوب لگا ہے۔ کیونکہ آپ کا اسلام جناب رسول اللہ ﷺ کو خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ عزیز ہے۔

اہل بیت کے ساتھ احسان کرنے اوران کی عزت واکرام کے معاملہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی حال تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فتنہ کبریٰ کے زمانہ میں "جس میں آپ' اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے"۔ ان سے اجازت طلب کی کہ وہ ان کی مدافعت کریں اوران کے

لئے جنگ کریں مگر انہوں نے اجازت نہ دی۔ اس کے باوجود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی حفاظت و مدافعت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ ان کے دونوں بیٹے' رسول پاک ﷺ کے نواسے حسنؓ و حسینؓ ان کی حفاظت کرنے والوں کے ہراول دستے میں شامل تھے۔ وہ دونوں باقاعدہ ان کے دروازے پر پہرہ دیتے رہے مگر ظالم گھر کے پچھواڑے سے دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آپ کے حق میں جاری ہو گیا اور وہ بشارت آپ کے حق میں پوری ہو گئی جو جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اس دن سنائی تھی جس دن آپ ﷺ حضرت ابوبکر' عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں احد پہاڑ پر تشریف فرما تھے' اسی اثناء وہ کانپنے لگ گیا۔ آپ ﷺ اس سے یوں مخاطب ہوئے۔ **اثبت یا احد فانما علیک نبی و صدیق و شهیدان.**

اے احد اپنی جگہ قائم رہ۔ تجھ پر تو ایک نبیؐ ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(چھپے ہوئے دشمنوں سے اہل بیت کو ہوشیار رہنا چاہئے)

جو بات اہل بیت کو جاننا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ انہیں تمام مسلمانوں' اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ' مسلمانوں کے آئمہ اور عوام سب کا خیر خواہ ہونا چاہئے۔

مسلمانوں کی خیر خواہی مواضع و مواقع اختلاف سے ان کی دوری' اہل بدعت' ان کی افترا پردازیوں اور ان کے مبنی بر خطا اقوال سے جو اہل بیت عظام کے بارے میں وہ ہمیشہ گھڑتے رہتے ہیں اور جو قرآن کریم اور سند نبوی کے صریح احکام کے منافی ہیں اور دین میں نقل و درایت اور مستند اور معروف باتوں کے معارض ہیں اور جن پر گزشتہ زمانوں میں تمام علمائے اہل سنت و الجماعت کا اجماع رہا ہے۔ ان سے ان کے لئے پرہیز لازم ہے اور ایسے ہی یہ بھی انہیں جاننا چاہئے کہ ان میں کچھ لوگ اس طرح کے بھی ہیں جو اہل بیت اطہار کی محبت میں غلو کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حب اہل بیت کو اپنی خواہشات نفسانی' اپنی فریب کاری اور اپنی پوشیدہ آراء کی اشاعت اور اپنے گمراہ کن عقیدہ کو پروان چڑھانے کا ذریعہ سمجھتے ہیں مگر درحقیقت وہ اہل بیت کے بدترین دشمن ہیں اور بلاشبہ ان کے سینے نبی کریم ﷺ کے لئے کینے کی آگ میں جل رہے ہیں۔ جنہوں نے اپنے دین متین کے ذریعے سے ان کے باطل عقائد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا وہ اہل بیت اطہار کے ساتھ بھی کینہ رکھتے ہیں۔ بہت سارے فتنے اور مصائب و مشکلات جن میں مسلمان مبتلا ہوئے ان سب کے پیچھے انہیں لوگوں کا ہاتھ تھا اور یہ وہ فتنے اور امتحانات تھے جن کے سبب بہت سارے بے گناہ لوگوں کا پاک خون بہا۔

مسلمان اہل بیت سے محبت کرنے والے ہیں

ان حضرات کے لئے اس حقیقت کا جاننا بھی ضروری ہے کہ سنی العقیدہ مسلمان ہی اہل بیت کے ساتھ سچی محبت رکھنے والے ہوتے ہیں۔ ان کی یہ محبت اس پختہ عقیدہ سے پھوٹ رہی ہوتی ہے جو عقیدہ ان کے لئے اس محبت کو ہر مومن کے لئے واجب گردانتا ہے اور جس کی بنیاد اور اصل آیات قرآن کریم اور الصادق الامین ے اقوال میں سے صحیح وثابت احادیث ہیں۔ ابن تیمیہ نے کہا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ قول ان اللہ و ملئکتہ ' یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما ۔ نازل ہوا تو صحابہ کرام نے آپؐ سے دریافت کیا کہ وہ کس طرح آپؐ پر درود پڑھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم یوں پڑھو۔ اللھم صلی علی محمد و ازواجہ و ذریتہ امام ابن تیمیہ نے آپ ﷺ کے اس قول' ان اللہ اصطفیٰ کنانۃ من ولد اسماعیل واصطفیٰ قریشا من کنانۃ و اصطفی من قریش بنی ھاشم' و اصطفانی من بنی ھاشم ' سے یہ استنباط کیا کہ اہل بیت تمام مخلوق خدا سے افضل ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے اعمال افضل اعمال ہیں۔ بعض جلیل القدر علماء نے اس سے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا ہے کہ بہت ساری احادیث کے مطابق جو ہماری نظر سے بھی گزری ہیں حب اہل بیت فرض ہے۔

بلکہ جو شخص اس حدیث صحیح "انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی و انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض "میں غور وخوض کرتا ہے تو اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ کہ اہل بیت ہی علم واستقامت میں مسلمانوں کے رہبر ورہنما ہیں اور وہ ان کی نظر میں دین اسلام جس کو حضرت محمد ﷺ لے کر آئے ہیں اسے مضبوطی کے ساتھ تھام لینے کی زندہ مثالیں ہیں۔

اسی سبب سے اہل بیت کرام کے یہ شایان شان ہے کہ وہ اس اعلیٰ سطح پر فائز ہوں جو ان کے مقام ومرتبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ مرتبہ تطہیر کے لائق ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے اس فضل اور جو اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں خاص طور پر اور مسلمانوں کے حق میں عام طور پر اتارا ہے اس کو یاد کریں۔ اور اس مضبوط رشتہ کو بھی یاد رکھیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ مربوط کئے ہوئے ہے اور اس کے احکام کی پابندی کے سلسلہ میں ان پر خصوصی ذمہ داری ڈالتا ہے۔

اے اہل بیت کرام یہ نسب کریم تمہیں مبارک ہو' تمہارے دامن کو مسرتوں سے معمور کر دے اور میں خدا تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہوں کہ ان ذمہ داریوں کے اٹھانے اور ان فرائض کی

ادائیگی میں وہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔ نتیجتاً تم ایسے اللہ کے بن جاؤ جیسے اس کی رضا ہو اور رسول ﷺ کے بھی ایسے بن جاؤ جیسے انہیں محبوب ہو اور مسلمانوں کے لئے بہترین نمونہ ثابت ہوں۔

وباالله التوفيق، والحمد لله رب العالمين.

(میں اللہ تعالیٰ سے اس کی توفیق چاہتا ہوں، اور سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جو سارے جہانوں کا پالنہار ہے)

حواشی

۱۔ سورۃ الاحزاب آیہ۲۱۔
۲۔ اس حدیث پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔
۳۔ کتاب ''ھکذ اصام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فصل مع النبیؐ فی قیام رمضان دیکھئے۔
۴۔ سورۃ الاحزاب آیۃ۳۲۔
۵۔ سورۃ الاحزاب آیۃ ۳۳۔
۶۔ سورۃ البقرہ آیۃ۸۱۔
۷۔ سورۃ الاحزاب آیۃ۳۳۔
۸۔ سورۃ الحشر آیۃ۶۔
۹۔ سورۃ الاحزاب آیۃ۵۹۔
۱۰۔ سورۃ الحشر آیتان ۸۔۹
۱۱۔ سورۃ الحشر آیۃ ۱۰۔
۱۲۔ سورۃ الحشر آیۃ ۱۰۔

معزز گھرانے کی اولین ہستی

اولین وآخرین کے سیدوسرور حضرت محمد ﷺ

آپؐ ہمارے سردار ہیں اور تمام اولادِ آدمؑ کے سردار ہیں' اللہ تعالیٰ کے رسولؐ اس کے حبیب ہیں' اس کے برگزیدہ ہیں' اس کے پسندیدہ ہیں' اس کے چنے ہوئے ہیں' شرف وعزت کی بنیاد اور عظمت کا منبع ہیں۔ معزز والد ہیں' اعلیٰ واشرف واولاد ہیں۔ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی سوغات اور اس کی رحمت ہیں۔ حبیب اعظم اور نبی اکرم ہیں۔ ایسے بندے ہیں جو اپنے مولا کی کمال بندگی کر کے معزز ومکرم ہوئے اور ایسے انسان جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب سے نوازا اور ساری مخلوق سے ان کا درجہ بلند کیا۔ انہیں انبیاء ورسل علیہم السلام کا خاتم بنایا اور انہیں کے ذریعے سے اس گھرانے اور ان کی آل کو عزت بخشی اور آپ کے اس مقام رفیع کی وجہ سے اس گھرانے اور ان کی آل کو عزت بخشی اور آپ کے اس مقام رفیع کی وجہ سے ہی اس گھرانے کی عظمت اور اس کا کمال ہے اور آپ کے سبب سے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھر والوں سے ناپاکی کو دور کر دیا ہے اور انہیں خوب ستھرا کیا ہے۔ اپنے عظیم رب کے ہاں آپ کی کمال بندگی کا جو مرتبہ ہے اسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم پر آپ کی اور آپ کے اہل بیت کی محبت فرض کی ہے۔ ان کی محبت اور ان کی دوستی کے ساتھ رشتہ ایمان جوڑ دیا ہے' نہ ہی کوئی نماز قبول ہو سکتی ہے اور نہ ہی ہماری کوئی دعا منظور ہوتی ہے جب تک ہم آپ پر اور آپ کی آل پر درود نہ بھیجیں اور آپ ﷺ بھی اور وہ بھی باوجود اس اعلیٰ وارفع منزلت پر فائز ہونے کے اللہ تعالیٰ کے معزز بندے اور انسان ہیں' مقام انسانیت سے تجاوز نہیں کر پاتے۔ بجز آپ ﷺ کے وہ حضرات مقام انبیاء ومرسلین (صلوات اللہ علیہم اجمعین) کو نہیں پہنچ سکتے۔ آپ ﷺ ہی ان کی عزت وکرامت کا منبع اور ان کے مرتبے کی بنیاد ہیں' وہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ احسان فرمایا ہے کہ ساری مخلوق سے اعلیٰ واشرف ہستی کے ساتھ شرف نسبت سے انہیں نوازا ہے۔ اپنی بندگی وطاعت میں صادق تھے۔ اپنی فرمانبرداری میں بہت سنجیدہ اور کوشاں تھے' اپنے نبی ﷺ کی سنت پر حریص تھے۔ لوگوں کے درمیان حق وانصاف پر قائم رہنے والے تھے' صداقت وہدایت کا نشان تھے۔ علم وتقویٰ کا ظرف تھے۔ جہاد وصبر' علم پیہم اور سچائی کے پیشوا اور قائد تھے۔ انہوں نے دوسرے پر بھروسہ نہیں کیا اور یہ نہیں کہا کہ ہم اہل بیت ہیں ہم پر کوئی قدغن نہیں وہ تو تقویٰ کی بنیاد تھے۔ خضوع وخشوع کرنے

والے عبادت گزاروں کے سردار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ انہیں رحمی اور نسبی رشتہ سے نواز کر اور عملی اور علمی طور پر انہیں اپنی اطاعت کی توفیق دے کر ان کے لئے اپنے احسانات کو جمع کر دیا۔ انہوں نے اپنے رب تعالیٰ سے محبت کی، اس کی اطاعت کی۔ مسلمانوں نے بھی ان سے محبت کی، ان کی تعظیم و توقیر کی۔ ایک قوم نے ان کی تاب نہ لاتے ہوئے انہیں اتنی فضیلت دی کہ ان کے حق میں غلو کی مرتکب ہوئی، مگر وہ ان کے اس غلو سے بری ہیں، دنیاداروں، حکومت کے طلبگاروں اور کمزور نفوس والے لوگوں نے ان کے ساتھ بغض و کینہ رکھا۔ مگر غلو کرنے والوں کا غلو اور کینہ وروں کا کینہ انہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکا۔ وہ ہمیشہ لوگوں کی نظروں میں جناب رسول اللہ ﷺ کی دلکشی و جمال کی ایک جھلک کی صورت میں جچے رہے اور ان کی آنکھوں کا تارا رہے، صالحین جس کی زیارت سے مشرف ہو کر ہمیشہ اپنا دامن سعادت مندیوں سے بھرتے رہے۔ وہ عظمت حق کا ایک دلکش منظر تھے جس کے دیدار کے مومنین ہمیشہ مشتاق رہتے تھے اور شجر نبوت کی وہ مہک تھے جو محبین و عاشقین کے دلوں کو یقین و رضا سے معمور کر دیتی ہے۔ علم کے حصول میں جان کی بازی لگا دی تو سبقت لے گئے، عمل میں حد درجہ کوشش کی تو اس درجہ پر پہنچے جس کے حصول سے دوسروں کو عاجز کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کیا، تو صبر سے کام لیا اور اسے سچ کر دکھایا، اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جو تکالیف انہیں پہنچیں ان کی وجہ سے نہ سست پڑے، نہ کمزور ہوئے اور نہ جھکے، ایسی شہادت سے سرفراز ہوئے جو ابرار اور صالحین کی شہادت ہوا کرتی ہے اور اپنے رب تعالیٰ کے حضور حاضر ہوئے تا کہ وہ انہیں ان کی نیتوں کی صداقت اور ان کے سینوں کی سلامتی (یعنی کینہ، حسد عداوت وغیرہ سے) کے موافق انہیں انعامات سے نوازے، (بیشک اللہ تعالیٰ کے ہاں ہی بہتر ثواب ہے)

ان کا نسب اعلیٰ و ارفع نسب ہے اور ان کا حسب بھی معزز و مکرم ہے۔ کیوں نہ ہو، وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہیں، اور اصل کریم کی فرع ہیں، اسی سبب سے وہ منتخب کردہ نسل ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ساری کی ساری اولاد آدم سے چن لیا ہے اور جس کا اعلان فرقان حمید یوں کر رہا ہے۔

ان اللہ اصطفی آدم و نوحا و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم (۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم "نوح" آل ابراہیم اور آل عمران کو سارے جہانوں سے چن لیا۔ یہ ایک نسل ہے، بعض بعض سے ہیں اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے وہ اولاد ابراہیم علیہ السلام کا نچوڑ ہیں، جیسا کہ درج ذیل حدیث میں وارد ہے۔

ان اللہ اصطفی کنانۃ من ولد اسماعیل' واصطفی قریشا من کنانۃ واصطفی من قریش بنی ھاشم' واصطفا نی من بنی ھاشم فانا خیار من خیار من خیار (۲)

بے شک اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل علیہ السلام سے کنانہ کو چن لیا' اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھے' بس میں بہتر ہوں' بہتر سے' بہتر سے اور آپ کا وہ پاکیزہ نسب ہے جو آپ ﷺ تک پہنچتے ہیں وہ سیدنا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ﷺ کی آل ہیں۔عبدالمطلب کا نام نامی شیبۃ بن ہاشم ہے۔ہاشم کا نام نامی عمرو بن عبد مناف ہے۔عبد مناف کا نام المغیرہ بن قصی ہے' قصی کا نام زید بن کلاب ہے کلاب کا نام حکیم بن مرۃ بن کعب ہے اور وہ کعب بن لوی بن غالب بن فہر ہیں۔فہر ہی قریش بن مالک بن النصر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ ہیں۔ مدرکہ کا نام عامر ہے اور وہ عامر بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان اور عدنان حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی نسل سے ہیں اور آپ کی والدہ ماجدہ' سیدہ آمنہ بنت وھب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب ہیں جو جناب رسول اللہ ﷺ کے پانچویں دادا ہیں (۳)

ہم یہاں جناب رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کے بارے میں طویل گفتگو نہیں کریں گے۔ حالانہ آپ ﷺ کے بارے میں گفتگو تو وہ گفتگو ہے جس سے اکتایا نہیں جاتا۔اس معطر سیرت کی کتب سیرت میں اپنی ایک جگہ اور اپنا ایک مقام ہے ان سطور میں تو ہم بس اس معزز گھرانہ نبوی سے پھوٹنے والی شاخوں (نسلوں) اور اہل بیت اطہار کے اصول (آباؤ اجداد) کے بارے گفتگو کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اس سے ہمارا مقصد اپنے زمانہ کے لوگوں سے ان کا تعارف کروانا' ان کی زندگیوں اور ان کے طرز معاشرت کی یاد تازہ کرنا اور ان کی عالی نسبی کے بارے میں نوجوان نسل کو باخبر کرنا اور ان کے دلوں کو ان کی محبت سے معمور کرنا ہے' تاکہ وہ ان کے راستوں پر چلیں اور ان کی سیرتوں کو اپنے لئے نمونہ بنائیں اور وہ حضرات ان کے مقتداء اور ان کے لئے چراغ راہ ثابت ہوں اور یہ لوگ ان کی محبت وتکریم کا پورا پورا حق ادا کریں' وباللہ التوفیق۔

ام المؤمنین السیدۃ خدیجۃ الکاملہ الطاہرہ رضی اللہ عنہا

(مومنین کی ماں' کامل واکمل پاکباز سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا) آپ سیدہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر ہیں۔ان کے باپ

خویلد کے لائق فخر کارناموں میں سے ایک کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے یمن کے بادشاہ تبع سے اس وقت ٹکر لے لی تھی جب اس نے حجر اسود وہاں سے لے جانے کا ارادہ کیا۔ ان کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم ہیں اصم کا نام جندب ہے۔ ان کا شجرہ نسب کچھ یوں ہے۔ ''الاصم بن رواحۃ الھرم ابن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی بن غالب بن فھر'' زمانہ جاہلیت میں حضرت خدیجہ ''طاہرہ'' کے لقب سے مشہور تھیں، پاکیزگی، سخاوت، عالی نسبی اور طہارت میں ان کا بہت چرچا تھا۔ باپ کی طرف سے اس نسب شریف میں قصی تک پہنچ کر آپ حضورؐ سے مل جاتی ہیں اور ماں کی طرف سے آپ کے ساتھ لوی میں مل جاتی ہیں چنانچہ آپ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے قریشیہ تھیں۔ (۴) آپ اصل کے لحاظ سے بہت معزز تھیں، عمدہ اور اونچے درجے کے کاموں والی تھیں، پاکیزہ صحبت، پختہ رائے، لائق ستائش افعال اور عمدہ افعال و اعمال والی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور انہیں اطمینان نصیب کرے۔

ایک سردار اور عظیم گھرانے میں پلی بڑھیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ اس رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے پہلے دو دفعہ شادی کر چکی تھیں۔ پہلی شادی عتیق بن عابد بن عبداللہ نامی ایک شخص سے ہوئی جو مخزومی قریشی تھا۔ اس سے ان کی ایک بیٹی ہوئی تھی دوسری قبیلہ تمیم کے ایک شخص ابوھالۃ ھند بن زدارۃ بن نباش سے ہوئی۔ اس سے ان کا ایک بیٹا ہند نامی ہوا دونوں خاوند بقضائے الٰہی فوت ہو گئے۔ اور آپ بیوہ رہ گئیں۔ اس حادثہ کے بعد قریش کی ایک معزز ترین پردہ نشین خاتون ہونے کی حیثیت سے باعزت زندگی بسر کر رہی تھیں۔ بڑے بڑے روساء اور سردار اِن قبائل ان کے ساتھ شادی کے آرزومند تھے۔ چنانچہ بڑے بڑے عظماء اور اکابرین انہیں شادی کا پیغام بھی دے چکے تھے۔ مگر آپ نے سب کو ٹھکرا دیا۔ ہاں مگر اس ٹھکرانے میں بھی ایسا خودارانہ، فراخدلانہ اور نرم انداز اختیار کیا کہ اس سے ان لوگوں کی عزت کو کوئی دھبہ نہیں لگا۔ مگر ان سے امیدیں باندھنے والوں کی امیدیں ضرور منقطع ہو گئیں۔ آپ مال کثیر رکھتی تھیں۔ تجارتی کاروبار بھی بڑا وسیع تھا۔ اس کے لئے بھی نیز خاندان کی نگہداشت کے لئے آپ کو ایک نگران کی اشد ضرورت تھی۔ مگر اس سب کچھ کے باوجود شادی سے کنارہ کش رہیں، آپ کا رابطہ صرف شہر مکہ کے باسیوں تک محدود تھا۔ وہ لوگ آپ کے مال کے ساتھ اپنا کاروبار تجارت چلاتے اور ہمیشہ آپ ہی کے اونٹوں اور قافلہ کے ہمراہ بیرون ملک سفر کیا کرتے۔ ادھر مکہ کی مجلسوں اور گھروں میں بنی عبدالمطلب کے اس معزز اور امانتدار نوجوان کا چرچا تھا۔ وہاں کی یہ مجالس اور یہ گھرانے ان کے بارے خوشبو کی مانند مہکتی ہوئی پیاری پیاری باتوں سے ہمہ وقت مخمور رہا کرتے۔ یہ کون تھا؟ یہ ذبیح قریش حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا فرزند ارجمند تھا، جاہ وجلال،

عظمت و ہیبت جسکا خمیر' وقار وحشمت جس کا نشان' تواضع جس کا لباس' باوجود قلت مال اور رقت حال کے سطوت وشوکت جس کے چہرے سے نمایاں'' یہ تھا محمد ﷺ امین وکریم' من موہنی جھلک ملائم مکھڑے والا' لوگوں سے مانوس اور لوگ اس سے (مانوس) لوگوں کا محبّ اور وہ ان کا محبوب' ہمیشہ چمکتے دمکتے' خوش وخرم' حسین وجمیل چہرے کے ساتھ لوگوں سے میل جول رکھنے والا' ان سے پیاری پیاری' میٹھی میٹھی باتیں کرنے والا اور اپنی گفتگو میں ستھرے ستھرے کلمے استعمال کرنے والا۔ دریتیم' بے مثل و بے نظیر باوجود عین عالم شباب میں ہونے کے غفلت میں ڈوبے ہوؤں سے نہ ملتا' یاوہ گویوں کی یاوہ گوئی میں کبھی شریک نہ ہوتا' سرزنش اور ملامت کے وقت بھی خاموش رہتا' کم بولتا' جب بولتا تو کلمات کلام ایک دوسرے سے بالکل جدا جدا ہوتے' بے ہودہ اور لغوبات نہ کرتا' دل اس کی محبت اور اس کے اکرام سے معمور' ہر ماں کے دل سے یہ ہوک اٹھتی کہ کاش یہ اس کا لخت جگر ہوتا یا کم ازکم اس جیسا اس کا کوئی بیٹا ہوتا' مکہ کی ذی وقار عورتوں میں سے ہر عورت کا آئیڈیل اور ہر کے دل کی آواز کہ یہی ان کا شریک حیات ہوتا۔ وہ لاثانی انسان ان کے معبودوں سے روگرداں' ہمہ وقت سوچ وبچار میں مستغرق' اپنے خوددار دل تیز ذہن اور قوی روح کی برکات کے بل بوتے پر بتوں کے تھانوں' پانسے کے تیروں سے پردہ عصمت میں رہنے والا' اہل مکہ اس بے مثل انسان کی صداقت و امانت' اس کے حسن سلوک اور اس کی فضیلت و برکت سے بخوبی واقف تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب وہ کوئی فیصلہ نہ کرپاتے اور ان کی آراء میں التباس واشتباہ پیدا ہو جاتا تو اسی کی طرف رجوع کرتے اور جب کسی بڑے معاملہ میں ان کا آپس میں اختلاف پیدا ہو جاتا تو باوجود نوعمری کے اسی کی رائے اور اسی کے فیصلے کو آخری فیصلہ اور آخری رائے سمجھتے۔ ایک دفعہ بصریٰ کی طرف ایک تاریخی سفر میں حضرت خدیجہ کا تجارتی سامان بھیجے جانے کے لئے تیار تھا۔ اس کی سپرداری کے سلسلہ میں جب آپ ﷺ کا ذکر ان کے سامنے کیا گیا تو انہوں نے آپ کی تعریف کی' آپ کو خوش آمدید کہا اور بھیجنے کا وعدہ کیا۔ نیز پہلے کی نسبت اپنا مال دوگنا کر دیا۔ آپؐ کے ہمراہ اپنا ایک غلام میسرہ بطور خادم اور معاون کے بھیجا اور اسے ہدایت کی کہ وہ آپ کے حالات کا مشاہدہ کرے اور وہ آپ کے جو حالات جاننا چاہتی ہیں ان سے انہیں روشناس کرائے۔ چنانچہ دونوں نے قافلے کے ساتھ کوچ کیا۔ ہر دن میسرہ آپ کی صداقت' حسن سلوک' امانت اور کرامت کے سلسلے میں حیران کن باتیں دیکھتا رہا اور کھانے اور پینے کی چیزوں میں آپ کے دست مبارک کی برکت کے عجائبات' بیع وشراء (خرید وفروخت) کے سلسلہ میں آپ کی ذہانت وفطانت اور آپ کی مشاورت کا مشاہدہ کرتا رہا اور اس بادل کو بھی دیکھتا رہا جو جب آپ چلتے آپ کے پیچھے پیچھے چلتا اور جب آپ بیٹھ جاتے تو وہ آپ کے سر پر

سایہ فگن رہتا اور اس درخت کو بھی اس نے دیکھا جو اپنے تنے سمیت آپؐ پر جھک گیا اور اپنا سایہ آپ کی طرف پھیر دیا اور راہب کی اس حیرت کا بھی اس نے معائنہ کیا، جس نے یہ سارا کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا پھر جس نے اس معزز سائے میں بیٹھنے والے کے بارے میں اس سے دریافت کیا تھا اور اس کا یہ قول بھی سنا تھا۔ **مَا نَزَلَ تحت هذه الشجرة الا نبي۔**

اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے کبھی بھی کوئی نہیں بیٹھا۔

یہ ایام سفر جنہیں میسرہ ہلکے پھلکے، سکون آور اور نفع بخش خیال کر رہا تھا گزرتے چلے جا رہے تھے ان میں دوڑ دھوپ اسے تھکا نہیں رہی تھی اور نہ ان کی راتیں اسے خوفزدہ کر رہی تھیں کیونکہ اس نوجوان کی رفاقت میں جسے مکہ نے الصادق الامین کا نام دیا تھا انس و محبت اور شفقت و رحمت کے موتیوں سے وہ اپنا دامن بھر رہا تھا اور اس نے آپ کو اور آپ سے وہ کچھ دیکھا جس نے اس کو مسحور کر دیا تھا اور اسے ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ آپ ﷺ لات و عزیٰ کی قسمیں نہیں کھاتے تھے جس طرح اہل جاہلیت کھایا کرتے تھے بلکہ اس کے برعکس اپنی تجارت کو رواج دینے کے لئے آپ کاروبار خرید و فروخت میں بالکل قسمیں نہیں کھاتے تھے حالانکہ آپ ﷺ سے پیشتر وہ تاجروں میں بار ہا چڑ چڑاپن (اصرار) اور قسم کھانے کی عادات دیکھ چکا تھا مگر آپ ﷺ اپنے لین دین اور تقاضوں میں بہت فراخدل تھے۔ آپ کی نظریں مسکراہٹوں کے موتی بکھیر رہی ہوتی تھیں اور آپ کی ملاقاتیں فرحت و شادمانی کا سامان لئے ہوئے تھیں، ہر وہ شخص جس کے ساتھ آپ گھڑی بھر بیٹھ جاتے، اس سے ملتے جلتے یا کاروبار تجارت کرتے وہ آپؐ پر فریفتہ ہو جاتا، آپ کا پر سکون جلال (عظمت) وقار بر بادری دلوں کو موہ لیتی تھی۔ آپ کی گفتگو گویا موتی تھے جو ایک ہی لڑی میں پروئے گئے ہوں۔ اس میں بیہودہ گوئی، فحش اور تکبر کا شائبہ تک نہیں ملتا تھا۔

قافلہ جس دن واپس آیا۔ میسرہ اپنی محترمہ و مکرمہ مالکہ کو اس سفر سعید کی کامیابیوں کی خوشخبری سنانے کے لئے پہلے پہل پہنچ گیا۔ سیدہ خدیجہ دیگر عورتوں کے ہمراہ اپنے بالا خانے سے جھانک رہی تھیں اور اس آنے والے کے لئے اپنے دیدہ و دل نچھار کئے ہوئے چشم براہ تھیں۔ وہ آنے والا حضرت محمد ﷺ تھا جو عین نصف النہار کے وقت انہیں نظر آ گیا اور اس قافلہ پر بھی ان کی نظر پڑ گئی جو اس کے پیچھے خراماں خراماں چل رہا تھا۔

کیا آپ اس عالی ظرف ہاشمی نوجوان کو سفر سے اپنے سالم و غانم واپس آنے پر انہیں خوشیاں مناتے دیکھتے ہیں، کیا دگنے نفع کی خبریں سن کر یا اس کی قیمتی پونجی کے بارے میں جان کر جسے وہ لے کر لوٹا ہے آپ انہیں آپے سے باہر دیکھتے ہیں۔ نہیں، نہیں ہرگز نہیں۔

میسرہ سب کچھ انہیں بتا دیتا ہے۔ (۵) اور جو دیکھا سنا نیز نفع، مال، سفر اور اس کے عجائبات

سب کچھ کے بارے میں بیان کرتا ہے مگر خدیجہ کا پاک دل اپنے شعور میں اور ضعیف آنکھ اپنی نظروں میں سوائے اس شخص ﷺ کے کچھ نہیں پاتے جو خراماں خراماں چلتے ہوئے ان کے گھر کے آنگن میں پہنچ پاتا ہے۔ وہ اس فرحت و سرور کے ساتھ ان کا استقبال کرتی ہیں جس سے ان کا روح لبریز ہے۔ اس صحیح و سالم اور بابرکت واپسی پر جس مسرت کا اظہار ان کی طرف سے ہو رہا ہے وہ ان کے سلام و کلام، انداز استقبال اور مبارکباد سے ظاہر و باہر ہے۔ آپ ﷺ بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ مختصر انداز میں اپنے سفر کی خبریں اور نفع تجارت کے بارے میں انہیں بتاتے ہیں اور جو مال اور تجارتی سامان انہوں نے آپ ﷺ کو سونپا تھا وہ آپ ان کے حوالے کرتے ہیں۔ بعد ازاں بغیر کسی تاخیر کے آپ انہیں الوداع کہتے ہوئے چل پڑتے ہیں، مگر آپؐ ان کے احساسات و تصورات کی دنیا میں بس چکے ہیں اور آپؐ کے چلے جانے کے بعد ان کا ہر ہر احساس اور ہر ہر تصور آپ کے قدموں کی ہر ہر چاپ اور آپ کی پرچھائیوں کا ہم سفر اور ہمدم ہے اور وہ تمنا کرتی ہیں کہ آپ کچھ دیر اور ان کے ہاں ٹھہر جاتے اگر حیا مانع نہ ہوتا تو ان کی خواہش یہی تھی کہ وہ یہ پیشکش ان سے کر دیں۔ مگر حضرت خدیجہؓ کا تعلق ایک ایسے خاندان سے تھا جو عزت و شرافت کا بڑا پاس رکھتا تھا۔ اس خاندان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو راست رو تھے۔ دین ابراہیمی علیہ السلام پر گامزن تھے۔ تورات و انجیل کی تعلیمات کی انہیں شدھ بدھ تھی اور وہ اس نبیؑ کی تشریف آوری کے منتظر تھے جس کا زمانہ اب قریب آ گیا تھا۔ بس اب اس کے نور کی کرنیں پھوٹنے والی ہی تھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں نسل اسماعیل علیہ السلام سے بھیجنے والے تھے۔ حضرت خدیجہؓ کے جد امجد کا ایک کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے تبع کے آخری بادشاہ سے بھی ٹکر لے لی تھی اور حجر اسود مکہ معظمہ سے یمن منتقل کرنے کا جو مذموم ارادہ وہ لے کر آیا تھا اس کو ناکام بنا دیا تھا۔ حضرت خدیجہ بڑے عفت و حیا کی مالک تھیں۔ اپنے خاندان قریش اور دیگر قبائل عرب کے برعکس بتوں کی پرستش سے کنارہ کش تھیں جن کے بارے میں انہیں اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے معلوم ہوا کہ وہ کسی نفع نقصان کے مالک نہیں اور بت پرستی سابق دین حنیف جس پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام قائم تھے۔ اس کے برخلاف ایک چیز تھی اور بتوں کا وجود اللہ واحد کی توحید کے قطعی مخالف تھا جس کا درس تورات و انجیل میں دیا گیا تھا چنانچہ وہ اپنے چچازاد بھائی ورقہ کے ہمراہ نبی آخر الزماں کے ظہور کی منتظر تھیں جن کی بشارت تورات و انجیل نے بھی دی تھی۔

ہاں سنو! اب تم اپنے سامنے اس محمد ﷺ امین کو دیکھ رہے ہو جنہوں نے اپنے خلق، اپنی سچائی اور اپنی عظیم و اعلیٰ و ارفع خصائل کے باعث مجالس و محافل مکہ کا رخ اپنی طرف پھیر دیا تھا انہیں آپ کے معاملہ کے متعلق حضرت خدیجہ اور ان کے غلام میسرہ کی باتوں نے مسحور کر دیا تھا

آپ بتوں کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی کسی بت کی قربت کے متمنی تھے۔ جن معبودوں کی وہ پرستش کیا کرتے تھے آپ ان کی پرستش سے مجتنب تھے۔ پھر ایسے قسمیں نہیں کھاتے تھے جیسے وہ لوگ کھاتے تھے۔ گناہ کے کام میں ان کے ساتھ شریک نہیں ہوتے تھے۔ شراب کے عادی نہیں تھے۔ بے حیائی اور فضولیات کے قریب تک نہیں پھٹکتے تھے۔ وہ اپنے دل ہی دل میں یہ سوال کیا کرتیں کہ کیا حضرت محمد ﷺ آخرالزمان نبی ہوں گے کیونکہ سارے کے سارے عابد ان کی بعثت کی نشانیوں کا بار بار تذکرہ کرتے رہتے اور ان کے ظہور کے زمانہ کے قریب آجانے کے بارے میں بھی بتاتے رہتے تھے تو پھر کیا وہی نبی موعود وہ ہیں؟

دن بڑی سست رفتاری کے ساتھ گزر رہے تھے اور وہ ان پر بہت بوجھل تھے اور حضرت خدیجہ ابھی تک اپنے دل میں بار بار اٹھنے والے سوالوں اور اپنی خوش کن امیدوں میں ہی تھیں کہ قضاوقدر نے سب سے بڑا انسان انہیں لا دیا۔ مدتوں بیوہ رہنے اور بغیر خاوند کے زندگی گزارنے کے بعد یقیناً انہیں ایک ایسے غمخوار ومونس کی اشد ضرورت تھی جوان کے لئے سامان سکون مہیا کر سکے اور ان کی ذات میں انہیں ایک حامی وناصر اور معین ومددگار مل جائے، مگر اس معزز خاوند کے حصول کا راستہ کیا ہے؟ وہ اس سلسلے میں کیا کریں اور کیا کہیں اور کس کو اپنا ہم راز بنائیں جو ساری دنیا سے وہ ابھی تک چھپائے ہوئے تھیں۔

ان کی ایک سہیلی نفیسہ منیۃ کی بیٹی ان کی اس پراگندگی افکار، خاموشی وحیرت اور جو کچھ اس معاملہ کے بارے میں وہ اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھیں کو دیکھ پائیں۔ چنانچہ جو کچھ ان کے دل کی گہرائیوں میں موجزن تھا اس کے بارے میں وہ ان سے پوچھ لیتی ہیں۔ پہلے پہل تو خدیجہ اپنے خیالات اور جذبات کے اظہار سے کترائیں، مگر نفیسہ بڑے اصرار اور پیار ومحبت کے ساتھ ان سے گفتگو کرتی رہیں اور ان کی رائے طلب کرتی رہیں۔ ہوتے ہوتے بات حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ علیہ السلام کے بارے میں چل نکلی کہ شادی سے وہ کیوں پہلوتہی کر رہے ہیں اور وہ ان کی منگنی کے لئے کیوں نہیں آئے۔ جیسا کہ باقی تمام سرداران مکہ آتے۔

نفیسہ کہتی ہیں کیا اس سے تو خوش ہو جائے گی۔ کہ حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ منگنی کرنے کے لئے تیرے ہاں تشریف لائیں۔ خدیجہ خاموش رہتی ہیں مگر یہ خاموشی ایسی ہے جو کلام سے بھی زیادہ پر مغز ہے۔ حیاء کی سرخی ان کے چہرے میں بول رہی ہے جو ان کی قیمتی خواہش کی ترجمان ہے۔ (نفیسہ کہتی ہیں اے چچا زاد بہن، عنقریب تیرے لئے وہی کچھ ہوگا جو تو چاہتی ہے (٦)

نفیسہ حضرت محمد ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑی ہوتی ہیں اور آخر کار انہیں پا لیتی ہیں، ان کے ساتھ عمار بن یاسر بھی ہیں وہ شادی سے ان کے اعراض کا سبب پوچھتے ہوئے ان سے محو گفتگو جاتی ہیں

اور حال یہ ہے کہ وہ نوجوانان مکہ کی زینت اور آل ہاشم کے صاحب عظمت سرداروں کی اولاد ہیں۔ مگر معزز نوجوان انہیں جواب دیتا ہے کہ شادی کے لئے میرے پاس کیا ہے؟ نفیسہ ان سے کہتی ہیں اگر اس کی آپ کو کفایت کر دی جائے اور یہ بوجھ آپ کی طرف سے اٹھالیا جائے' اور جمال وشرف کی طرف بلایا جائے تو پھر۔ اس پر آپ ان سے پوچھتے ہیں' وہ کون ہیں جن کے ساتھ شادی کرنے کی تو مجھے دعوت دے رہی ہے وہ کہتی ہیں۔ وہ خدیجہ بنت خویلد خواتین قریش کی سردار ہیں۔ وہ معزز خدیجہ ہیں جن کا کاروبار تجارت آپؐ نے سرانجام دیا اور انہوں نے آپؐ کی شرافت اور فضیلت کو پہچان لیا۔ وہ خدیجہ جن کو اپنے حبالہ عقد میں لانے کی قریش کے بڑے بڑے آدمیوں نے تمنا کی تھی' مگر انہوں نے ان سب سے منہ پھیر لیا' انہیں رد کر دیا وہ آج اپنے آپ کو آپ پر پیش کرتی ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں آپؐ اپنے چچاؤں کو بتاتے ہیں وہ آپ کی خواہش کو پورا کرنے کی بہت جلدی کرتے ہیں۔ حضرت حمزہؓ عباس اور ابوطالب مل کر منگنی کی غرض سے خدیجہ کے گھر جاتے ہیں۔ ابوطالب خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ انہوں نے خطبہ میں جو کچھ کہا وہ یوں ہے' الحمد لله الذی جعلنا من ذریة ابراهیم وزرع اسماعیل و ضئضئی (۷) معد و عنصر مضر' و جعلنا حفظة بیته وسواس حرمه' وجعل لنا بیتا محجوباً و حرما آمنا و جعلنا الحکام علی الناس.

سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کھیتی' معد کی اصل اور مضر کی نسل سے بنایا اور ہمیں اپنے گھر کا محافظ اور اس کے حرم کا منتظم ہونے کا شرف بخشا اور ہمارے لئے ایک ایسا گھر بنایا جس کا حج کیا جاتا ہے اور اسے امن والا حرم بنایا اور ہمیں لوگوں پر حاکم مقرر کیا۔ پھر میرا یہ بھتیجا حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ ایسا ہے کہ اس کے ساتھ اگر کسی کو تولا جائے تو اس کا پلڑا اس پر بھاری رہے گا۔ بےشک اگرچہ اس کے پاس مال کی کمی ہے مگر مال تو زائل ہونے والا سایہ ہے اور تغیرات اور حوادث زمانہ کا شکار ہے۔ حضرت محمد ﷺ جن کی قرابت کو تم پہچانتے ہو۔ انہوں نے خدیجہ بنت خویلد سے منگنی کی ہے اور ان کا مہر میرے مال سے ادا کر دیا ہے وہ خواہ موجل ہو یا معجل اس کے بعد ایک اور بات یہ بھی ہے کہ ان کے لئے بڑی خبر ہے اور ان کا عظیم مرتبہ ہے (۷)

بلاشبہ اس نبی عظیم اور رسول کریم ﷺ کے لئے مناسب فضاء اور ماحول تیار کرنے میں اس ذی عزت وعظمت خاتون کا بڑا عمل دخل ہے۔ انہیں اس سلسلے میں سبقت حاصل ہے اور ان کا اس میں بہت بڑا کردار اور بڑا اثر ونفوذ ہے۔ انہوں نے آپ کو صرف اپنی ذات میں ہی نہیں لگائے رکھا اور نت نئے مطالبات کر کے انہیں تنگدل نہیں کیا۔ ان کے پہلو میں آپؐ کے کم رہنے سے وہ

دل برداشتہ بھی نہیں ہوئیں اور آپ کی طرف سے گھر کی ساری ذمہ داری اٹھائی اس طرح طلب معاش سے انہیں بے نیاز بنا دیا تا کہ اپنی خلوتوں اور جلوتوں اور عبادت گزاریوں میں وہ اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ رہیں' جب کبھی بھی آپؐ ان کی طرف واپس آتے تھے تو وہ ان کی حوصلہ افزائی کرتیں اور بڑے صبر و حوصلے صداقت اور اعتماد کے ساتھ جس قدر بھی خوراک کی آپ کو ضرورت ہوتی آپ کے لئے تیار کرتیں اور اپنے پہلوئے دل میں بڑے رقیق' اعلیٰ وارفع اور امنڈتے ہوئے احساس و جذبات رکھتے ہوئے ہمیشہ آپ کے پہلو بہ پہلو رہتیں۔ حتیٰ کہ ان خوف کی گھڑیوں میں بھی جب آپؐ وحی الٰہی اور کلمات اللہ سے سرفراز فرمائے گئے ان کا ایک عظیم طرز عمل اور ان کی طرف سے ایک بڑی مدد اور سہارا سامنے آیا۔ انہوں نے آپ کی گھبراہٹ کو دور کیا اور آپؐ سے خوف کو زائل کرنے کی کوشش کی اور اپنی یہ مشہور بات کہی **کلا ابشر' فو اللہ لا یخزیک اللہ ابد و اللہ انک لتصل الرحم' تصدق الحدیث و تحمل الکل' و تکسب المعدوم' و تقریٰ الضیف و تعین علی نوائب الحق.**

ہرگز نہیں' خوش ہو جائیے' خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا' بخدا آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں' سچ بات کہتے ہیں' دوسروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' نادار کے لئے کمائی کرتے ہیں' مہمان کی ضیافت کرتے ہیں اور حق کی باتوں پر مدد کرتے ہیں (۹)

بے شک یہ ایک عظیم عورت کے عظیم کلمات ہیں اور ایک دانشمند اور عقلمند عورت کا بڑا بہادرانہ طرز عمل ہے۔ انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ سے جو کچھ سنا یا دیکھا اس پر صرف آپ کی مدد کرنے اور آپ کو اس پر ثابت قائم رکھنے پر ہی اکتفا نہیں کیا' بلکہ انہیں اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور غار حرا میں اپنی موجودگی کے دوران فرشتے کے اچانک حاضر ہونے اور زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ آپؐ نے سنا یا دیکھا اور پہلی ملاقات کے سبب جو تکلیف آپؐ نے محسوس کی یہ سارا کچھ آپؐ نے ان سے بیان کیا۔ حالانکہ یہ بعثت انبیاء علیہم السلام کا درمیانی وقفہ تھا۔ یہ سن کر ورقہ نے کہا اے بھتیجے خوش ہو جائیے۔ یہ وہی فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اتارا تھا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب تمہاری قوم تمہیں مکہ سے نکال دے گی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے بڑی حیرانگی اور تعجب کے انداز میں کہا۔ ''او مخرجی ہم '' کیا وہ مجھے نکالنے والے ہیں؟''

ورقہ نے جواب دیا'' ہاں ہرگز ہرگز کوئی نبی بھی نہیں لایا اس کی مثل جو آپؐ لائے ہیں مگر اس کے ساتھ دشمنی کی گئی اور اگر تمہارا وہ دن مجھے پالے جس دن تمہیں نکالا جائے گا تو میں تمہاری پختہ مدد کروں گا۔ (۱۰) اس بارے میں ڈاکٹر بنت الشاطی کہتی ہیں۔ '' کیا ان کے علاوہ کسی اور

بیوی کے بس میں تھا کہ وہ غار حرا سے اٹھنے والی اس تاریخی دعوت کا اس طرح سامنا کرے جس طرح انہوں نے اس کا ایک ناصح کی سی شفقت' بے پایاں مہربانی اور مضبوط ایمان کے ساتھ کیا پھر لطف یہ کہ آپ کی صداقت میں ذرہ بھر بھی شک ان کے دل میں پیدا نہیں ہوا یا اس بات میں ان کا یقین ذرا بھی متزلزل نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا کریں گے اور کیا خدیجہ جیسی دولت مند' خوشحال اور پر از نشاط زندگی والی کسی دیگر خاتون کی یہ طاقت تھی کہ وہ طرح طرح کی سخت تکالیف اور قسم قسم کے ظلموں کے باوجود خوشی خوشی اس آرام اور خوشحالی سے دستبردار ہو جائے جس سے وہ مانوس ہو۔ صرف اس چیز کے لئے جس میں وہ ایمان رکھتی ہو کہ یہ حق ہے' ہرگز نہیں' بلکہ وہ اکیلی ہی ایسی تھیں' جن کو قضاء و قدر نے صرف اس لئے تیار کیا تھا کہ ایک ایسے شخص کی رفیقہ حیات بنے جسے نبوت کا وعدہ دیا گیا تھا۔ ایک در یتیم کی مونس و غمخوار بنے' ایک ہیرو میں روح پھونکنے والی بنے' مجاہد کی پناہ گاہ اور اس کا سامان سکون بنے اور نبی مبعوث کے لئے اعتماد' تسلی و طمانیت اور امن و سلامتی کا سامان بنے یہ اس کے علاوہ اور کسی خاتون کے بس میں نہ تھا' ابن اسحاق کہتے ہیں کہ کفار کی طرف سے انکار اور اپنی تکذیب جیسی ناپسندیدہ باتیں سن کر جب آپ ﷺ مغموم ہو جایا کرتے تھے تو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذریعے ہی اپنا غم غلط کیا کرتے۔ جب آپؐ ان کی طرف واپس آتے تو وہ ان کی توثیق و تائید فرماتیں۔ ان کا غم ہلکا کرتیں اور ان کی تصدیق کرتیں' اور لوگوں کا معاملہ ان پر آسان بناتیں' ہمیشہ ایسا کرتی رہیں یہاں تک ان کی وفات ہو گئی (رضی اللہ عنہا) (۱۱) سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے دل مبارک پر غموں کے بوجھ کو ہلکا کیا کرتیں اور رنجوں کو دور کرتیں۔ (۱۲) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذہانت و فطانت سے نوازا تھا اور انہیں شفقت و نرمی عطا کی تھی' مگر اس سب کچھ کے باوجود وہ خود بھی کفار کی اذیت سے محفوظ نہ رہ سکیں اور مشرکین کی شرارتوں سے نجات نہ پا سکیں۔ بلکہ ان کی طرف سے سختی اور شدت سے انہیں بھی حصہ ملا اور ان کی شرارتوں نے ان کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ آپ بھی مسلمانوں کے ہمراہ شعب ابی طالب میں نظر بند ہوئیں۔ کفار تو بس یہی چاہتے تھے کہ ایسی شدید جنگ کے شعلے بھڑکا دیئے جائیں جس میں رحم نام کی کوئی چیز نہ ہو اور اس کے سوا انہیں کچھ اور منظور ہی نہ تھا۔ قریش کے لئے یہ لازم قرار دے دیا گیا کہ وہ بنی ہاشم کا مقاطعہ کریں' نہ ان سے کوئی خرید و فروخت کریں' نہ ان میں شادی بیاہ کریں' نہ کبھی کسی قسم کی کوئی امداد انہیں دیں اور نہ ہی کھانا پینا انہیں پیش کریں' حتیٰ کہ یہ سارے کے سارے بھوک و پیاس سے مر جائیں یا حضرت محمد ﷺ کو معاذ اللہ قتل و ہلاک کرنے کے لئے ان کے حوالے کر دیں۔ اکابرین مکہ میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جس نے اس عہد نامے سے موافقت نہ کی ہو بلکہ وہ سارے کے سارے اس کی

تمام شقوں سے راضی اور متفق تھے۔ اس کے سب سرداروں اور روساء نے اس پر دستخط کر دیئے تھے پھر ظلم وسرکشی میں حد سے بڑھتے ہوئے اسے وسط کعبہ میں آویزاں بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کا شعب (گھاٹی) میں محاصرہ کر لیا گیا اور قریش نے ان سے مقاطعہ کر لیا۔ حتیٰ کہ بھوک نے انہیں نڈھال کر دیا اور پیاس نے انہیں ہلاکت کے قریب لا کھڑا کیا۔ یاس و قنوطیت ان پر چھا گئی۔ (۱۳) حضرت خدیجہ بھی اس سخت کڑی آزمائش میں جناب رسول اللہ ﷺ کے شانہ بشانہ رہنے میں کسی سے پیچھے نہ رہیں اور اس عظیم امتحان میں انہوں نے ان کے ساتھ پورا پورا حصہ بٹایا اور وہ اس گھاٹی کے اندر آپؐ کے ہمرکاب رہیں، وہ ایسے ہی بھوکی رہتی تھیں جیسے دیگر مسلمان اور اسی ہلاکت، عذاب، سختی وشدت کا انہیں بھی سامنا تھا جو دیگر مسلمانوں کو تھا، حالانکہ وہ تو شرفاء کی نسل سے تھیں اور پروردہ نعمت تھیں۔ انہوں نے ایسی سختی اور ایسی شدت کبھی دیکھی تک بھی نہ تھی اور نہ ہی ان کے لئے یہ ممکن تھا کہ وہ اس جیسی مصیبت پر صبر کر سکتیں یا یہ مشقت برداشت کرتیں اور پھر اس پر طرّہ یہ کہ ان کی عمر ساٹھ برس یا اس کسے کچھ زیادہ ہو چکی تھی، مگر انہوں نے یہ ٹھان لی کہ ہر حال میں محمد نبی ﷺ کی مدد کریں گی اور اپنے خاوند جو اللہ کے رسول ہیں، کی پشت پناہی کریں گی۔ خواہ کتنی قدر ہی قربانی کیوں نہ دینا پڑے۔ یہ محاصرہ تقریباً تین سال تک جاری رہا اور اس دوران آپؓ ہی سب لوگوں سے بڑھ کر قوی ایمان والی، سب سے بڑھ کر پختہ ارادہ والی، یقین کے لحاظ سے کامل ترین، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے سب سے بڑھ کر قریب، قربانی پیش کرنے پر سب سے زیادہ قدرت رکھنے والی اور مصیبت پر سب سے زیادہ صابر ثابت ہوئیں تو یہ ایک حقیقت ہے جس میں کچھ شک نہیں کہ سیدہ خدیجہ جناب رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے جو انعامات تھے ان میں سے سب سے عظیم انعام تھیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے عربوں کو دعوت اسلام دینے کے سلسلے میں جس مشکل کام کی ذمہ داری آپ ﷺ پر ڈالی تھی اور جو بھاری بوجھ آپ ﷺ سے اٹھوایا تھا اس کو آپ ﷺ پر ہلکا بنانے کے لئے انہیں کو تیار کیا تھا۔ وہ آپ ﷺ کو ثابت قدم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتیں۔ آپ کی غمخواری کرتیں، آپ کی مدد کرتیں، آپؐ کے ارادہ کو پختہ بناتیں، آپؐ کے دل میں امیدوں کو اجاگر کرتیں۔ حتیٰ کہ آپؐ نے اپنا حق رسالت ادا کر دیا اور اللہ کی امانت پہنچا دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ کی زوجیت میں دے کر اپنے نبی ﷺ پر بڑا احسان فرمایا اور جس وقت وحی آپؐ سے کچھ وقت کے لئے منقطع ہو گئی اور آپؐ نے یہ خیال کیا کہ شاید اب کبھی بھی آپ کی طرف وحی نہیں آئے گی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو چھوڑ دیا ہے اور ان سے ناراض ہو گیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بڑے اور عمدہ اور خوبصورت انداز میں تسلیاں دیں اور آپ ﷺ پر اپنے جن انعامات کا ذکر کیا، ان میں سے ایک

یہ انعام بھی آپ کو یاد دلایا جو حضرت خدیجہ کی صورت میں تھا۔ جنہوں نے اپنے مال کے ذریعے آپ کو طلب معاش سے بے نیاز کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دینے کے لئے فراغت کے حالات آپ کے لئے مہیا کئے تھے تا کہ آپؐ اپنا پیغام لوگوں تک پہنچا سکیں' اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں۔ والضحیٰ واللیل اذا سجی' ماودعک ربک وما قلیٰ ولآخرۃ خیرلک من الاولیٰ'' ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ'' الم یجدک یتیما فاوی ووجدک ضالا فھدی ووجدک عائلا فاغنی.

اور چاشت اور رات کی قسم جب وہ چھا جائے۔ تمہارے رب نے تمہیں نہ تو چھوڑا ہے اور نہ ہی تم سے تنگ دل ہوا ہے اور تمہاری پچھلی زندگی پہلی سے بہتر ہے۔ عنقریب تمہارا رب تمہیں اپنا لے گا اور تم راضی ہو جاؤ گے کیا تمہیں یتیم نہ پایا پھر پناہ دی اور تمہیں اپنی محبت میں وارفتہ پایا' پھر راہ دی تمہیں مفلس پایا پھر غنی کر دیا۔

جب معاملہ اس طرح ہو تو پھر حضرت خدیجہ آپ کی محبوب ترین بیوی کیوں نہ ہوتیں' جن کا آپؐ بڑی محبت اور پسندیدگی کے ساتھ اکثر ذکر فرمایا کرتے اور اس قدر عالی مقام انہیں دیا کرتے کہ آپ کی دیگر ازواج بھی ان پر غیرت کھانے لگتیں۔ حالانکہ اس وقت ان کی وفات ہو چکی تھی۔ یہ وہ زوجہ تھیں جنہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے شانہ بشانہ سخت ترین حالات کا سامنا کیا اور مشکل ترین صورت حال اور مصائب دیکھے' مگر اس سب کچھ کے باوجود جناب رسول اللہ ﷺ کی اپنے مال اور جان سے مدد کی۔ سخت ترین تکالیف پر صبر کیا مگر ان کے ارادہ میں نہ تو کوئی کمزوری آئی اور نہ ہی وہ نرم پڑیں اور تادم آخر جناب رسول اللہ ﷺ کی ڈھارس بندھواتی رہیں اور ان کے قلب پاک میں امیدوں کا دیا روشن کرتی رہیں اور شدید ترین مشکلات جن پر انہوں نے صبر کیا وہ شعب ابی طالب کا محاصرہ اور ان کی دونوں صاحبزادیوں رقیہؓ اور ام کلثومؓ کو ابولہب کے دونوں بیٹوں کی طرف سے طلاق کا ملنا تھا جس کا حکم ان کے باپ ابولہب نے جناب رسول اللہ ﷺ سے مکہ میں شدت کرنے اور آپ کو تکلیف دینے کی غرض سے انہیں دیا تھا۔ (۱۴)
جناب جبریل علیہ السلام ان کے لئے بانس سے بنے ہوئے محل کی خوشخبری لے کر آئے جس میں نہ تو شور ہو گا اور نہ تکان ہو گی' یہ ان کے صبر اور جہاد اور اپنے دین میں مخلص ہونے کی جزا تھی۔

امام بخاری اور مسلم نے اپنی صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا۔ اتی جبریل علیہ السلام الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالہ لا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ خدیجۃ قد اتت و معھا اناء فیہ ادم او طعام او

شراب فاذاھی اتتک فاقرا علیھا السلام من ربھا و منی و بشرھا ببیت فی الجنته من قصب لا صحب فیه ولا نصب. فاخیر الرسول السیدۃ خدیجة بما قال جبریل فقالت. اللہ ھو السلام(١٥)و منه السلام و علی جبریل السلام' جبریل علیہ السلام جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ خدیجہ مکہ سے آ رہی ہیں اور ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں شوربا یا کھانا یا پانی ہے۔ جب وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے رب تعالیٰ کی طرف سے انہیں سلام کہیے اور میری طرف سے بھی اور انہیں جنت میں ایک ایسے گھر کی خوشخبری سنائیے جو کھوکھلے موتی کا بنا ہوا ہے جس میں نہ کسی قسم کا شور ہوگا اور نہ ہی کوئی تکان۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل کا پیغام انہیں سنایا تو وہ کہنے لگیں۔ ''اللہ ہی سلام ہے (یعنی خود بھی سلامت ہے اور دوسروں کو بھی سلامت رکھنے والا ہے'') اور اسی کی طرف سے سلامتی ہے اور جبریل پر سلام ہو۔

یہی بات ان کے مرتبہ اور ان کی عزت و تکریم کے طور پر کافی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ ان کی عمر کچھ اور لمبی کر دیتے اور انہیں اور ڈھیل مل جاتی تو ان کی جن اعلیٰ صفات اور خوبیوں کو لوگ پہچانتے تھے ان سے دوگنا ان پر ظاہر ہوتیں۔ اور انہیں دوام حاصل ہوتا۔ یہ میری طرف سے مبالغہ نہ ہوگا اگر میں یہ کہوں کہ آپ شہیدۂ اسلام ہو کر مریں اور جہاد فی سبیل اللہ کی بھینٹ چڑھیں' کیونکہ جب آپ گھاٹی سے باہر آئیں تو آپ بیمار جسم تھیں' ناتواں و لاغر تھیں اور اس کے بعد بیماری لگاتار آپ کے جسم مبارک کو لگی ہی رہی' ان کی طبیعت کو جھنجوڑتی اور کمزور کرتی رہی اور ان کے پختہ ارادہ کو ضعف پہنچاتی رہی۔ حتیٰ کہ آپ اس حال میں اپنے پروردگار سے جا ملیں کہ آپ پاک و منزہ تھیں' راضی اور مطمئن تھیں۔ چنانچہ بعثت کے دسویں سال رمضان المبارک میں آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اور آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ رحمت نے انہیں ڈھانپ لیا۔ رضائے الٰہی کا ان پر نزول ہوا۔ جناب نبی کریمؐ ان کے پہلو میں بیٹھے ان کی طرف دیکھ رہے تھے' اس وقت ان کا دم واپسیں تھا وہ اپنی بیٹیوں کو الوداع کہہ رہی تھیں۔ حضرت رقیہؓ ان دنوں حبشہ میں اپنے خاوند حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھیں۔ جناب نبی کریم ﷺ نے ان کے باوقار چہرے پر آخری نظر ڈالی۔ ان کی ذات میں گویا تین چیزوں کو آپؐ نے خیر باد کہا۔ ١۔ مشفق ماں۔ ٢۔ صالح بیوی۔ ٣۔ محبوب شریکہ حیات۔ گویا ان کی جدائی سے زندگی کی ساری خوشیاں اور لذتیں چھن گئیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ آپ کی جدائی پر بہت روئے۔ بعد ازاں جناب رسول اللہ ﷺ نے انہیں مقام حجون میں دفن کرنے کا اہتمام فرمایا اور ان کے ساتھ قبر میں اترے۔ پھر اپنے گھر واپس لوٹے تا کہ اپنی تینوں بیٹیوں کے ر نھ اس غم اور

فراق کی شدت اور سختی میں ان کے شریک ہوسکیں۔(۱۶) یہ ہیں حضرت خدیجہؓ جنہیں آپ ﷺ
انتہائی رنج وغم کی حالت میں اپنی آخری آرام گاہ کے سپرد کرتے ہیں، بلاشبہ آپؓ جناب رسول اللہ
ﷺ کے لئے ان سرکش لوگوں کے مقابلے میں جنہوں نے آپ کو تکلیفیں دیں، آپ سے ہنسی
مذاق کیا ایک بڑا سہارا اور بڑی امداد تھیں۔ جب بھی آپ ان لوگوں سے تنگ ہوتے اپنے
گھر تشریف لاتے تو آپ اس عظیم خاتون کو ہنستا مسکراتا اور خوش وخرم پاتے وہ بڑی فرحت وسرور
کے ساتھ آپ کا استقبال کرتیں اور انتہائی مسرت کے ساتھ آپؐ سے ملتیں اور انتہائی شفقت و
محبت کے ساتھ آپؐ سے بغلگیر ہوتیں اور آپ کا غم ہلکا کردیتیں۔ امیدوں سے آپ کو بھر دیتیں،
آپ کی ہمت بڑھاتیں، چنانچہ آپؐ پھر نئے سرے سے اپنے جہاد کا آغاز کرتے۔ ان کے
شیریں کلمات اور ان کی شیریں عبارات کی گونج آپ کے کانوں میں آتی جاتی جو آپ کی حوصلہ
افزائی کرتی۔ آپ کا غم غلط کرتی آپ کی تسلی وتشفی کا باعث بنتی، آپ کے ارادوں کو قوی بناتی،
مشکلات پر صابر رکھتی اور حق پر ثابت قدم رہنے میں آپ کی معین ومددگار بنتی، تو پھر یہ جدائی کیوں
نہ آج آپ پر گراں ہوتی۔ جبکہ آپ انہیں ان کے آخری ٹھکانے کے سپرد کررہے تھے۔ جناب
رسول اللہؐ ان کو اتنا روئے جتنا کبھی بھی کوئی کسی کو نہ رویا تھا۔ وہ بیوی تھیں، محبوبہ تھیں، دوست تھیں،
ماں تھیں (آپ کی اولاد کی) یہ غم کا سال تھا اسی سبب سے اس کا نام ہی ''عام الحزن'' پڑ گیا۔(۱۷)

وہ آپ کی معین ومددگار اور پشت پناہ تھیں، جب لوگوں نے آپ کو جھٹلایا۔ انہوں نے آپؐ
کی تصدیق کی۔ جب لوگوں نے آپؐ سے لڑائی کی۔ انہوں نے آپ کی مدد کی۔ جس دن لوگوں
نے آپ کو محروم کردیا اس دن انہوں نے آپ کو عطا کیا۔ آپ کو کپڑے اوڑھائے اور آپ کی مدد کی
(رضی اللہ عنہا) تادم آخر آپ کی وفادار رہیں، حتیٰ کہ ان کے ساتھ آپ کی محبت پر ام المومنین
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی غیرت کھانے لگیں جن سے ان کی وفات کے بعد آپؐ نے
شادی کی تھی۔ بخاری مسلم وغیرھما نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی انہوں نے
کہا۔ ماغرت علی احد من نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماغرت علی خدیجۃ
و ما رایتھا قط، ولکن کان یکثر من ذکرھا و ربما ذبح الشاۃ ثم یقطعھا اعضاء ثم
یبعثھا فی صدائق خدیجۃ و ربماقلت لہ کانہ لم یکن فی الدنیا امراۃ الاخدیجۃ
فیقول انھا کانت و کانت و کان لی منھا ولد اور مسلم شریف کی روایت ہے و کان اذا
ذبح الشاۃ یقول ارسلوا بھا الی اصدقاء خدیجۃ قالت فاعصبتہ یوما فقلت
خدیجۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی قد رزقت حبھا (۱۸)

میں نے جتنی غیرت حضرت خدیجہ پر کھائی، اتنی غیرت کبھی بھی جناب نبی کریمؐ کی بیویوں

میں سے کسی پر نہیں کھائی۔ حالانکہ میں نے ان کو بالکل دیکھا تک بھی نہ تھا، مگر جناب نبی کریم ﷺ ان کا کثرت سے ذکر فرماتے، بعض اوقات بکری ذبح فرماتے گوشت کے ٹکڑے کرتے، پھر حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیجتے۔ اکثر اوقات میں آپؐ سے کہتی کہ یوں لگتا ہے گویا دنیا میں سوائے خدیجہ کے کوئی عورت ہے ہی نہیں تو آپ فرماتے نہیں وہی تھیں وہی تھیں ان سے میری اولاد بھی ہوئی ہے جب آپ بکری ذبح کرتے تو فرماتے اسے خدیجہؓ کی سہیلیوں کو بھیجو عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک دن اس بات نے مجھے ناراض کر دیا۔ میں نے کہا کیا خدیجہ کی سہیلیوں کی طرف؟ تو جناب رسول اللہؐ نے فرمایا۔ ہاں، مجھے ان کی محبت عطا کی گئی ہے، مجھے تو ایسا کرنا ہی ہے اور ان سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا ذكر خديجة لم يكن يسأم من ثناء عليه واستغفار، فذكرها ذات يوم فاحتملتنى الغيرة فقلت لقد عوضك الله من كبيرة السن قالت فرايت النبى صلى الله عليه وسلم غضب غضبا شديدا و سقطت من جلدى، فقلت اللهم انك اذا اذهبت غضب رسولك عنى لم اعدلذكرها بسوء ما بقيت قالت فلما راى رسول الله صلى الله عليه وسلم مالقيت قال "كيف قلت والله لقد آمنت بى اذكذبنى الناس، و آوتبنى اذرفضنى الناس ورزقت منها الولد و حرمتموه منى قالت رضى الله عنها فعدا وراح على بها شهرا(١٩)

جب جناب رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ کا تذکرہ فرماتے تو ان کی تعریف کرتے کرتے اور ان کے لئے استغفار کرتے کرتے نہ تھکتے۔ ایک دن آپؐ نے ان کا ذکر کیا۔ مجھے غیرت نے ابھارا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے میری صورت میں ایک عمر رسیدہ کا بدل آپ کو دیا ہے۔ کہتی ہیں میں نے دیکھا کہ جناب نبی کریم ﷺ سخت غضب ناک ہو گئے اس سے میری ہمت جواب دے گئی۔ میں نے کہا۔ اے اللہ اگر تو اپنے رسول اللہ ﷺ کا غصہ مجھ سے دور کر دے تو جب تک میں زندہ رہوں گی میں ان کا برائی کے ساتھ کبھی بھی ذکر نہیں کروں گی۔ آپؓ کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے میری حالت دیکھی تو فرمایا یہ کس طرح تو نے کہا ہے؟ بخدا وہ مجھ پر اس وقت ایمان لے آئیں جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا، جب لوگوں نے میرا انکار کیا انہوں نے مجھے پناہ دی۔ ان سے مجھے اولاد عطا کی گئی جبکہ تم اس سے محروم کر دی گئی۔

ایک روز حضرت خدیجہ کی بہن جن کا نام ہالہ تھا تشریف لائیں۔ جناب نبی کریمؐ ان کی آمد سے بہت خوش ہوئے۔ ان کی آواز سیدہ خدیجہؓ کی آواز سے بہت ملتی جلتی تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت غیرت آئی۔ کہنے لگیں۔ وما تذكر من عجوز من عجائز

قریش حمراء الشدقین هلکت فی الدهر بدلک الله خیرا منها۔

قریش کی بوڑھی عورتوں میں سے ایک بوڑھی عورت کا آپ کیا تذکرہ کرتے ہیں جو سرخ باچھوں والی تھیں۔ زمانے کے ہاتھوں ہلاک ہوگئیں' اور ان کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہتر بدل دی ہے۔

اب سچی وفا اور خالص محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ باوجود آپ کی حضرت عائشہ کے ساتھ محبت کے جو آپ کی نوخیز' شریف الاصل اور اعلیٰ خاندان بیوی تھیں آپؐ نے سیدہ کریمۃ خدیجہؓ کے حق میں کبھی بھی ان کا کوئی کلمہ یا مذاق برداشت نہیں کیا۔ اسی سبب سے آپؐ ناراض ہوگئے تھے اور اس عظیم عورت سے وفاداری اور عزت افزائی کے پیش نظر درج ذیل جواب دیا۔

لا واللہ ما ابدلنی اللہ خیرا منھا 'نہیں بخدا اللہ تعالیٰ نے ان کی بہ نسبت مجھے بہتر بدل عطا نہیں فرمایا۔

لقد آمنت بی حین کفر بی الناس' بے شک وہ مجھ پر ایمان لائیں جب کہ لوگوں نے میری تکفیر کی۔

وصدقتنی حین کذبنی الناس 'انہوں نے میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا۔

وواستنی حین حرمنی الناس 'انہوں نے میری ہمدردی کی جب لوگوں نے مجھے محروم کردیا۔

ورزقنی اللہ منھا ولدا ولم یرزقنی من سواھا' ان سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد دی جب ان کے علاوہ کسی اور بیوی سے نہیں دی۔ (۲۰)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی پہلی ماں خدیجہ الکبریٰ پر رحم فرمائے۔ ان سے راضی ہو اور انہیں اطمینان نصیب کرے اور جنت الفردوس میں ان کا ٹھکانہ سب سے اعلیٰ وارفع بنائے' اور ان کو ہمیں متقیوں کے سردار' نبیوں کے خاتم حضرت محمد ﷺ کے ساتھ اور تمام نبیوں' صدیقوں' شہیدوں اور صالحین کے ساتھ قیامت کے دن ان کی منازل میں جمع فرمادے۔ (آمین) کتنا ہی اچھا ہے' ان کا ساتھ' اور ہمیں ان کی محبت' ان کا اتباع' ان کی دوستی نصیب فرمائے اور ہمیں انہیں اپنے لئے نمونہ بنانے کی توفیق دے۔

اور یہ کہ ہم ان کے نقوش پا پر چلیں تاکہ ہم صحیح معنوں میں ایک اچھی امت ثابت ہوں جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے۔ **و کفی باللہ وکیلا** (اور اللہ ہی کافی ہے کارساز)

السیدۃ فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ ﷺ

(خاتون جنت فاطمہ الزہرا جناب رسول اللہ کی بیٹی)

یہ فاطمہ الزہرا ہیں جو محمد بن عبداللہ، اولاد آدم کے سردار اور تمام انبیاء اور مرسلین کے خاتم کی صاحبزادی ہیں۔ ان کی زندگی کی تاریخ، ان کی جدوجہد، ان کا صبر، جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی محبت، ان کی آپ کے لئے غمگساری و دلجوئی، ان کا خاوند، ان کی اولاد یہ ساری چیزیں اس امت کی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں، یہ آپؓ کا ہم پر حق ہے کہ ہم وقتاً فوقتاً اس کی طرف رجوع کریں تاکہ اس ذی عظمت تاریخ کو یاد رکھیں اور اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی اس معطر سیرت کے مطالعہ کے صدقے ہم اپنے نفوس کو جلا بخشیں اور انہیں پاک کریں۔ وہ بتول (دنیا سے اعراض کر کے اللہ سے لو لگانے والی) جناب رسول اللہ ﷺ کا پھول ہے۔ وہ رسول کریم اور نبی عظیم کی زوجہ ام المومنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد کی بیٹی ہیں۔ حضرت فاطمہ جناب نبی کریم ﷺ کی بقید حیات رہنے والی اولاد میں سے آخری بیٹی تھیں جو حضورؐ کے وصال کے وقت تک موجود رہیں اور تمام اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپؐ سے ملاقات کرنے والی، مؤمنین کی عورتوں کی سردار، حضورؐ کے چچازاد بھائی سیدنا علی بن ابی طالب کی زوجہ فاطمہ الزہرا بنت رسول اللہ ﷺ تھیں۔ ان کا دادا حضرت عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف تھا۔ وہ دن خاص دن تھا جس دن سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ سیدۃ فاطمہ الزہرا کا رشتہ مانگنے کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

امام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاطمہ کی منگنی کا پیغام دیتے ہیں

عبداللہ ابن بریدہ نے اپنے باپ سے روایت کی۔ ان کے باپ نے کہا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت فاطمہؓ کا رشتہ مانگا تھا۔ مگر جناب رسول اللہؐ نے فرمایا۔ ابھی وہ چھوٹی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رشتہ مانگا تو آپؐ نے ان کی شادی حضرت فاطمہ سے کر دی۔ (۲۱)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت رسول کریم ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا۔ ان اللہ امر نی ان ازوج فاطمة من علی (۲۲)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضرت فاطمہ کی شادی حضرت علیؓ سے کر

دوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی، ان کے باپ نے کہا۔ قال نفر من الانصار لعلی بن ابی طالب : عندک فاطمة فاتی رسول الله صلی الله علیه وسلم فسلم علیه، فقال صلی الله علیه وسلم ماحاجة علی بن ابی طالب قال یا رسول الله ذکرت فاطمة بنت رسول الله. فقال صلی الله علیه وسلم مرحبا و اهلاً ولم یزدعلها.

انصار کے چند لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ مشورہ دیا کہ اپنے لئے حضرت فاطمہؓ کا رشتہ مانگیں۔ چنانچہ اس مشورہ کے مطابق جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب رسول ﷺ نے فرمایا۔ اے علی ابن طالب کیا حاجت ہے، کیسے آنا ہوا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے فاطمہ بنت رسول اللہ کو یاد کیا۔ جناب نے فرمایا خوش آمدید (تم اپنے گھر والوں میں آئے ہو) اور اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔

اب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کے اس قبیلہ کے پاس گئے۔ جو ان کا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا کیا خبریں ہیں، فرمایا میں اور تو کچھ نہیں جانتا، مگر آپ نے مجھے صرف اتنا فرمایا۔ ''مرحبا و اھلاً'' تو انہوں نے کہا، جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تمہیں یہ کافی ہے۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے تمہیں اپنی (بیٹی) عطا کر دی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تمہیں کشادگی اور فراخی بھی دے دی ہے۔ (۲۳)

حضرت زہرا کی سیدنا علی کے گھر رخصتی

اب حضرت علی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر تیار کیا۔ تاکہ اس میں اپنی دلہن کا استقبال کر سکیں۔ اس رشتہ سے اولاد عبدالمطلب بے حد خوش ہوئی اور اسی طرح تمام مسلمانان مہاجرین و انصار میں بھی خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ اے علی شادی کا ولیمہ تو ضرور ہونا چاہئے۔ سید فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک مینڈھا تھا۔ نیز قبیلہ انصار کے لوگوں نے ان کے لئے کئی سیر مکی جمع کر دی۔ جب شادی کی پہلی رات آئی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا۔ تم ان سے اس وقت تک بالکل کوئی بات نہ کرنا جب تک کہ تم دونوں مجھ سے نہ مل لو۔ (۲۴) چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایا۔ اس سے وضو فرمایا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر انڈیل دیا۔ پھر فرمایا۔ اللهم بارک فیهما و بارک علیهما، و بارک فی شبلهما (۲۵)

اے اللہ ان دونوں میں برکت دے، ان دونوں پر اپنی برکت نازل فرما اور ان دونوں کی

اولاد میں بھی برکت دے۔

اسماء بنت عمیس سے روایت ہے وہ کہتی ہیں۔ کنت فی زفاف فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما اصبحنا جاء النبی صلی الله علیه وسلم الی الباب فقال یا ام ایمن ادعی لی اخی قالت هو آخوک و تنکحه ابنتک قال نعم یا ام ایمن.

میں فاطمہ بنت رسول اللہ کی رخصتی کے وقت ان کے ساتھ موجود تھی۔ جب ہم نے صبح کی۔ جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے دروازے پر تشریف لائے۔ فرمایا۔ میرے بھائی کو میرے پاس بلایئے عرض کی وہ آپ کے بھائی ہیں اور آپ اپنی بیٹی کا ان سے نکاح کرتے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں اے ام ایمن، اس نے کہا کہ جب عورتوں نے جناب نبی کریمؐ کی آواز مبارک سنی۔ (۲۶) تو وہ چھپ گئیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ایک طرف ہو گئیں۔ میں بھی ایک کونے میں چھپ گئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے، نبی کریم ﷺ نے ان پر پانی چھڑکا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔ پھر فرمایا۔ فاطمہؓ کو بلایئے۔ وہ حیا کی وجہ سے شرماتی شرماتی حاضر ہوئیں۔ (۲۷) جناب نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا۔ حوصلہ کیجئے۔ میں نے ترا نکاح اس شخص سے کیا ہے جو میرے اہل بیت میں سے مجھے سب سے زیادہ پیارا ہے۔ (۲۸) پھر جناب نبی کریم ﷺ نے ان پر پانی چھڑکا اور ان کیلئے دعا فرمائی۔

اسماء کہتی ہیں کہ بعد ازاں جناب رسول اللہ ﷺ واپس لوٹے، آپؐ نے اپنے سامنے پرچھائیاں دیکھیں، فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کی، میں ہوں، فرمایا اسماء بنت عمیس، تو میں نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ ﷺ فرمایا۔ تم فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ (جس کی تم عزت کرتی ہو) کی شادی سے آ رہی ہو۔ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ نے میرے لئے دعا فرمائی۔ (۲۹) چنانچہ یہ شادی خانہ آبادی کم سے کم لاگت معمولی بوجھ اور بڑی آسانی اور سہولت کے ساتھ تکمیل پذیر ہوئی اور اس کے لئے اسے جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عطا شدہ برکت ہی کافی رہی۔ دلہن فاطمہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اور ان کے جسم کا ٹکڑا ہیں، اور تمام لوگوں سے بڑھ کر ان کو محبوب ہیں اور یہ وہی ہیں جنہیں آپؐ نے اپنی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے یہ خوشخبری سنائی تھی کہ وہ دنیا اور آخرت میں مؤمنین کی عورتوں کی سردار ہیں۔ (۳۰) رضی اللہ عنہا)

حضرت فاطمہؓ کا جہیز

دیکھئے اور سنئے زہرا بنت محمد ﷺ کا جہیز کیسا تھا۔ (۳۱) وہ حضرت محمد ﷺ جو ساری مخلوق کے سردار ہیں، عطاء بن السائب نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت کی انہوں نے فرمایا۔ جہیز رسول اللہ ﷺ فی خمیل (۳۲) و قربة وو سادة حشوها اذخر (۳۳)

جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ کو جہیز میں ایک جھالردار کپڑا' مشک' ایک تکیہ جس کی بھرتی خوشبودار گھاس (۳۴) سے تھی عطا کئے اور ایک اور روایت میں جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں یوں آیا ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما زوجه فاطمة بعث معها بخميلة ووسادة من آدم حبشوهاليف رحيين و سقاء جرتين کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ کی شادی کی۔ تو ان کے جہیز میں ایک جھالردار چادر' چمڑے کا ایک تکیہ جس کی بھرتی کھجور کی چھال سے تھی' دو چکیاں' ایک مشک اور دو گھڑے بھجوائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی تو جو چیزیں آپ ﷺ نے ان کو بطور ہدیہ دیں ان میں سے ایک کھجور کے بٹے ہوئے پتوں سے بنی ہوئی چارپائی تھی۔ (۳۵) چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ اور ایک مشک تھی۔ (۳۶) راوی نے کہا کہ وہ لوگ وادی رمل کی چھوٹی چھوٹی کنکریاں لائے اور انہیں گھر میں بچھادیا۔

کیا اس سے بہتر کوئی شادی آپ نے دیکھی ہے؟ جو چیز بھی اس میں تھی بڑی سہولت اور آسانی اور خیر و برکت کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اب فاطمہ حضرت محمدؐ کی دختر نیک اختر اپنے اس نئے گھر میں داخل ہوتی ہیں جس میں ریت بچھائی گئی ہے اور اس میں چمڑے کا وہ تکیہ موجود ہے جس کی بھرتی کھجور کی چھال ہے۔ سبحان اللہ۔

خاوند کے گھر میں آپ کی زندگی

حضرت امام علی کرم اللہ وجہہ فقیر تھے کوئی چیز نہیں رکھتے تھے۔ ان کی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی بہت سارے پہلوؤں کے لحاظ سے بہت مشکل تھی۔ حضرت فاطمہؓ جسمانی ساخت کے لحاظ سے بہت کمزور تھیں کیونکہ شعب میں محاصرہ کے دوران انہیں بہت بھوک و پیاس اور محرومی برداشت کرنا پڑی۔ جب وہ لوگ محاصرہ سے نکلے اور مکہ معظمہ واپس لوٹے تو بھی برابر مشقتوں اور مشکلات کا سامنا رہا آئے دن قریش کی اذیتوں کا سامنا کرنے میں اپنے والد گرامی ﷺ کا ہاتھ بٹانے' ننگے پاؤں مدینہ منورہ پہنچیں اور اپنے والد ماجد جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگیں جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے تھے اور دنیا کی کسی چیز کی انہیں پرواہ تک نہیں تھی۔ بس صرف اور صرف مسلمانوں کے حال و احوال کا اہتمام فرماتے اور اپنے اہل

بیت کا خیال رکھتے' پھر اس کے بعد وہ اپنے عالم متقی اور مجاہد خاوند کے پاس آ گئیں جو ایک عاجزانہ اور تواضع والی زندگی پر قانع تھے اور کوئی چیز نہیں رکھتے۔ حضرت فاطمہ بھی اس پر مشقت زندگی میں بڑی خوشی اور اطمینان کے ساتھ ان کی شریک حیات ہو گئیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ امام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس قدر ممکن ہوتا ان کی بہ نفس نفیس مدد فرماتے تھے کیونکہ یہ ان کے مقدور میں نہ تھا کہ وہ کوئی مزدور یا ملازم رکھیں' جو ان کی خدمت کرے۔ وہ چکی پینے کے نشانات جب ان کے نرم و نازک ہاتھوں میں دیکھتے تو ان پر بڑا اثر ہوتا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے ام عبد سے فرمایا۔ کیا میں تمہیں اپنے اور فاطمہؓ کے بارے میں نہ بتاؤں جو جناب رسول اللہ ﷺ کو سب گھر والوں سے بڑھ کر محبوب تھیں۔ وہ میرے پاس تھیں چکی پیستی تھی۔ یہاں تک کہ پیستے پیستے ان کے مبارک ہاتھوں میں نشان پڑ گئے۔ مشک بھر کر لاتی تھیں۔ جس کے نشانات ان کے سینہ مبارک پر بھی نمایاں ہو گئے۔ گھر میں جھاڑو دیتی تھیں۔ یہاں تک ان کی کپڑے میلے ہو جاتے' چولھا جلاتیں۔ حتیٰ کہ کپڑے سیاہی مائل ہو جاتے اور ایک روایت میں ہے کہ روٹیاں پکانے کی وجہ سے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا تھا اور اس سے ان کی صحت کو نقصان پہنچا۔ (۳۷)

اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ "لقد مجلت يدا ى من الرحى اطحن مرة واعجن مرة" (۳۸)

میرے دونوں ہاتھوں کا چمڑا سخت ہو گیا تھا کیونکہ میں کبھی چکی پیستی تھی اور کبھی آٹا گوندھتی۔

امام ذہبی نے اپنی کتاب "سیر اعلام النبلاء" کے حوالہ سے ذکر کیا ہے انہوں نے عمرو بن مرۃ سے یہ حدیث روایت کی ہے عمرو نے ابی البحری سے' ابو البحری نے کہا۔ قال على لامته اكفى فاطمة الخدمة خارجا و تكفيك هى العمل فى البيت والعجن' والخبز والطحن:

امام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تو گھر سے باہر فاطمہ کے کام سرانجام دے وہ گھر کے اندر کے کام میں تیری کفایت کریں گی۔ یعنی گھر کا اندرونی کام کاج وہ کریں گی مثلاً آٹا گوندھنا' روٹی پکانا اور چکی پیسنا وغیرہ وغیرہ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے ایک دفعہ جب کہ کامیاب جنگوں میں سے کسی ایک جنگ میں قیدی جناب نبی کریمؐ کی خدمت میں پہنچے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا" جائیے' ایک قیدی حضورؐ سے مانگئے۔ جس مشکل میں آپ ہیں اس میں وہ تمہارا ہاتھ بٹائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ جو مرتبہ آپ کا ان کے ہاں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں خالی ہاتھ نہیں لوٹائیں گے۔ حضرت زہرا نے اپنے محبوب خاوند کے حکم پر تعمیل کی اور اپنے باپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ جناب نے ان سے پوچھا۔ بیٹی کیسے آنا ہوا' عرض کی ابو میں

صرف سلام کرنے حاضر ہوئی ہوں۔ حیا مانع آیا اپنے والد ماجد سے کچھ نہ مانگ سکیں' اور ایسے ہی واپس آ گئیں۔ جیسے گئی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب ان کے اس معاملے کا پتہ چلا تو ان کے ساتھ ہو لئے اور دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دفعہ بات شروع کی اور حضور ﷺ سے وضاحت کی کہ مال غنیمت میں جو قیدی آپ کی خدمت میں آئے ہیں' فاطمہؓ اپنے لئے ایک عورت ان میں سے آپ سے مانگنے آئی تھیں تا کہ گھر کے کام کاج میں وہ ان کی مدد کر سکے کیونکہ وہ اکیلی اس کام کو پورے طور پر نہیں کر سکتیں مگر شرم کی وجہ سے وہ آپؐ سے نہ مانگ سکیں۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو جو جواب دیا وہ یہ تھا۔ لا واللہ لا أعطیکما وادع اھل الصفة تتلوی بطونھم لا اجد ما انفق علیھم ولکن ابیعھم وانفق علیھم اثمانھم۔

نہیں بخدا میں یہ تمہیں نہیں دوں گا۔ تمہیں دوں اور اہل صفہ کو اس حال میں چھوڑ دوں کہ ان کے پیٹ بھوک کی وجہ سے ان کے جسموں کے ساتھ لگے ہوئے' بل کھا رہے ہوں اور میرے پاس ان پر خرچ کرنے کے لئے کچھ نہ ہو۔ لہذا میں ان کو بیچ کر ان کی قیمت ان پر خرچ کروں گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابوامامہ کی روایت سے حدیث آئی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اصبری یا فاطمة ان خیر النساء التی نفعت اھلھا (۳۵)

اے فاطمہ صبر کیجئے۔ بے شک سب عورتوں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کو نفع دے۔

اب حضرت زہرا اور ان کا خاوند جناب رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو سن کر خوشی خوشی واپس لوٹے۔ کیونکہ ان سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ارادوں کو کون جانتا تھا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ دونوں یہ جانتے تھے کہ آپ ہمیشہ حق ہی کہتے ہیں اور حق ہی کرتے ہیں۔ حضرت فاطمہ کے اپنے والد ماجد سے اس مطالبہ نے آپ کے دل کی گہرائیوں میں اثر کیا۔ چنانچہ شام کے وقت آپ ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ دروازہ کھولا تو کیا دیکھتے ہیں' کہ وہ دونوں سردی سے ٹھٹرے ہوئے ایک لحاف میں سکڑے ہوئے ہیں' اگر اپنے سر کو ڈھانپیں' تو پیر ننگے ہوتے ہیں' اور اگر قدموں کو ڈھانپتے ہیں تو سر ننگا ہوتا ہے۔ محبوب کو دیکھا تو ان کے استقبال کے لئے اٹھنے لگے۔ آپؐ نے ان سے فرمایا۔ اپنی جگہ میں ہی رہو' کیا میں تمہیں اس سے بہتر نہ بتاؤں جو تم نے مجھ سے مانگا ہے۔ ان دونوں نے عرض کی' ہاں کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ ہمیں ضرور بتائیے۔ آپؐ نے ان سے فرمایا یہ چند کلمات ہیں جو جبریل علیہ السلام نے مجھے سکھائے ہیں' تم ہر نماز کے بعد دس دفعہ سبحان اللہ' دس دفعہ الحمد للہ اور دس دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرو اور جب بستر پہ لگو تو تینتیس دفعہ سبحان اللہ' تینتیس دفعہ الحمد للہ اور تینتیس دفعہ اللہ اکبر کہا کرو' بعد ازاں

انہیں الوداع کہا اور چل دے۔ (۴۰)

جناب امام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر بھر یہ کلمات پڑھتے رہے اور فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم کہ جب سے مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمات سکھائے ہیں میں نے ان کا پڑھنا نہیں چھوڑا' ان کے ساتھیوں میں سے ایک نے عرض کی۔ حضرت کیا جنگ صفین کی رات بھی آپ نے ان کا پڑھنا ترک نہیں فرمایا۔ ''فرمانے لگے صفین کی رات بھی میں نے ان کا پڑھنا نہیں چھوڑا۔''

ایک روایت میں آیا ہے۔ ''الا لیلة صفین فانی ذکر تھا من آخر اللیل فقلنھا'' مگر صفین کی جنگ میں مجھے یہ تسبیحات رات کے آخری حصہ میں یاد آئیں۔ میں نے انہیں پڑھ لیا۔

اے میرے سردار اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سچ فرمایا ہے۔ لیست الدنیا لمحمد ولا لال محمد دنیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمدؐ کے لئے نہیں کی۔

آپؐ کی محبوب بیٹی نے ہمیشہ تنگدستی اور عسرت میں زندگی گزاری' کیونکہ آپ کے خاوند کے پاس سوائے شجاعت' علم' ایمان' لگاتار جہاد کی دولت کے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی تھی اور کچھ نہیں تھا۔ آپؓ اس قدر چکی پیستی تھیں کہ ہاتھوں مبارکہ میں ورم آجاتا تھا۔ مشک بھر کے لاتیں یہاں تک کہ اس کے اٹھانے کے اثر سے آپ کا سینہ مبارک سیاہ ہو گیا اور اپنے ہاتھ سے جھاڑو لگاتیں۔ یہاں تک کہ کپڑے گرد آلود ہو جاتے۔ یہ تھی نبی امت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی زندگی اور اس امت کے' شہ سوار اور عالم و فاضل ان کے خاوند کی زندگی' ایسی زندگی اور اس کی پریشانیوں اور گھریلو مشکلات سے اٹھا کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند درجات کے لحاظ سے انہیں اعلیٰ وارفع مقام پر پہنچا دیا۔ بلاشبہ ان کا مقام یہ ہے کہ وہ تمام امت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ بہتر سے بہتر انداز جس کے مطابق حضرت فاطمہ کی زندگی کے بارے میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ بلاشبہ ان کی زندگی ایک سنجیدہ اور مضبوط ارادے والی زندگی تھی۔ یہ وہ زندگی تھی جو اصل' خلق' حسب ونسب کے لحاظ سے معزز ومکرم والدین کی طرف سے سراپا شفقت ورعایت (توجہ' نگران) کا نمونہ تھی۔ وہ جو تمام لوگوں کے ساتھ نیکی اور احسان کیا کرتے تھے اپنی اولاد کے ساتھ ان کا احسان کس قدر ہوگا۔ جب وہ خدا کی مخلوق کے ساتھ مہربانی کرتے تھے تو بھلا اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ ان کی مہربانی وشفقت کس قدر ہوگی' اس معزز گھرانہ کے باسی بھی معزز' ماحول بھی اعلیٰ وارفع تو پھر ان کے کیا کہنے۔ اپنے والدین کریمین کے دولت کدہ میں حضرت زہرا نے وہ کچھ سیکھا جو ان کے علاوہ شہر مکہ کی کسی بچی کو نصیب نہیں ہوا۔

اپنے والدین کے گھرانہ میں انہوں نے قرآنی آیات سیکھیں اور وہ عادات سیکھیں جن کے سہارنے کی ان کے آس پاس بسنے والے لوگوں کی طاقت نہ تھی خواہ وہ عابد ہوں یا غیر عابد مگر

انہوں نے یہ سارا کچھ ایسے ہی سیکھا جیسے ان کے علاوہ دیگر بچیاں جزیرہ عرب کے دارالخلافہ میں سیکھتی ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ہم ان کے بارے میں یہ سنتے کہ وہ غزوہ احد میں اپنے باپ کے زخموں پر پٹی کرتی ہیں اور گھر کا بنانا سنوارنا اکیلے ہی اپنے ذمے لے لیتی ہیں اور کافی عرصہ تک کوئی عورت اس میں آپ کی مدد نہیں کرتی۔ اس سیدہ فاضلہ کی جو اس پاک گھرانے میں پرورش اور نشوونما ہوئی وہ علم وفضل اور علوم قرآنی کے ساتھ مکمل رابطہ اور قرآن کریم کے مقاصد اور مضامین کے عین مطابق تھی اور جس قدر واقعات وحالات کا ہم مطالعہ کرتے ہیں وہ سارے کے سارے چادر والوں میں سے بہتر اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کے ٹکڑے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت پر گواہ ہیں۔ ان کی پرورش ایسی پرورش تھی جو متانت گوشہ نشینی، وقار اور قناعت پر مبنی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہیں یہ یقین ہو گیا کہ وہ ایک ایسی عالی نسب اور بلند پایہ نسل ہیں کہ حوا کی بیٹیوں میں سے کوئی بھی اس کا ہم پلہ نہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس اعزاز اور اس شرف جس کی گرد راہ تک بھی نہیں پہنچا جا سکتا کی کفالت پر یقین کامل کر لیا۔ وہ اپنے فاقوں کے درمیان محض اپنائیت اور بلندی نسبی پر قناعت کا جذبہ لے کر جوان ہوئیں یوں لگتا تھا کہ گویا کہ تمام اولاد آدم وحوا علیہما السلام میں سے اس لحاظ سے وہ الگ تھلگ ہیں۔ یہ نفس قوی ایسے جسم میں سکون پذیر رہا جو جسم اپنی روح کے لئے تنگ تھا۔ بہت کم ہی اس شخص کو راحت نصیب ہوا کرتی ہے۔ جس میں نفس قوی اور جسم ضعیف جمع ہو جائیں کیونکہ یہ ایک ایسا امتزاج ہے جو روح وجسم دونوں کو تھکا دینے والا ہے اور اس کا سہارا سوائے ایک سکون کے اور کوئی نہیں اور وہ سکون راحت ایمان ہے اور حضرت زہرا کی پرورش کے سلسلہ میں یہی توفیق ایزدی میسر تھی، اور یہی ان کا بڑا خاصہ تھا۔ بے شک آپ محنت ایمان پر پروان چڑھیں کیونکہ انہیں جو قوت نفسانی اور لاغری جسم حاصل تھی وہ چیز سید فاطمہؓ کے اخلاق میں ان کے حق پر ثابت قدم رہنے کے لئے ایک قسم کی مدد واعانت تھی جو حق پر ثابت قدم رکھنے کے لئے موزوں ہوا کرتی ہے اور اعانت کو لازم بناتی ہے۔ ایسا حق جس کا صاحب حق یقین رکھتا ہو، اس کی مدافعت کرتا ہو اور مخالفت کے باوجود اس سے پیچھے نہ ہٹتا ہو۔ آپ اپنے والد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی نسبت پر بے حد نازاں تھیں۔ دینداری پر یقین آپ کی فطرت میں شامل تھا۔ بڑے اونچے ارادہ کی مالکہ تھیں۔ کسی بھی معاملہ کے جائزہ لینے میں ذرہ بھر بھی لاپرواہی نہیں برتتی تھیں کچھ طرز ہائے عمل جوان کے بارے مروی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مضبوط ارادہ، پختہ عزم والی اور شریف النفس تھیں۔ اپنے والد ماجد کے ساتھ اپنی نسبت پر انہیں جو فخر حاصل تھا اس کی ایک کڑی یہ تھی کہ اپنی اولاد کے اپنے والد ماجد کے ہم شکل ہونے پر وہ بہت نازاں تھیں اور وہ جب بھی ان کی ناز برداریاں اٹھاتیں اور ان کے

ساتھ کھیل کود کرتیں تو اس کا ذکر ضرور کرتیں۔ اگر کہا جاتا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے نواسے جناب رسول اللہ ﷺ کے ہم شکل ہیں تو اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز انہیں اچھی نہ لگتی۔ دیندارانہ طبیعت انہوں نے اپنے معزز والدین سے ورثہ میں پائی تھی اور ان کے لئے یہی کچھ کافی رہا جو انہوں نے خاتم الانبیاء سے ورثہ میں پایا اور آپ کی قربت اور تربیت سے سیکھا، مگر جو کچھ انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ بنت خویلد اور اپنے نانا خویلد سے ورثہ میں پایا اس نے اس میں اضافہ کر دیا۔ خویلد وہ شخصیت ہیں جو قوم تبع سے تعلق رکھنے والے یمن کے بادشاہ کے سامنے ڈٹ گئے تھے جس نے کعبہ شریف کی بے حرمتی کا ارادہ کیا تھا اور ایسے ہی وہ ورقہ بن نوفل جو اپنی توحید پرستی اور عبادت گزاری کے لئے مشہور تھے۔ حضرت خدیجہ ان کی چچازاد تھیں۔ انہوں نے اپنا سارا وقت تورات وانجیل اور ان دونوں میں نبی آخر الزمان ﷺ کے متعلق جو خوشخبریاں تھیں ان کی چھان بین میں صرف کر دیا۔ وہ وہی ہیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اس وقت نبوت کی خوشخبری سنائی تھی جب آپ اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ کے ہمراہ ان کے ہاں تشریف لے گئے تھے اور جو کچھ آپ نے پہلی دفعہ غار حراء میں وحی آنے پر دیکھا تھا وہ ان سے بیان کیا۔ جس چیز کو وہ احکام دین سے سمجھتی تھیں ان میں وہ گناہ سے بچنے میں بہت احتیاط سے کام لیتی تھیں۔ حتیٰ کہ ہر چیز میں زیادہ احتیاط والی اور محفوظ چیز پر عمل پیرا ہوتی تھیں اور یہی چیز ان کی دینداری کی گہرائی اور صداقت ایمان پر دلالت کرتی ہے۔ اپنی رفتار و گفتار اور کلام میں وہ اپنے والد ماجدؐ کے ساتھ تمام لوگوں سے بڑھ کر مشابہت رکھتی تھیں۔ سیدہ عائشہؓ نے ان الفاظ میں ان کی تعریف بیان کی ہے۔ "ما رایت افضل من فاطمة غير ابيها (۴۱) میں نے سوائے ان کے والد ماجد کے اور کوئی بھی فاطمہ سے افضل نہیں دیکھا۔" جناب رسول اللہ ﷺ کی مرض وفات کے موقع پر حضرت عائشہؓ نے ان کو جب آپ کے پہلو میں بیک وقت روتے اور ہنستے ہوئے دیکھا تو انہیں اس بات سے بڑا اچنبا ہوا کہ وہ بھی دیگر عورتوں کی مانند ہیں۔ بعد ازاں انہیں معلوم ہوا کہ وہ ہنسی اس لئے ہیں، کہ انہوں نے اپنے والد گرامی سے سنا کہ وہ ان کے گھر والوں میں سے پہلی وہ ہوں گی جو ان سے ملاقات کریں گی۔ (۴۲) آپ ایسے مضبوط ارادہ کی مالکہ تھیں جو کبھی کمزور نہیں پڑتا۔ اس کا اظہار اس وقت ہوا جب آپ کی شادی ہوئی اور اس وقت جب آپ نے حضرت سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے بحث کی۔ عورت کے صاحب ارادہ ہونے کی نشانی بعض دفعہ یہ ہوتی ہے کہ وہ خاموش رہتی ہے اور زیادہ کلام نہیں کرتی۔ حضرت زہرا کی بھی یہی عادت تھی کہ جب تک ان سے کچھ پوچھا نہ جاتا وہ نہیں بولتی تھیں۔ وہ جب تک کوئی بات نہ جانتی ہوتیں اس کے بیان کرنے کی جلدی نہ کرتیں چہ جائیکہ وہ بات جسے جانتی بھی نہ ہوتیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی

باتیں فقط وہی ہوتیں جو وہ اپنے والد ماجد سے مسجد اور گھر میں سنا کرتیں۔ اس سے زیادہ بالکل نہ ہوتیں۔ ہم اس بات کو نہیں بھولیں گے کہ حضرت زہرا ابھی تیس سال کی تھیں کہ ان کی وفات ہو گئی۔ جب ان سے اس طرح کی متانت' اس طرح کے یقین' ایسی خودداری اور ایسے ارادہ کا ظہور ہوا' جبکہ وہ ابھی اوائل عمر میں ہی تھیں تو بلاشبہ یہ حقیقت ان کے اندر ایک مخفی قوت پر دال ہے جب بھی مفسرین ان کی اولاد کے اخلاق و عادات اور جو کچھ انہوں نے اس ذی مرتبت میراث سے حاصل کیا اس کو بیان کرنے بیٹھتے ہیں تو اسے ہی اصل بناتے ہیں۔ (۴۳)

آپ کی شخصی علامات (رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاھا)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ لم یکن احد اشبه برسول الله صلى الله عليه وسلم من الحسن بن علي و فاطمة (۴۴)

حضرت حسن بن علی اور فاطمہ سے بڑھ کر کوئی بھی جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتا تھا۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے۔ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ ما رایت احدا اشبه سمتنا و دلا و هديا برسول الله صلى الله عليه وسلم منها فى قيامها و قعودها من فاطمة بنت رسول الله . (۴۵)

میں نے اٹھنے' بیٹھنے میں ہیئت' حسن سیرت طریقہ اور حسن معاملہ کے لحاظ سے فاطمہ بنت رسول اللہ سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔

انہوں نے ان کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے۔ "كانت اذا دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم قام اليها فقبلها و اجلسها فى مجلسه و كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا دخل عليها قامت من مجلسها فقبله و اجلسه فى مجلسها".

جب آپؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں' آپؐ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے' بوسہ دیتے اور ان کو اپنی جگہ میں بٹھاتے اور جب جناب نبی کریم ﷺ ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ احتراماً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوتیں۔ آپ کو بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ میں آپ کو بٹھاتیں۔

اپنے باپ کے نزدیک ان کا مقام و مرتبہ

مسور بن مخرمہ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم فاطمة بضعة (۴۶) منی فمن اغضبها فقد اغضبنی (۴۷)
جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جس نے ان کو ناراض کیا۔ اس نے مجھے ناراض کیا۔ (اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے)

زید بن ارقم سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، فاطمہ اور حسن و حسین (رضی اللہ عنہم) سے فرمایا۔ "انا حرب لمن حاربتم، وسلم لمن سالمتم"
رواہ احمد والترمذی وابن حبان والحاکم و صححاہ (۴۸)
جس سے تمہاری لڑائی ہے میں بھی اس کے ساتھ برسر پیکار ہوں، جس سے تمہاری صلح ہے میری بھی اس کے ساتھ صلح ہے۔ اس حدیث کو امام احمد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور ان دونوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

سیدہ فاطمہ مومنین کی عورتیں کی سردار ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا۔ "خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم غداۃ و علیہ مرط (۴۹) مرجل (۵۰) من شعر أسود، فجاء الحسن بن علی فادخلہ ثم جاء الحسین فدخل معہ ثم جاء ت السیدہ فاطمۃ فادخلھا، ثم جاء علی فادخلہ، ثم قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا"۔

جناب نبی کریم ﷺ ایک صبح نکلے آپ ریشمی یا اونی یا کاٹن کی منقش چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ یہ سیاہ بالوں سے بنی ہوئی تھی۔ حضرت حسن بن علیؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپؐ نے انہیں اس چادر میں داخل کر لیا پھر حسین آئے وہ بھی آپ کے ساتھ اس چادر میں داخل ہو گئے، پھر سیدہ فاطمہ تشریف لائیں آپ نے ان کو بھی اپنے ہاں بلا لیا۔ پھر حضرت علیؓ آئے ان کو بھی آپ نے یہ چادر اوڑھا دی، پھر فرمایا۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا (۵۱)

"اللہ تعالیٰ تو بس یہی چاہتا ہے کہ اے گھر والے کہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی دور کر دے اور تمہیں خوب ستھرا کرے۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا، کہ ایک مرتبہ ہم جناب نبی کریم ﷺ کی سب بیویاں آپ ﷺ کے پاس موجود تھیں، ان میں سے کسی ایک کو بھی آپ نے پیچھے نہیں چھوڑا۔ (یعنی سب آپ کے پاس موجود تھیں) اتنے میں حضرت فاطمہ تشریف لائیں وہ جو چال چل رہی تھیں۔ ان کی چال جناب رسول اللہ ﷺ کی چال سے ذرہ بھر بھی نہیں چوکی

تھی۔ جب آپ ﷺ نے ان کو دیکھا۔ ان کا استقبال کیا' فرمایا۔ میری بیٹی خوش آمدید۔ بعد ازاں انہیں اپنے دائیں طرف یا بائیں طرف بٹھا دیا۔ پھر ان سے سرگوشی کی۔ تو وہ سخت روئیں۔ جب آپؐ نے ان کا جزع فزع دیکھا۔ تو دوبارہ ان سے سرگوشی کی۔ وہ ہنس پڑیں۔ میں نے ان سے کہا۔ اپنے سارے گھر والوں کو چھوڑ کر اپنے راز کے اظہار کے سلسلے میں' جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ ہی کو خاص کیا ہے۔ پھر آپ روتی بھی ہیں عجیب بات ہے۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ اٹھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ سے کیا فرمایا ہے۔ فرمایا میں جناب رسول اللہ ﷺ کا راز افشا نہیں کروں گی۔ جب جناب رسول کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو میں نے ان سے کہا میرا جو حق آپ کے ذمہ ہے وہ براہ کرم مجھ سے بیان کر دیجئے۔ تو اس وقت انہوں نے کہا' ہاں اب میں بتاؤں گی۔ سنو! پہلی دفعہ جس وقت آپؐ نے مجھ سے سرگوشی کی تو آپؐ نے مجھے بتایا کہ جبریل علیہ السلام عموماً سال میں ایک دفعہ میرے ساتھ قرآن کریم کا ورد کیا کرتے تھے' مگر اس دفعہ انہوں نے دو دفعہ ورد کیا ہے۔ مجھے تو یہی لگتا ہے کہ میرا وقت مقررہ قریب آ چکا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہنا اور صبر کرنا۔ بے شک میں تمہارا بہت ہی اچھا پیشرو ہوں۔ انہوں نے کہا۔ میں وہ رونا روئی جو آپ نے دیکھا جب میرا واویلا آپ نے دیکھا اور سنا تو دوبارہ مجھ سے سرگوشی فرمائی۔ فرمانے لگے اے فاطمہ کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو سارے جہان کی عورتوں کی سردار ہو یا آپ نے فرمایا کہ اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔ پس میں وہ ہنسنا ہنسی جو آپ نے دیکھا۔ (اس حدیث پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔ الفاظ مسلم کے ہیں)

رب تعالیٰ کے نزدیک ان کا مرتبہ

حذیفہ سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ میری ماں نے مجھ سے پوچھا کہ تیری جناب نبی کریم ﷺ سے کب ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے کہا کہ اتنے عرصے سے میری آپؐ سے ملاقات نہیں ہوئی میں نے بتایا تو یہ سن کر وہ مجھے گالیاں دینے لگ گئیں اور میرے ساتھ سختی سے پیش آئیں۔

اسی وقت میں نے کہا۔ مجھے چھوڑیئے۔ (اجازت دیجئے) میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ابھی ابھی حاضر ہوتا ہوں۔ نماز مغرب آپ کے ساتھ پڑھوں گا۔ نیز آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ میرے اور میری ماں کے لئے بخشش طلب کریں' چنانچہ میں جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ کے ہمراہ نماز مغرب ادا کی۔ آپ نے مغرب کی نماز پڑھنا شروع کی۔ اتنی دیر نماز میں لگائی کہ عشاء کا وقت ہو گیا۔ آپ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر آپ تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ آپ ﷺ نے اپنے پیچھے میرے

حذیفہ بن الیمان ہے۔ اے حذیفہ کیا بات ہے۔ میں نے آپ ﷺ کو اپنی ماں کی بات بتائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری ماں کو بخشے پھر مجھ سے فرمایا۔ کیا تم نے وہ بادل نہیں دیکھا جو میرے سامنے آیا۔ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ﷺ میں نے دیکھا ہے آپ نے فرمایا۔ وہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا جو اس رات سے پہلے ہرگز زمین پر نہیں اترا تھا۔ اس نے میرے رب سے اجازت طلب کی کہ وہ مجھے سلام کرے اور مجھے یہ خوشخبری سنائے کہ حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ دونوں جہان کی عورتوں کی سردار ہیں۔ (۵۲) اور آپ ﷺ نے فرمایا۔ کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النسئا الامریم بنت عمران و آسیة امراة فرعون و خدیجة بنت خویلد و فاطة بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و فضل عائشه علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام (۵۳)

مردوں میں سے بہت سارے کامل ہوئے ہیں۔ مگر عورتوں میں سے سوائے مریم بنت عمران اور آسیہ 'فرعون کی بیوی' خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمدؐ کے اور کوئی عورت کمال کو نہیں پہنچی۔ اور حضرت عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے سارے کھانے پر ثرید (شوربا جس میں روٹی بھگوئی ہوئی ہو) کی فضیلت ہوتی ہے۔

یہ ہیں سیدہ فاطمۃ الزہرا جناب رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی جن کے ساتھ سیدہ خدیجہؓ حاملہ ہو چکی تھی اور اس وقت آپ اپنی عمر کے پچاسویں سال کو پہنچنے والی تھیں۔ سیدہ فاطمہؓ آپ کی بیٹیوں میں سے چوتھی بیٹی تھیں۔ بے شک ان کی ولادت پر جناب رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے اور ان کی پیدائش اس دن اچھی خوشخبری لانے والی اور نیک شگون تھی اور یہ اس دن ہوئی جس دن قریش نے بیت الحرام کی تعمیر مکمل کی اور ہر سردار نے یہ ارادہ کیا کہ حجر اسود کو اپنی جگہ میں نصب کرنے کا شرف بس اسے ہی حاصل ہو۔ لہذا اس پر ان کے درمیان جھگڑا بپا ہو گیا اور قریب تھا کہ ان میں جنگ چھڑ جائے۔ مگر آخر کار وہ اس شخص کو اس معاملہ میں ثالث مقرر کرنے پر متفق ہو گئے جو اگلے دن سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ حسن اتفاق سے اگلے دن مسجد الحرام میں سب سے پہلے داخل ہونے والی شخصیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے۔ سب سے کہا۔ یہ محمدؐ امین ہیں، ہم ان کو ثالث بنانے پر رضامند ہیں' جب آپ ﷺ کو ان کے اختلاف کا سبب معلوم ہوا تو حکم دیا کہ اس پتھر کو اس چادر میں رکھ دو۔ چنانچہ آپؐ نے اپنی چادر مبارک بچھا دی۔ انہوں نے پتھر کو اس میں رکھ دیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ ہر قبیلے کا سردار چادر کی ایک جانب سے پکڑے اور سب مل کر اس کو اٹھائیں۔ سب نے ایسا کیا۔ جب انہوں نے اس کو اوپر اٹھایا تو آپؐ نے اس

پتھر کو پکڑ کر اپنی جگہ میں رکھ دیا۔ چنانچہ اس طرح اس معاملہ میں ان کا جھگڑا رفع دفع ہو گیا اور فتنہ و فساد کی آگ بجھ گئی۔ (۵۴) آپ ﷺ اپنے دولت کدہ میں واپس تشریف لائے اور آپ نے حضرت خدیجہ کو اس حال میں پایا کہ وہ حضرت فاطمہ کو جنم دے چکی تھیں۔ اس کی خوشخبری آپ کو دی گئی۔ آپ بہت زیادہ خوش ہوئے۔ ان کی اس مبارک اور یمن والی ولادت سے آپ ﷺ نے اچھا شگون لیا آپ کا معزز و باوقار چہرہ خوشی سے دمک اٹھا' ایک ہی دن میں یہ دونوں عظیم واقعات رونما ہوئے۔ یہ شگون لیتے ہوئے کہ یہ ایک دن ماں بنیں گی اور یکے بعد دیگرا اپنی اولاد کا دودھ چھڑائیں گی۔ آپ ﷺ نے ان کا نام فاطمہ رکھا۔ اور ایسے ہی ہوا۔ (۵۵) یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سیدہ فاطمہؓ کا جناب نبی کریم ﷺ کی زندگی مبارکہ میں بڑا کردار (رول) ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دینے میں ان کا بڑا اثر ہے۔ آپ پانچ برس کی ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد ماجد حضرت محمد ﷺ کو رسالت کے لئے چن لیا۔ چنانچہ آپ دعوت الی اللہ کے سائے میں پلی بڑھیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئیں۔ ہمہ وقت آپ کے پہلو بہ پہلو رہیں۔ ہمیشہ آپ ﷺ کی ڈھارس بندھواتی تھیں۔ آپ کے حالات واخبار کا پوری طرح پتہ رکھتی تھیں اور قریش جس رکاوٹ و روگردانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپؐ کے مقابلہ میں آتے تھے آپ اس کے آگے ڈٹ جاتی تھیں ان کی اور ان کی طرف سے جس رکاوٹ روگردانی اور ایذا دہی کا آپ کو سامنا تھا اس سے آپ بہت غمزدہ ہوتیں' آپ کو بڑا دکھ ہوتا اور یہ بات آپ کے دل کو اپنے والد معظم پر رحمت وشفقت سے بھر دیتی وہ آپ کی پشت پناہی کرنے' آپ کے ساتھ مصائب پر صابر رہنے اور آپ کا دفاع کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان مذکورہ بالا مشکلات کا جوں جوں اثر بڑھتا گیا۔ ان کی ذمہ داریاں بھی بڑھتی گئیں۔ جب ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو ان کا بوجھ دگنا ہو گیا اور روز بروز بڑھتا ہی چلا گیا۔ اسی وجہ سے ان کا نام ان کی والدہ کی ماں والا نام رکھا گیا۔ مسلمانوں میں سے وہ کون ہے جو عقبہ بن ابی معیط کے ساتھ ان کے طرز عمل سے ناواقف نہ ہو جبکہ وہ سرکش کافر مذبوحہ جانوروں کی اوجھری آپ کے سر مبارک پر رکھنے کی جرأت کرتا ہے اور آپؐ اس وقت کعبہ کے سایہ میں سر بسجود ہوتے ہیں۔ اس وقت حضرت فاطمہ جلدی کرتی ہیں اور عقبہ کو برا بھلا کہتی ہیں اور اس کی درشتی اور تکبر کو للکارتے ہوئے آپ کے سر مبارک سے اس کو ہٹاتی ہیں لطف یہ کہ ہر شخص جو اس کے ساتھ تھا وہ نبی کریم ﷺ سے مکر کرنے اور تکلیف دینے میں اسی کی تائید کرتا تھا۔ (۵۶) یہ عظیم وجلیل خاتون جس کی ذات سے اسلامی دعوت کی تاریخ کے بہت بڑے حصے کی نمائندگی ہوتی ہے۔ انہوں نے دور رسالت کے سارے واقعات کو اپنی آنکھوں

سے دیکھا اور اس کے ہر ہر حصے کے ساتھ اپنی زندگی کے لمحات گزارے اور ان ذمہ داریوں کے
بوجھ کو جن کو جناب نبی کریم ﷺ اٹھا رہے تھے اور اس کی جن سختیوں پر صبر کر رہے تھے اس کو محسوس
کیا اور جس دن جناب نبی کریم ﷺ کوہ صفا پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکار رہے تھے' اے اولاد
ہاشم' اے عبد مناف کے بیٹے میں خاص طور پر تمہاری طرف اور تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول
ہوں۔ (۵۷) وہ آپ کے کلمات کو قریب سے سن رہی تھیں اور ان کو سمجھ بھی رہی تھیں۔ حضرت زہرا
اس دن بھی آپ کے قرب وجوار میں تھیں جس دن آپ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے اور بیت
اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے۔ اللہ کا دشمن عقبہ بن ابی معیط آپ کے انتظار میں تھا جونہی آپؐ
نے سجدہ کیا وہ خبیث اٹھا اور جناب نبی کریم ﷺ کی گردن مبارک کو اپنے ناپاک قدموں سے
روندا۔ اس کی یہ حرکت جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھی تو اس معلون کو آپؐ سے دفع کیا
اور اپنی یہ مشہور بات کہی۔ **ویحکم اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ** (۵۸) تمہاری خرابی ہو
کیا تم ایسے شخص کے قتل کے درپے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ وہ جو کوئی تکلیف دہ چیز
حالت سجدہ میں آپؐ کے سر مبارک پر رکھتے وہ آپ ﷺ کے سر مبارک سے ہٹاتیں اور انہیں کس
قدر دکھ ہوتا جب وہ دشمنان خدا کو دیکھتیں کہ وہ ان کے والد گرامی رسول کریم ﷺ اور ان کے
رفیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ جو ان کے شانہ بشانہ کھڑے
ہوئے ہیں' آپ کی مدافعت کرتے ہیں پس انہوں نے اسی پاداش میں حضرت ابوبکر صدیق رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کو مارا پیٹا' گالیاں دیں' ان کے جسم مبارک کو زخمی کر ڈالا اور ان کے بال کھینچے ہاں ہاں
وہ اس وقت بھی آپ کے ساتھ تھیں جب آپؐ اپنے زخموں کی وجہ سے تکلیف محسوس کر رہے
تھے۔ ہر مشکل و آزمائش جو آپؐ پر آئی اس میں یہ معزز خاتون آپ کے شانہ بشانہ رہیں' اور ہر
تکلیف جو آپ کے معزز باپ کو پہنچی اس پر وہ روتی تھیں وہ معزز باپ جو ہمیشہ مصائب پر صابر رہ
کر طالب ثواب رہا' انہیں اطمینان دلاتا تھا ان کا غم دور کرتا تھا اور انہیں یہ خوشخبری سناتا تھا کہ بے
شک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے یہ زہرا مبارکہ فی الحقیقت کچھ عرصہ اس قوم کے حصار میں رہیں
جس نے ان کو دکھ میں مبتلا کیا۔ ان کو تکلیف دی اور ان کے دل میں غموں کو گہرا کر دیا۔ خصوصاً
جب کہ بغیر کسی گناہ اور جرم کے انہوں نے اس قوم کی اس قدر دشمنی دیکھی۔ اندرون گھاٹی سیدہ
فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار پڑ گئیں۔ جناب رسول کریم ﷺ کا سارے کا سارا خاندان' قریش کی اس
سنگدلی اور ظلم کا نشانہ بنا ہوا تھا اور اس کی سختی برداشت کر رہا تھا۔ حضرت سیدہ خدیجہ اس چھوٹی بچی
کے بارے میں بہت خائف تھیں' خصوصاً جبکہ ان پر بیماری نے قابو پا لیا۔ مرض بڑھ گئی اور انہوں
نے اپنی موت کو قریب محسوس کیا جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو جناب رسول

اللہ علیہ وسلم بہت غمناک ہوئے اور جدائی کی شدت اور کڑواہٹ اکیلگی کی زیادتی اور مصیبت کے خوف کو محسوس کیا۔ انہوں نے اپنی عظیم بیوی کو الوداع کہا' جس نے ہمیشہ آپ کی مدد کی تھی آپ کی حوصلہ افزائی کی تھی اور غمخواری کی تھی اور وہ بلاشک آپ کی رفیقہ حیات ہونے کے ناطے سے سرچشمہ مہربانی' رحمت اور شفقت تھیں۔ واقعی طور پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس دعوت کی ذمہ داریوں کو اٹھانے میں آپ کے ساتھ ایک موثر اور حقیقی شرکت کی اور آپ کے دکھوں اور غموں سے انہیں بہت بڑا حصہ ملا۔ کیا تمہیں جنگ احد کی عظیم خبر پہنچی ہے جب اس دن یہ مشہور ہو گیا تھا کہ معاذ اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے ہیں۔ مدینہ میں یہ خبر سیدہ فاطمہ اور مومنین کی عورتوں کو پہنچی۔ اس خبر سے سارا مدینہ کانپ اٹھا۔ سیدہ فاطمہ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کیا ہوا اور حقیقت معلوم کرنے کے لئے دوڑ پڑیں جب انہوں نے اپنے والد گرامی کو اس حال میں دیکھا کہ خون ان کے چہرہ مبارک سے بہہ رہا ہے تو آپ کی مدد کرنے میں جلدی کی اور اپنے ہاتھوں سے خون روکنے کی کوشش کی مگر نہ روک سکیں اور ان کے خاوند حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ڈھال کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک پر پانی انڈیل رہے تھے مگر جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ اس طرح اس سے اور زیادہ خون بہتا ہے تو انہوں نے جلدی سے ایک پرانی چٹائی کا ٹکڑا لیا' اسے جلایا یہاں تک کہ وہ راکھ بن گیا پھر اسے زخم کے ساتھ چمٹا دیا' اس سے خون بالکل تھم گیا۔ (۵۹)

حضرت زہرا کی کچھ اور خوبیاں

حضرت زہرا کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت محبت کیا کرتے' ان کی عزت و اکرام کرتے' انہیں دیکھ کر خوش ہوتے وہ سب لوگوں سے بڑھ کر انہیں محبوب تھیں' سب سے زیادہ بڑھ کر آپ کے دل کے قریب تھیں' سب سے زیادہ آپ کے ساتھ لگے رہنے والی تھیں' آپ سب سے جلدی ان کو سمجھنے والے وہ آپ کے مطالب و اغراض کو سب سے جلدی قبول کرنے اور انکی حاجات پر لبیک کہنے والے تھے۔ ترمذی نے روایت کی ہے۔ ان عائشة رضی اللہ عنها سئلت ای الناس کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قالت فاطمة قیل من الرجال قالت زوجها ان کان ما علمت صواما قواما.(۶۰)

کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے کون جناب رسول اللہ کو سب سے زیادہ پیارا تھا۔ فرمایا فاطمہ۔ کہا گیا مردوں میں سے۔ فرمایا ان کا خاوند (علی رضی اللہ عنہ) جیسا کہ

میں جانتا ہوں۔ کہ وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والا اور بہت زیادہ قیام کرنے والا ہے۔

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا "کان احب النساء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمة ومن الرجال علی (۶۱)

سب عورتوں سے فاطمہ آپ کو محبوب ترین تھیں، اور مردوں میں سے علیؓ۔

حضرت فاطمہ لب ولہجہ کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ سچی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ما رایت احدا کان اصدق لھجة من فاطمة الا آن یکون الذی ولدھا (۶۲)

میں نے فاطمہ سے زیادہ کلام میں سچا کوئی نہیں دیکھا۔ سوائے ان کے جنہوں نے ان کو جنم دیا ہے۔

آپؓ کی سیادت وفضیلت میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان میں چند درج ذیل ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا۔ حسبک من نساء العالمین اربع مریم بنت عمران، و خدیجة بنت خویلد و فاطمة بنت محمدؐ و آسیة امراۃ فرعون (۶۳)

تیرے لئے دونوں جہانوں کی عورتوں میں سے چار کافی ہیں۔ مریم عمران کی بیٹی، خدیجہ خویلد کی بیٹی، فاطمہ حضرت محمد ﷺ کی دختر نیک اختر، اور آسیہ فرعون کی بیوی۔

بخاری ومسلم نے اور دیگر محدثین نے حضرت فاطمہ سے روایت کی، انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ اے فاطمہ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو تمام مومنین کی عورتوں کی سردار ہو۔ یا فرمایا کہ اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔ (۶۴)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، عبداللہ نے جناب نبی کریم ﷺ سے روایت کی آپؐ نے فرمایا۔ افضل نساء اھل الجنة خدیجة وفاطمة (۶۵)

اہل جنت کی عورتوں کی سردار خدیجہ وفاطمہ ہیں۔

جناب نبی کریم ﷺ ان کو دیکھے بغیر نہیں رہ سکتے تھے، نہ ہی ان کی ملاقات میں دیر کیا کرتے اور اپنے آپ سے ان کی دوری کو زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اکثر اوقات ان کے ہاں تشریف لے جاتے، ان کے پاس بیٹھتے اور زیادہ دیر بیٹھے رہتے، ان کے معاملات اور کاموں میں ان کے ساتھ شریک ہوتے ان کی اولاد کو ان سے لے کر خود اٹھاتے، ان کے چھپے بھید اور ان کے دل کی باتیں ان سے معلوم کرتے اور اس چیز کے بارے میں ان سے پوچھتے جو ممکن ہے ان کو دکھ دے سکتی ہو یا انہیں تکلیف دے رہی ہو۔ اسامة بن زید کی حدیث سے ترمذی، ابن حبان اور حاکم

نے جو روایت کی ہے اس کے ضمن میں ابو ہریرہ ہم سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ میں جناب نبی کریمؐ کے دولت خانہ میں حاضر ہوا۔ مجھے بتایا گیا کہ آپ سیدہ فاطمہؓ کے ہاں تشریف رکھتے ہیں۔ میں وہاں آپ کے پاس حاضر ہوا جب میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو جناب رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اس وقت آپ اپنی چادر مبارک اوڑھے ہوئے تھے میں نے دیکھا کہ آپؐ اس چادر اور اپنے سینہ کے درمیان کوئی چیز اٹھائے ہوئے ہیں۔ عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ یہ کیا چیز ہے۔ آپ مسکرا دیئے اور فرمایا' یہ دونوں میرے بیٹے حسن و حسین ہیں۔ اے اللہ ان دونوں سے محبت کر اور جوان دونوں سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر" (۶۶) جب جناب نبی کریمؐ حج یا جنگ میں جانے کا ارادہ فرماتے تو مدینہ منورہ سے اس وقت تک نہ نکلتے جب تک آخری دفعہ حضرت فاطمہ سے ملاقات نہ کر لیتے۔ اور جب سفر سے واپس لوٹتے تو سب سے پہلے مسجد میں جاتے دو رکعت نماز پڑھتے پھر اس کے بعد سیدہ فاطمہ کے ہاں تشریف لاتے پھر ان کے ہاں سے اپنی ازواج امہات المومنین کے ہاں تشریف لے جاتے بعض اوقات آپ کی بعض ازواج اس پر کچھ اظہار ناراضگی بھی کرتیں' مگر آپؐ ان سے فرماتے۔ ان فاطمة الزهراء احب اهل بیتی الی (۶۷)

بے شک فاطمہ مجھے اپنے گھر والوں سے زیادہ پیاری ہیں۔

ان کے مناقب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی اولاد حضرت فاطمہ کی اولاد میں ہی محفوظ رکھی اور آپؐ کی نسل کو حضرت فاطمہ کی نسل کی صورت میں باقی رکھا۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے حضور ﷺ کے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو چھوڑ کر وہی اکیلی اس پاک نسل اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے برگزیدہ اولاد کی ماں ہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی نرینہ اولاد زندہ نہیں رہی۔ حضرت قاسم' عبداللہ اور ابراہیم ابھی چھوٹے بچے ہی تھے کہ وفات پا گئے۔ وہ بچپن کے گھیرے سے نکلے ہی نہیں اور نہ ہی سن بلوغت کو پہنچے۔ جہاں تک آپ کی بیٹیوں کا تعلق ہے تو وہ چار تھیں' زینب' رقیہ' ام کلثوم اور فاطمہ الزہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) آپ کی پاکباز بیٹیوں میں سے سوائے زہرا بتول کے کوئی بھی زندہ نہ رہی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے دو معزز نواسے اور دو چمکتے ہوئے روشن پوتے حسن و حسین عطا فرمائے۔ جیسا کہ آپ کو بہادر مجاہدہ' طویل عمر پانے والی فرمانبردار' پاکباز بیٹی سیدہ زینب عطا کی۔ جن کی طرف بڑے مشہور و معروف طرز ہائے عمل منسوب ہیں ان کی لائق ستائش خوبیوں کا ایک سلسلہ ہے۔

حضرت زہرا کی اولاد میں سے سارے کے سارے اہل بیت بڑے معزز و مکرم' ممتاز اور نادر الوجود شخصیات تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ

جناب نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک پر ان کا نام اکثر آیا کرتا تھا اور غالباً ہم اس مخزومی عورت کے واقعہ کو نہیں بھولیں گے جس نے چوری کی تھی اور وہ قریش کے ایک سربرآوردہ اور شریف ترین قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی جب اس کے گھر والوں کو اس عار کا سامنا کرنے کا خوف ہوا جو اس پر چوری کی حد جاری ہو جانے سے اس کا ہاتھ کاٹ دینے کی وجہ سے انہیں پہنچ سکتا تھا تو انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے محبوب اور محبوب کے بیٹے اسامہ بن زید کو جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سفارشی بنا کر بھیجا۔ تاکہ ان کی سفارش سے کم از کم اس عورت کا ہاتھ تو نہ کاٹا جائے۔ جب جناب نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے اپنا مشہور اور زندہ جاوید جواب دیا، جو اس طرح ہے۔ یا اسامة اتشفع فی حد من حدود الله والله لو ان فاطمه بنت محمد سرقت لقطعت یدها (۶۸)

اے اسامہ کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو، بخدا اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتیں تو میں ان کا ہاتھ بھی کاٹ لیتا۔

اچھا نمونہ

جناب نبی کریم ﷺ اہل بیت کی تادیب و تہذیب کا بہت اہتمام فرمایا کرتے تھے تاکہ دنیا کی اس مختصر سی زندگی میں ان کے اہل بیت زہد و تقویٰ کا اعلیٰ نمونہ بنیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ دخل رسول الله صلی الله علیه وسلم علی فاطمة وانا معه و قد اخذت من عنقها سلسلة من ذهب فقالت هذه اهدا هالی ابو الحسن و فقال یا فاطمة ایسرک ان یقول الناس هذه فاطمه بنت محمد و فی جیدها سلسله من نار، جناب رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ کے ہاں تشریف لائے۔ میں اس وقت آپ کے ہمراہ تھا۔ انہوں نے اپنی گردن سے سونے کی زنجیر اتاری اور عرض کی۔ یہ وہ زنجیر ہے جو مجھے حضرت حسنؓ کے باپ نے بطور تحفہ دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے فاطمہ کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ لوگ کہیں کہ یہ فاطمہ بنت محمد ﷺ ہیں اور ان کی گردن میں آگ کی زنجیر ہے۔'' بعد ازاں آپ ﷺ وہاں سے نکلے تو حضرت فاطمہ نے اس زنجیر کے بدلے ایک غلام خریدا اور اسے آزاد کر دیا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ الحمد لله الذی نجی فاطمة من النار (۶۹)

سب تعریفوں کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے، کہ جس نے فاطمہ کو جہنم کی آگ سے بچا لیا۔ یہ ہیں فاطمہ الزہرا جن کا تعارف کسی بیان یا گفتگو کا محتاج نہیں وہ اس سے بلند و برتر ہے۔ ان کے لئے

یہی تعریف کافی ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بیٹی ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں اور ہمارے دو عظیم سرداران حسن وحسین رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں۔ اپنے باپ ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ کو سب لوگوں سے بڑھ کر پیاری ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ "لما ثقل النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعل یتغشاہ لکرب فقالت فاطمة رضی اللہ عنها واکرب ابتاہ" جب جناب نبی کریم ﷺ کے مرض میں شدت پیدا ہوگئی اور تکلیف کا آپ پر غلبہ ہوگیا تو حضرت فاطمہ نے کہا ہائے میرے باپ کی تکلیف، تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ لیس علی ابیک کرب بعد الیوم۔ اے بیٹی آج کے بعد تیرے باپ کو کبھی بھی تکلیف نہیں ہوگی جب آپ کا وصال ہو گیا تو حضرت فاطمہ نے فرمایا۔ یا ابتاہ الی جبریل ننعاہ. اے میرے باپ ہم جبرئیلؑ کو آپ کی وفات کی خبر سناتے ہیں۔ جب آپ کو دفن کیا گیا تو فرمایا۔ اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول اللہ التراب (۷۰) کیا تمہیں یہ بات پسند آتی ہے کہ تم جناب رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالو۔

سیدہ فاطمہؓ کی وفات

وہ باتیں جو سیدہ فاطمہؓ کے بارے میں منقول ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اسماء بنت عمیس سے فرمایا۔ کیا تو نہیں دیکھتی کہ میں کس نوبت تک پہنچی ہوئی ہوں۔ میرا جنازہ نمایاں اور کھلی چارپائی پر نہ اٹھانا۔ عبداللہ بن بریدۃ کی روایت میں ہے کہ آپ نے اسماء سے فرمایا۔ انی لاء ستحی ان اخرج غمدا علی الرجال خلالہ جسمی۔

میں اس سے شرم محسوس کرتی ہوں کہ میں لیٹی ہوئی مردوں کے کندھوں پر اٹھائی جاؤں اور درمیان میں میرا جسم ہو۔"

ام جعفر کی روایت یوں ہے۔ انی استقبح ما یصنع بالنساء یطرح علی المراۃ الثوب فیصفھا جو کچھ عورتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ میں اس کو برا سمجھتی ہوں۔ ایک کپڑا ان پر ڈال دیا جاتا ہے۔ جس سے ان کے اعضاء کا حجم اور وزن واضح طور پر دکھائی دیتا ہے۔ اسماء نے ان سے کہا۔ اے جناب رسول اللہ ﷺ کی دختر نیک اختر ایسا نہیں ہوگا میں ایک ایسا تابوت بناؤں گی جسے میں نے حبشہ میں بنتے دیکھا ہے۔ حضرت فاطمہ نے فرمایا۔ وہ ذرا مجھے دکھائیے تو سہی، اسماء نے کھجور کی ترشاخیں منگوائیں۔ انہیں مہندی کے ساتھ رنگا۔ پھر چارپائی پر تابوت رکھ دیا۔ جب حضرت فاطمہؓ نے اسے دیکھا تو آپ مسکرا دیں۔ (حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی وفات

کے بعد سوائے اس دن کے کبھی بھی آپ کو مسکراتا ہوا نہیں دیکھا گیا تھا) (۷۱) اور اسماء سے فرمانے لگیں۔ ما احسن هذا واجمله تعرف به المراة من الرجل سترک الله کما سترتنی اذامت فغسیلنیی انت وعلی' ولا یدخلن احد علی کس قدر یہ اچھا ہے۔ اور کتنا ہی یہ خوبصورت ہے۔ اس کے ذریعے مرد اور عورت میں تمیز کی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری بھی ایسے ہی پردہ پوشی فرمائے جیسے تو نے میری کی ہے۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو آپ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھے غسل دیں۔ آپ دونوں کے علاوہ میرے پاس کوئی نہ آنے پائے۔ بروز منگل، دس رمضان المبارک ۱۱ ہجری کو آپ کی وفات ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر اٹھائیس برس کی تھی۔ راتوں رات ان کو جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہا نے خود پڑھائی۔ قبر میں بھی سیدنا علیؓ اور فضل بن عباسؓ اترے۔ (۷۲) ''کتاب الذریة الطاهره للدولابی'' میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تین ماہ زندہ رہیں۔ سب سے صحیح ترین روایت زہری کی ہے جو عروۃ بن الزبیر سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ تقریباً چھ ماہ زندہ رہیں۔ بعد ازاں یہ معزز مکرم خاتون جو رب تعالیٰ کے حضور منتقل ہو گئیں اور اپنی پاک روح اس حال میں روح آفرین کے سپرد کی کہ ابھی تک عین عالم شباب میں تھیں بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا بچپنے کی ابتدا تھی۔ تقریباً اٹھائیس برس کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جس ہستی کی وفات پر مسلمان بہت زیادہ غمناک ہوئے وہ آپ ہی تھیں۔ انا لله وناالیه راجعون.

ہمیشہ کی زندگی پانے والوں کی صف میں شامل ہونے والی سیدہ زہرہؓ پر اللہ تعالیٰ کا سلام، صالحین اور پاکبازوں میں ان پر اللہ کا سلام، تا روز قیامت ملاء اعلیٰ کی جماعت میں شامل ہونے والی پر اللہ کا سلام اور نبیوں اور صدیقوں کی رفاقت میں جنت الفردوس میں بسنے والی پر اللہ کا سلام جہاں تک ان کی اولاد کا تعلق ہے تو وہ حسن، حسین، محسن (محسن بچپن میں فوت ہو گئے تھے) ام کلثوم اور زینب ہیں لیث بن سعد نے ایک اور لڑکی رقیہ کا بھی اضافہ کیا ہے، یہ سن بلوغت میں قدم رکھنے سے پہلے ہی وفات پا گئی تھیں۔ حضرت علیؓ نے آپ کی وفات تک دوسری شادی نہیں کی۔ (۷۳)

حواشی

۱۔ آل عمران ۳۳۔۳۴

۲۔ اس حدیث کی روایت ۶ ۲۲۷ نمبر کے تحت امام مسلم نے فضائل کے باب ''فضل نسب النبیؐ وتسلیم الحجر علیہ قبل النبوۃ (نبی کریم ﷺ کے نسب کی فضیلت اور نبوت سے پہلے پتھروں کا آپ کو سلام کہنا) میں روایت کی ہے۔ ۱۷۸۲/۴ اور امام ترمذی نے ۳۶۰۹ ‘۳۶۱۲ نمبر کے تحت مناقب کے باب (ماجاء فی فضل النبی ﷺ (جو کچھ نبی کریم ﷺ کی فضیلت میں بیان ہوا ہے) میں اسے روایت کیا ہے۔

۳۔ پاکیزہ کے نسب کے بارے میں درج ذیل کتب حدیث میں جو کچھ آیا ہے اسے دیکھئے۔ صحیح بخاری‘ کتاب (مناقب الانصار‘ باب مبعث النبی ﷺ (جناب نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بارے) فتح الباری ۱۶۲/۷

سیرۃ ابن ہشام ۱۱۱/۱ اس کے بعد دلائل النبوۃ البیہقی ۱۷۱/۱ میں‘ اس کے بعد الوفا باصول المصطفی ابن جوزی میں ج ا ص ۷۶ امام ذہبی کی سریت نبویہ ص ۱‘ اس کے بعد البدیہ اولنہایہ لابن کثیر ۲۳۵/۲ میں۔

۴۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کے بارے میں درج ذیل کتب حدیث وسیرت کی طرف رجوع کیجئے۔ طبقات ابن سعد (۵۲/۸)‘ سیر اعلام النبلاء (۱۰۹/۲)‘ صفوۃ الصفوۃ (۲/ ۷‘ الاستیعاب ۲۷۹/۴ الاصابہ ۲۸/۴‘ اسد الغابہ (۴۳۴/۵ المعارف (۵۹‘ ۷۰‘ ۱۳۲‘ ۱۵۰‘ ۲۱۹‘ ۳۱۱‘ تھذیب الاسماء واللغات (۳۴۱/۲/۱‘ شذرات الذھب (۱۴/۱‘ تاریخ السلام (۱۴/۱ تاریخ الفسوی (۲۵۳/۳‘ ۲۵۷‘ جامع الاصول‘ (۱۲۰/۹۔ ۱۲۵ المستدرک (۱۸۲/۳۔ ۱۸۶‘ کنز العمال (۶۹۰/۱۳ مجمع الزوائد (۲۱۸/۹۔ ۲۲۵) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نسب درج ذیل کتب میں دیکھئے۔

سیرۃ ابن ہشام (۱۸۷/۱۔ ۱۸۹‘ الطبقات لابن سعد (۱۴/۸‘ المستدرک (۱۸۲/۳‘ دلائل النبوۃ للبیہقی (۶۸/۲‘ ۷۲/۲۸ السیر والمغازی‘ ابن اسحاق ص ۸۲ جناب رسول ﷺ اللہ سے شادی کرنے سے قبل درج ذیل محدثین حضرات نے ان کی پہلی شادیوں کے بارے روایت کی۔ امام بیہقی ''الدلائل‘ ۲۸۳/۷ میں‘ یعقوب بن سفیان ''المعرفۃ'' اور ''التاریخ'' ۲۶۷/۳۔ ۲۶۸ میں طبری نے تاریخ الرسول والملوک ۱۶۰/۳۔ ۱۶۱ میں‘ ابن اسحاق نے ''السیر'' ص ۲۴۵ میں‘ امام طبرانی نے ''الکبیر'' میں'' ''مجمع الزوائد'' ۲۵۳/۹ دیکھئے۔

عابد باء اور دال کے ساتھ جیسا کہ ایک سے زائد محققین نے لکھا ہے‘ زبیر بن بکار نے کہا ہے‘ کہ جو شخص عمر بن مخزوم کی اولاد سے ہوا اسے عابد کہتے تھے اور جو اس کے بھائی کی اولاد سے ہوا اسے عائذ کہتے تھے ''الاکمال'' ۱۱۶ اور ''تبصیر المشبہ'' ص ۸۸۷ میں ایسے آیا ہے۔ تاریخ کی بعض طبع کتابوں میں اس کی تصحیف ہوئی ہے اسے عابد کی بجائے عائذ لکھا گیا ہے۔

۵۔ عہد جوانی میں جاہلیت کی خرابیوں اور فضولیات سے اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول ﷺ کی حفاظت کے ضمن میں جو کچھ وارد ہوا ہے۔ اسے درج ذیل کتب میں دیکھئے۔

صحیح بخاری مع شرح فتح الباری‘ ۴۷۴/۱‘ ۴۳۹‘ ۱۴۵/۱۰ صحیح مسلم ۲۶۷/۱۔ ۲۶۸‘ دلائل النبوہ ابونعیم (۱۴۳) دلائل النبوۃ بیہقی ۲۰/۲۔ ۴۲‘ ۳۰ بیہقی کی السنن الکبری ۳۶۶/۶‘ الخصائص الکبری‘ سیوطی ۸۹/۱‘ سب الھدی ۱۹۹/۲۔ ۲۰۰ سیرۃ ابن ہشام‘ ۱۸۳‘ البدایہ والنہایہ‘ ابن کثیر ۲۸۷/۲۔

۶۔ شام کی طرف آپ ﷺ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت کے سلسلے میں سفر کرنے اور وہاں جو راہب اور میسرہ کا معاملہ پیش آیا تھا اور آپ ﷺ کے اوپر بادل کے سایہ کرنے کے سلسلہ میں درج ذیل مصنفین اور کتب کا مطالعہ کیجئے۔ البیہقی اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ''‘ ۶۳/۲‘ عبد الرزاق اپنی ''مصنف'' ۳۲۰/۵‘ ابن زبالہ (ت ۱۹۹ھ) اپنی سند کے ساتھ (منتخب من کتاب ازواج النبی ﷺ ص ۲۴ میں اسے لائے ہیں۔ دلائل النبوہ لابی نعیم ۵۴/۱ سیرۃ ابن ہشام ۱۸۸/۱ الروض الانف ۲۳۶/۲ تاریخ الطبری ۲۸۰/۲‘ الطبقات لابن سعد ۱۸۲/۱/۱ الخصائص الکبری ۹۱/۱‘ عیون الاثر ۶۱/۱۔ ۶۲ نہایۃ الارب ۸۵/۱۶

۷۔ حضرت خدیجہ کی جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شادی کی خواہش کے بارے میں درج ذیل کتابوں کی طرف رجوع کیجئے۔ الطبقات لابن سعد‘ ۳۱۰/۱‘ المستدرک للحاکم (۱۸۲/۳)‘ مسند الامام احمد‘ ۳۱۲/۱‘ المعجم الکبری للطبرانی (۱۸۶/۱۲‘ مصنف عبد الرزاق ۳۲۰/۵ السیر والمغازی لابن اسحاق ص ۸۱۔ ۸۲ المعرفۃ والتاریخ‘ یعقوب بن سفیان ۲۶۷/۳ دلائل النبوۃ بیہقی ۹۰/۱۱‘ ۶۸/۲/۲ منتخب من کتاب ازواج النبی ﷺ لابن زبالہ (ت ۱۹۹ھ) ص ۲۵ اور جو ان کے بعد کتابیں ہیں انہیں دیکھئے مجمع الزوائد ۲۲۰/۹‘ سیرۃ ابن ہشام۔

ضعفنی ۔اصل کو کہتے ہیں۔

۸۔ حضرت خدیجہؓ سے آپ ﷺ کی شادی کی خبر درج ذیل کتابوں میں دیکھئے۔طبقات ابن سعد ۸۴/۱' السمط الکمیین

۹۔ (۱۶۔۳۲)' مصنف عبدالرزاق ۳۲۰/۵' دلائل النبوۃ بیہقی ۴۴۴/۱' ۶۸/۲' مجمع الزوائد ۲۲۱/۹' عیون الاثر ۶۲/۱۔۶۴
منتخب من کتاب ازواج النبی ﷺ ۲۵۔اور ان کے بعد سیرۃ ابن ہشام ۱۸۹/۱۔۱۹۰ اور السیرۃ النبوۃ لابن کثیر میں دیکھئے
۲۶۷/۱

۱۰۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ہے جو متفق علیہ ہے۔بخاری اس کو نمبر ۳' ۴۹۵۳' ۶۹۸۲ کے تحت کتاب ''بدء الوحی'' اور سورہ (اقرا باسم ربک الذی خلق) کی تفسیر کے دوران کتاب التفسیر اور کتاب التعبیر کے باب اول مابدی به رسول الله صلی الله علیه وسلم من الوحی الرویا الصالحه میں لائے ہیں۔فتح الباری (۲۳/۱' ۸/۱۵' ۷۱۵/۱۲' ۳۵۱) اور مسلم اس حدیث کو نمبر ۱۶۰ کے تحت کتاب الایمان کے باب (بدء الوحی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم ۱۳۹/۱۔۱۴۱ میں لائے ہیں۔

۱۱۔ بخاری اس حدیث نمبر ۳' ۴۹۵۳' ۶۹۸۲ کے تحت' کتاب ''بدء الوحی'' کتاب التفسیر اور کتاب السعیر میں لائے ہیں۔فتح الباری ۲۳/۱' ۸/۱۵' ۷۱۵/۱۲' ۳۵۱ مسلم نمبر ۱۶۰ کتابه الایمان باب یده الوحی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم (۱۳۹/۱۔۱۴۱ میں لائے ہیں۔جیسا کہ اس حدیث کی روایت ترمذی ۳۶۳۶' شرح السنہ ۲۶۹/۸' سنن البیہقی ۵۱/۹' ۲/۸ نے کی ہے۔احمد نے اپنی مسند ۲۳۲/۶۔۲۳۳ میں ابن حبان نے ''الوحی'' ۱۱۵/۱ میں' بیہقی نے الدلائل ۱۳۵/۲' ۱۳۸/۱ میں ابن ہشام نے ۲۳۸/۱ میں اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف ۹۸۱۹ میں اس کی روایت کی ہے۔

۱۲۔ فاطمہ الزہراؓ توفیق ابوعلم

۱۳۔ دلائل السبوۃ للبیہقی (۳۵۲/۲)

۱۴۔ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ساتھ قریش کے مقاطعہ کی خبر درج ذیل کتب حدیث وسیرت میں دیکھئے۔البخاری' کتاب الحج وغیرہ کے باب (نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ) میں' حدیث نمبر (۱۵۸۹' ۱۵۹۰' ۳۸۸۲' ۴۲۸۴' ۴۲۸۵' ۸۵' ۷۴۸۹' فتح الباری' ۴۵۲/۳' مسلم میں کتاب الحج کے باب (استحباب التنزول المحصب یوم السفر رو والصلوۃ) ۹۵۲/۲' سیرۃ ابن ہشام ۳۵۲/۱' ۳۵۳' الروض الانف ۲۸۳/۳

۱۵۔ طبرانی نے اس حدیث کو روایت کیا۔ (۴۴۴/۲۲ اور الہیثمی اس حدیث کو ''مجمع الزوائد'' میں (۲۱۶/۹۔۲۱۷) قتادہ کی روایت سے لائے ہیں پھر کہا ہے کہ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں زہیر بن العلاء ہیں جنہیں ابوحاتم نے ضعیف قرار دیا ہے اور ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔مگر اس کے اسناد حسن ہیں۔

۱۶۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ''اللہ ھوالسلام'' کہنا ان کے وفور عقل اور اپنے رب کی کمال معرفت پر دلالت کرتا ہے۔ انہوں نے ''السلام علی اللہ'' نہیں کہا بلکہ ''اللہ ھوالسلام'' کہا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر اس طرح سلام نہیں لوٹایا جاتا جس طرح مخلوقات پر کیونکہ ''السلام'' اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام ہے اور وہ سلامتی کی دعا بھی ہے اور دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر سلام لوٹانا اس کے شایان شان نہیں۔ چنانچہ انہوں نے بجائے اللہ تعالیٰ پر سلام لوٹانے کے اللہ تعالیٰ کی ثناء کی اور پھر جو اللہ تعالیٰ کے لائق ہے اور جو اس کے غیر کے لائق ہے انہیں علیحدہ علیحدہ کیا اور فرمایا وعلیٰ جبریل السلام۔
بخاری کے ''مناقب الانصار'' کے باب (تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ وفضلہا رضی اللہ عنہا) ۳۸۲۱ نمبر کے تحت دیکھئے ۔فتح الباری ۱۳۳/۷ اسی طرح ''التوحید'' میں باب قول اللہ تعالیٰ "یریدون ان یبدلوا کلام الله" میں دیکھئے اور مسلم میں ''فضائل الصحابہ'' کے باب (باب فضائل خدیجہ ام المومنین رضی اللہ عنہا ۱۸۸۷/۴ میں دیکھئے۔
ترمذی کی طرف رجوع کیجئے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے مناقب کے باب (فضل خدیجہ رضی اللہ عنہا) میں نمبر ۳۸۷۶ کے تحت یہ حدیث لائے ہیں۔۶۵۹/۵' نسائی میں ''فضائل الصحابہ'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث دیکھئے۔ص ۷۵
اس حدیث کو اس کی مختلف اسانید اور روایات کے ساتھ درج ذیل کتب میں دیکھئے۔ المط المثین (۲۴۔۲۵) مسند احمد

(۱/۲۰۵'۲/۲۳۰'۲۳۱'۴/۳۵۵'طبرانی ۱۳/۱۱' کنز العمال (۱۲/۱۳۰_۱۳۲ اور فضائل الصحابہ امام احمد (۱۵۸۶)'مجمع الزوائد۹/۲۲۳_۲۲۵'المستدرک ۳/۱۸۵

۱۷۔ السیدۃ خدیجہ ام المومنین رضی اللہ عنہ الشہادی۔سعد شرف الدین۔

۱۸۔ الدلائل للبیہقی ۲/۳۵۲'الحاکم ۳/۱۸۲'ابن اسحاق فی السیر ۲۴۳'تاریخ الطبری ۲/۳۴۳ دیکھئے۔

۱۹۔ بخاری حدیث نمبر ۳۸۱۸ مناقب الانصار کے باب (تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ وفضلہا رضی اللہ عنہا فتح الباری ۷/۱۳۳'مسلم'حدیث نمبر ۲۴۳۵'فضائل الصحابہ (باب فضائل خدیجہ ام المومنین' رضی اللہ عنہا) ۴/۱۸۸۸ ترمذی'حدیث نمبر ۳۸۷۵'(مناقب) فضل خدیجہ رضی اللہ عنہا ۵/۶۵۹

۲۰۔ الطبرانی ۱۳/۲۳۱'اور اپنی مسند ۶/۱۱۷ اور الہیثمی نے مجمع الزوائد ۹/۲۲۴ میں اس حدیث کولائے ہیں۔البیہقی کی اسناد عمدہ ہیں۔

۲۱۔ احمد نے اس حدیث کو اپنی مسند میں اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔اس کے اسناد اچھے ہیں جیسا کہ الہیثمی نے اس کے بارے کہا ہے' مجمع الزوائد ۹/۲۲۴ اور اس کے اسانید حسن میں اور اس کی اصل صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ حدیث نمبر ۳۸۲۱ کتاب (مناقب الانصار) باب (تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ وفضلہا رضی اللہ عنہا فتح الباری ۷/۱۳۴ اور صحیح مسلم میں نمبر ۲۴۳۷ کے تحت فضائل الصحابہ کے باب (فضائل خدیجہ ام المومنین رضی اللہ عنہا ۴/۱۸۸۹ حدیث میں وارد ہے۔

۲۲۔ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی سیرت دَرج ذیل کتابوں میں دیکھئے۔طبقات ابن سعد (۱۹۳۸ء) حلیہ الاولیا ۲/۳۹'۴۳) تہذیب الکمال (۱۶۹۰)'اسد الغابہ (۷/۲۲۰'العبر ۱/۱۳)'شذرات الذہب لا ۹'۱۰'۱۵) تاریخ الاسلام (۱/۶۰'۳'المعارف (۱۴۱'۱۴۲) خلاصہ تہذیب الکمال ۴۹۴) سیر اعلان النبلاء (۲/۱۱۸'المستدرک (۳/۱۵۱_۱۶۱)' جامع الاصول (۹/۱۲۵)'مجمع الزوائد ۹/۲۰۱_۲۱۲ کنز العمال (۱۳/۶۷۴)

۲۳۔ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں'اس کے رجال ثقہ ہیں اور عبداللہ ابن بریدہ نے اپنے باپ سے یہ حدیث سنی جیسا کہ اس کی تصریح اس حدیث کے علاوہ انہوں نے ایک اور حدیث میں کی۔اس میں ان لوگوں کا رد ہے۔جن کا یہ خیال ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے حدیث نہیں سنی' اپنے باپ سے حدیث سننے کی تائید اس حقیقت سے ہوتی ہے کہ بخاری ومسلم نے جیسا کہ فتح الباری کے مقدمہ میں ہے۔عبداللہ بن بریدہ کے واسطہ سے حدیث روایت کی ہے۔۴۱۳'امام نسائی ۶/۶۲'ابن حبان (۵۴۹_موارد) اور حاکم ۲/۱۶۷ نے اس حدیث کی روایت کی۔اور اسے صحیح قرار دیا۔اور القطیعی نے ''زوائد الفضائل'' میں اس کی روایت کی'ابن لمؤید الجوینی نے ''فرائد المطین ''۱/۸۸ میں ایک اور واسطہ سے ابن سعد نے ''الطبقات'' میں اور البرار نے اپنی مختصر زوائد مسند ۶۷ ۳ میں روایت کی۔

۲۴۔ طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت سے اپنے اسناد کے ساتھ اس حدیث کی تخریج کی۔ان کے رجال ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد ۹/۲۰۲ اور صاحب کنز العمال ۵۲ ۷۷ ۳ نمبر کے تحت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس حدیث کولائے ہیں اور انہوں نے اس کو''الخطیب'' اور ابن عساکر کی طرف منسوب کیا ہے۔

۲۵۔ یہ عبداللہ ابن بریدۃ کی حدیث کا ایک جزو ہے۔مکمل حدیث اس کے بعد آئے گی'اس کو طبرانی نے ۲/۴ بزار اور ''الکشف ۷/۴۰''میں نسائی نے ''عمل الیوم واللیلۃ'' ۲۵۸ میں'ابن السنی نے (۶۰۷) میں ابن سعد (۸/۲۱) میں'احمد نے ''المسند'' ۵/۳۵۹ اور فضائل الصحابہ (۱۱۷۸) میں اور الطحاوی نے اپنی مشکل الاثار (۴/۱۴۴_۱۴۵) میں روایت کیا ہے۔الہیثمی حضرت بریدہ کی روایت سے اسے مجمع الزوائد ۹/۲۰۹ میں لائے ہیں پھر کہا کہ اسے طبرانی اور بزار نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ہاں مگر اس جملہ کا اضافہ کیا"قال نفر من الانصار لعلی رضی الله عنه لو خطبت فاطمه" اور دونوں کے رجال صحیح والے رجال ہیں سوائے عبدالکریم بن سلیط کے اور ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

۲۶۔ حافظ نے''الاصابہ'' ۴/۳۷۸'۹ میں'دولابی نے عمدہ سند کے ساتھ "الذریة الطاهرة" میں عبداللہ بن بریدہ سے انہوں نے اپنے باپ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔

۲۷۔ یہ عبداللہ بن بریدہ کی جو حدیث پہلے گزر چکی ہے اس کا تتمہ ہے۔ طبرانی اور بزار نے جو الفاظ حدیث ذکر کئے ہیں وہ یوں ہیں۔ **اللھم بارک فیھما و بارک لھما فی شبلھما۔**

۲۸۔ حدیث کے الفاظ میں یوں ہی آیا ہے اور یہ (اکلونی البراغیث) کی لغت کے مطابق ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک فعل کے دو فاعل ہوں۔ اس جملہ میں دو فعل ایک تو نون النبوۃ ہے۔ ضمیر محل رفع میں فاعل ہے اور النساء دوسرا فاعل ہے۔

۲۹۔ خرقہ۔ خاء کی زبر اور راء کی زیر کے ساتھ ہے' شرمائی ہوئی اور تحیر کے عالم میں۔

۳۰۔ النہایہ ۲/۲۶

۳۱۔ اس کے اسناد عمدہ ہیں' طبرانی نے الکبیر ۲۴/ ۱۳۶ میں' عبدالرزاق نے مصنف ۵/ ۴۸۵ میں' حاکم نے ''المستدرک'' ۳/ ۱۵۹ میں' نسائی نے حضرت امام علی کے خصائص میں (نمبر ۱۲۴)' ابن سعد نے ''الطبقات'' ۸/ ۲۳ میں' اسحاق بن راہویہ نے بھی جیسا کہ ''المطالب العالیہ'' (۱۵۷۳) میں روایت کیا ہے۔ امام احمد نے الفضائل (۹۵۸) میں اسے روایت کیا ہے۔ اس کی اسناد کے رجال ثقہ ہیں' مگر اس جگہ میں ان سے خطا ہوئی کیونکہ اسما بنت عمیس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے وقت مدینہ منورہ میں موجود نہیں تھیں بلکہ حبشہ میں تھیں' ان کے خاوند بیمار ہو گئے تھے وہ ہجرت کے ساتویں سال مدینہ منورہ لوٹیں۔ ممکن ہے کہ یہ معاملہ اور یہ دعا سلمی بنت عمس جو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کی بیوی تھیں ان کے لئے ہو امام ذہبی نے اپنی ''تلخیص'' میں کہا ہے۔ کہ صالح شیوخ مسلم میں سے ہیں' مگر حدیث غلط ہے کیونکہ اسماء حضرت فاطمہؓ کی شادی کی رات حبشہ میں تھیں اور حافظ ابن حجر نے ''المطالب العلیہ'' اسحاق بن راہویہ کی حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ ان کے رجال ثقہ ہیں' مگر اسماء بنت عمیس اس وقت اپنے خاوند حضرت جعفر کے ہمراہ سرزمین حبشہ میں تھیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ غالباً یہ معاملہ سلمی بنت عمیس کا تھا اور وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کی زوجہ تھیں۔

۳۲۔ الہیثمی اپنے المجمع (۹/ ۲۰۹۔۲۱۰) میں اس حدیث کو اسماء بنت عمیس کی روایت سے دو واسطوں سے لائے ہیں اور کہا ہے' کہ طبرانی نے سب کو روایت کیا ہے پہلی روایت کے رجال الصحیح والے رجال ہیں۔

۳۳۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے اور مکمل طور پر اس فصل میں آئے گی (ص: ۷۷)

۳۴۔ یہ اسد الغابہ (۸/ ۲۵ میں ہے' اور وہ ''ام ابیہا'' اپنی کنیت کیا کرتی تھیں۔

۳۵۔ الخمیل۔ جھالردار کپڑا۔

۳۶۔ الاذخر۔ ترگھاس کی ایک قسم جو خوشبودار ہوتی ہے۔

۳۷۔ ادم۔ چمڑا۔

۳۸۔ اس حدیث کے اسناد صحیح ہیں' امام احمد نے اس کو المسند (/۱۴ میں اور بیہقی نے دلائل النبوۃ (۳/ ۱۶۱) میں روایت کیا ہے۔

۳۹۔ اس حدیث میں سعید ابو عروبہ ہیں' ابن سعد نے اس کو الطبقات (۸/ ۲۴) نسائی نے ''خصائل علی رضی اللہ عنہ ۱۳۸ میں' حاکم نے المستدرک ۳/ ۱۵۷ میں راویت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور ذھبی نے کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔

۴۰۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے ۵۰۶۴ نمبر کے تحت کتاب ''الادب'' ''التسبیح عند النوم'' ۵/ ۳۰۹ کے باب میں روایت کیا ہے اور ابو نعیم نے عبداللہ بن احمد کے واسطہ سے ۲/ ۴۱ میں اسے نقل کیا ہے۔ احمد شاکرؒ نے ''المسند'' پر اپنی تعلیق (۲/ ۳۲۹) میں اسے حسن قرار دیا ہے۔ الہیثمی نے ''المجمع'' (۵/ ۲۱۔۲۲) میں اسے ذکر کیا ہے۔ فتح الباری ۱۱/ ۱۱۹ دیکھئے۔

۴۱۔ یعنی ان کی جلد سخت ہو گئی اور بالکل خشک ہو گئی' النہایہ (۴/ ۳۰۰)

۴۲۔ اس حدیث کو ''الذریۃ الطاہرۃ'' (ص ۱۰۳) میں الدولابی نے روایت کیا ہے۔ اس کے اسناد صحیح ہیں۔ احمد نے المسند ۶/ ۲۹۸' اور ترمذی نے نمبر ۳۴۰۹' الدعوات کے باب ۵/ ۴۴۵ ''ماجاء فی التسبیح والتکبیر والتحمید عند المنام'' میں اسے روایت کیا ہے اور ''مجلت یدائی'' کا معنی یہ ہے کہ ان کی دونوں ہتھیلیوں میں پھوڑوں کی مانند زردی مائل سخت جگہیں نمودار ہو گئیں۔ جن کے نیچے پانی تھا' سیر علام النبلاء (۲/ ۱۲۵) طبری کی کتاب ذخائر العقبی ص ۵۱ بھی دیکھئے۔

۴۳۔ امام طبری نے اپنی کتاب ''التہذیب'' میں اسی واسطے سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ جیسا کہ روایہ ابن حجر نے ''الفتح''

(۱۲۱/۱۱) میں منقول ہے۔

۴۴۔ اس حدیث کو مطول اور مختصر دونوں صورتوں اور کئی روایات اور مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے' دیکھئے البخاری نمبر ۳۱۱۳' ۳'۷۰۵ ۶۲ ۳ ۱۸'۵۳ ۶۳ ۱۸'۵۳ اور ''فرض الخمس'' (پانچواں حصہ کا فرض ہونا) کے باب (الدلیل علی ان الخمس لنوائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والمسکین اور فضائل الصحابہ کے باب (مناقب علی بن ابی طالب) اور النفقات کے باب ''عمل المراۃ فی بیت) زوجہا'' (عورت کا کام اس کے خاوند کے گھر میں) اور ''الدعوات'' کے باب التکبیر والتسبیح عند المنام (سونے کے وقت تکبیر اور تسبیح) فتح الباری' ۷/۱'۹/۷۱'۵۰۶/۱۱'۱۱۹ اور مسلم نے ۲۷۲۷'۲۸'۲۷ کے تحت ''الذکر'' کے باب (التسبیح عندالنوم) نیند کے وقت تسبیح ۵/۳۰۹ اور ترمذی نمبر ۳۴۰۸ کے تحت ''الدعوات'' کے باب ماجاء فی التسبیح والتکبیر والتحمید عندالمنام ۵/۴۴۴ اور نسائی میں الکبریٰ میں ''کتاب عشرۃ النساء'' کے باب ''الخادم والمراۃ'' بیوی اور غلام کے باب میں اور عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۶ میں' اور احمد المسند ۱/۸۰'۹۶'۱۰۶'۱۰۷'۱۳۶'۱۴۴'۱۴۶'۱۵۳'۲/۲۹۸ میں اور الفضائل میں حدیث نمبر ۱۲۰۷ اور دارمی کتاب الاستذان کے باب (التسبیح قبل النوم (نیند سے پہلے تسبیح پڑھنا) (۲/۲۹۱ میں اور حمیدی اس کو حدیث نمبر ۴۳ کے تحت اور ابونعیم الحلیۃ ۲/۴۱ میں اور طبری کی ''ذخائر العقبی'' ص ۴۹ اور اس کے بعد والی کتابوں میں یہ حدیث آئی ہے۔ مجمع الزوائد ۵/۲۱-۲۲

۴۵۔ سابقہ مراجع دیکھئے۔

۴۶۔ طبرانی نے اس حدیث کو الاوسط میں روایت کیا ہے اور ابویعلیٰ نے بھی ان دونوں کے رجال ''صحیح'' میں ہیں۔ مجمع الزوائد ۹/۲۰۱

۴۷۔ حضرت عائشہؓ کی حدیث نمبر ۳۶۲۳' ۳/۲۵'۶/۳۶'۳/۱۰۷'۴۴۳۳'۶۲۸۵ مناقب کے باب (علامات النبوہ فی الاسلام) اور ''فضائل اصحاب النبی'' کے باب مناقب قرابہ رسول اللہ ووفاتہ' اور الاسیذان کے باب (من ناجی بین یدی الناس ولم یخبریسن صحابہ فانا مات اخبریہ) جس نے لوگوں کے سامنے اپنے کسی رفیق کے ساتھ سرگوشی کی اس کے راز کو چھپائے رکھا مگر جب وہ فوت ہوگیا تو اس کے بارے بتایا ۶/۶۲۷
اور مسلم نمبر ۲۴۵۰ فضائل الصحابہ کے باب فضائل فاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۴/۱۹۰۴ میں اور ترمذی' حدیث نمبر ۳۸۷۲' المناقب کے باب (مناقب فاطمۃ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اور ابوداؤد حدیث نمبر ۵۲۱۷ الارب کے باب ''ماجاء فی القیام'' میں اور ابن ماجہ نمبر ۱۶۲۱ میں اور نسائی ''فضائل الصحابہ'' ص: ۷۷ میں اور ابن سعد کے الطبقات ۲/۲۴۷' ۲۴۸ اور ۸/۲۶ میں اور حاکم ۳/۱۵۶ میں' البیہقی کے ''دلائل'' ۷/۱۶۴ میں اور امام احمد کی المسند ۶/۷۷'۲۴۰' ۲۸۲ میں اور الفضائل ۱۳۲۲ میں طبرانی کی المعجم الکبیر ۲۹/۴۱۸ میں' الطحاوی کی المشکل ۱/۴۸ میں' ابونعیم کی ''الحلیہ'' ۲/۳۹ اور البغوی کی ''شرح السنہ'' ۱۴/۱۶۰ میں۔

۴۸۔ فاطمۃ الزہرأ والفاطمون۔ عباس محمود العقاد۔

۴۹۔ امام احمد نے المسند' ۳/۱۶۴ میں ان الفاظ کے ساتھ حضرت انسؓ کی حدیث روایت کی ہے' اور امام بخاری نے بغیر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کئے۔ ۳۵۲ نمبر کے تحت ''فضائل الصحابہ'' کے باب ''مناقب الحسن والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' میں یہ حدیث روایت کی ہے۔ فتح الباری ۸/۹۹ اور ترمذی نے ۳۷۷۶ کے تحت ''مناقب'' کے باب ''مناقب الحسن و الحسین'' کے باب میں روایت کی ہے ۵/۶۱۷۔

۵۰۔ حضرت عائشہ کی یہ حدیث' بڑی لمبی ہے جس کا ایک ٹکڑا عائشہ بنت طلحہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے اس کو ۳۸۷۲ نمبر کے تحت المناقب کے باب (فضل فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۵/۶۵۷ میں اسے روایت کیا اور اسے حسن قرار دیا ہے ابوداؤد نے ادب میں باب ''ماجاء فی القیام'' (جو کچھ قیام کے بارے میں آیا) نمبر ۵۲۱۷ کے تحت اور نسائی نے اپنی کتاب ''فضائل الصحابہ'' میں فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب کے ذکر کے وقت حدیث نمبر ۲۶۵ کے تحت ص ۷۸' اور نسائی نے الکبریٰ میں مناقب کے باب مناقب فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور عشرہ النساء کے باب ''قبلہ ذی محرم'' میں اس کو روایت کیا ہے۔ ''السمت والذل والھدی''

تینوں ایسے الفاظ ہیں جو تقریباً ہم معنی الفاظ ہیں اور ان سب کا معنی ہے' شکل طریقہ اور اچھا برتاؤ۔

۵۱۔ السمت والدل والهدیٰ البفعة باء کی زبر کے ساتھ آتا ہے اور زیر کے ساتھ بھی آ جاتا ہے۔ اس کا معنی ہے گوشت کا ٹکڑا' یعنی اس جملہ کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت فاطمہ ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا ایک حصہ ہیں جیسے کہ گوشت کا ایک ٹکڑا گوشت کا حصہ ہی ہوا کرتا ہے۔ النہایۃ ابن الاثیر ۱/۱۳۳

۵۲۔ امام بخاری نے ان الفاظ کے ساتھ حدیث نمبر ۳۷۶۷ کے تحت فضائل الصحابہ کے باب "باب "مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا" میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ فتح الباری (۷/۱۰۵)

۵۳۔ ترمذی میں حدیث نمبر ۳۸۷۰ کے تحت المناقب کے باب (فضل فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۵/۶۵۶ اور ابن ماجہ المقدمہ میں' باب فضل الحسن والحسین ابنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم (حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی فضیلت کا باب اور احمد المسند (۲/۴۴۲' ۳/۴۶۲) اور حاکم المستدرک ۳/۱۴۹ میں اس حدیث کو لائے ہیں۔

۵۴۔ مرط ریشم یا اون یا کاٹن کی چادر کو کہتے ہیں جو عورت اپنے اوپر لپیٹتی ہے۔ اس کی جمع مروط آتی ہے۔ النہایۃ ۴/۳۱۹

۵۵۔ المرحل وہ جسے سجایا ہوا اور اونٹوں کے کجاوں کی تصویریں ان پر منقش کی گئی ہوں' النہایہ ۲/۲۱۰' شرح السنہ البغوی ۱۴/۱۱۶

۵۶۔ سورہ الاحزاب ۳۳' مسلم نے حدیث نمبر ۲۴۲۴ کے تحت (فضائل الصحابہ کے باب فضائل اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم) اور حاکم ۳/۴۸۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی ہے اور اس کی تخریج کی مگر جہاں تک ام سلمہ کی حدیث کا تعلق ہے تو اس کو امام احمد نے ۶/۲۹۲۔۹۸' ۳۰۴ اور ترمذی نے حدیث نمبر ۳۲۰۵ کے تحت اور حاکم نے ۲/۴۱۶' اور طبری ۲۲/۷ نے روایت کیا ہے اور جہاں تک واثلہ کی حدیث کا تعلق ہے تو اس کو احمد' ۴/۱۰۷' حاکم ۲/۴۱۶' ۳/۱۴۷ اور طبری نے ۲۲/۱۶۷ میں روایت کیا ہے اور ان حضرات کے علاوہ اس باب کے متعلق تفسیر ابن کثیر ۳/۴۸۳' ۴۸۵ اور الدر المشور ۵/۱۸۹' ۱۹۹ دیکھئے۔

۵۷۔ ترمذی نے حدیث نمبر ۳۷۸۱ کے تحت مناقب کے باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما ۵/۶۱۹ میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس طریق سے یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اس کو اسرائیل کی حدیث سے ہی پہچانتے ہیں' اسی طرح احمد نے مسند ۵/۳۹۰ میں' ابن ابی شبہ نے اپنی مصنف ۱۲/۱۲۷ میں اور ابن حبان نے الموارد ۵۵۱ اور ابن خزیمہ ۲/۲۰۶ نے' نسائی نے اپنی کتاب فضائل الصحابہ ص ۶۷ اس حدیث کو روایت کیا اور حاکم نے بھی اپنی مستدرک ۳/۳۸ میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے اور اس میں ہے کہ الملک سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔

۵۸۔ یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کی حدیث سے روایت ہے اور بخاری کے ہاں نمبر ۳۴۱۱ کے تحت کتاب الانبیاء کے باب اقول اللہ تعالیٰ واذقالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک وطهرک میں ہے۔ فتح الباری ۶/۴۴۶ اور مسلم نے بھی نمبر ۲۴۳۱ کے تحت فضائل الصحابہ کے باب فضائل خدیجہ ام المومنین رضی اللہ ۴/۱۸۸۶ میں اس کو روایت کیا ہے جامع الاصول ۹/۱۲۴ دیکھئے۔

۵۹۔ کعبہ شریف کی بنیاد رکھنے کی خبر اور حجر اسود نصب کرنے کے سلسلہ میں قریش کے مابین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے بارے دیکھئے۔ سیرۃ ابن ہشام ۱/۱۹۲) طبقات ابن سعد (۱/۹۳۔۹۵)

۶۱۔ بخاری نمبر ۲۴۰' ۲۹۳۴' ۳۱۸۵۔۶۰ حضرت فاطمۃ کی ولادت کی خبر اور قریش اس وقت کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ طبقات
ابن سعد ۸/۲۶ کتاب الوضوء کے باب (جبکہ نمازی کی پیٹھ پر گندگی اور مردار ڈالا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی) اور
الصلوۃ باب (عورت نمازی سے کوئی تکلیف وہ چیز (گندگی) دور کرتی ہے) اور "جہاد" کے باب (مشرکین کی وہ شکست
اور ان کے متزلزل ہونے کی دی حزیۃ والموادعۃ کے باب (کنوئیں میں مشرکین کی نعشوں کا پھینکا جانا) میں دیکھئے۔ ر
الباری (۱/۳۴۹' ۶/۱۰۶' ۱۰۶) اور مسلم نمبر (۱۷۹۴) کتاب الجهاد والسیر کے باب (جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ک
مشرکین اور منافقین کی طرف سے جس تکلیف کا سامنا ہوا) ۳/۱۴۱۹

۶۲۔ بخاری نمبر ۴۷۷۰' ۴۷۷۱' ۴۹۷۱ کے تحت کتاب التفسیر میں اللہ تعالیٰ اس قول (وانذر عشیر تک الاقربین) کی تفسی

اور تفسیر سورۃ تبت یدا ابی لھب و تب کی تفسیر کے دوران، فتح الباری ۸/ ۵۰۱، ۳۶۷، ۳۷ ے مسلم نمبر ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸ کتاب الایمان کے باب قوله تعالىٰ وانذر عشيرك الاقربين ۱/ ۱۹۳۔۱۹۴) میں اور ترمذی نے نمبر ۳۳۶۰ تفسیر میں اور امام احمد کی المسند میں ۱/ ۳۰۷ اس کو لاتے ہیں۔

۶۳۔ بخاری نمبر ۳۶۷۸، ۳۸۵۶، ۴۸۱۵ (فضائل الصحابہ) کے باب (جناب نبی کریم صلی اللہ کے قول "اگر میں کسی کو اپنا دوست بناتا) میں، اور مناقب الانصار کے باب (جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کو مکہ میں جن مشکلات کا سامنا ہوا) اور کتاب التفسیر میں سورہ المومنین کی تفسیر کے دوران فتح الباری ۷/ ۲۲، ۱۶۵، ۸/ ۵۵۳، بیہقی کی دلائل النبوۃ ۲/ ۲۴ اور اس کے بعد والی کتابیں اور مجمع الزوائد ۸/ ۲۲۸ دیکھئے۔

۶۴۔ البخاری نمبر ۲۹۱۱ کتاب الجہاد کے باب "لبس البیضة" میں اور مغازی میں باب "ما اصاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الجراح یوم احد" (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ احد کے دن زخموں کی جو تکلیف پہنچی) فتح الباری۔ ۶/ ۹۷، ۷/ ۳۷۲، مسلم نمبر ۱۷۹۰، جہاد اور السیر میں باب (غزوہ احد) ۳/ ۱۴۱۶، اور ابن ماجہ ۳۴۶۴، الطب میں، باب (دواء الجراحۃ زخموں کا علاج) ۲/ ۱۱۴۷ میں یہ حدیث آتی ہے اور امام احمد اپنی مسند ۵/ ۲۳۰۔۳۳۴ میں اس کو لائے ہیں۔

۶۵۔ ترمذی نے اس حدیث کو نمبر ۳۸۷۴ کے تحت باب مناقب فاطمۃ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور حاکم اپنی مستدرک ۳/ ۱۵۷ میں اس کو لائے ہیں اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ ذھبی نے ان کا پیچھا نہیں کیا۔

۶۶۔ ترمذی نے نمبر ۳۸۶۸ کے تحت مناقب میں باب (مناقب فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور حاکم مستدرک ۳/ ۱۵۵ میں اس کو لائے ہیں اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

۶۷۔ حاکم نے مستدرک ۳/ ۱۶۰، ۱۶۱ میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اسے صحیح قرار دیا ہے اور امام ذھبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ ذھبی نے ان پر تنقید کی۔

۶۸۔ ترمذی نے ۳۸۷۸ کے تحت مناقب میں (باب مناقب خدیجہ ام المومنین رضی اللہ عنہا میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے ۵/ ۶۶۰، اور حاکم نے مستدرک میں اس کو روایت کیا ہے اسے صحیح قرار دیا ہے اور امام ذھبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ ۳/ ۱۵۷، امام احمد نے بھی مسند ۳/ ۱۳۵ میں اور ابن حبان نے موارد میں اس کو روایت کیا ہے۔

۶۹۔ یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے۔ شیخان اور ان کے علاوہ دیگر محدثین نے اس حدیث کو حضرت عائشہؓ سے اور انہوں نے حضرت فاطمہؓ سے روایت کیا ہے اس کی روایت پہلے گزر چکی ہے۔

۷۰۔ اس حدیث کو احمد نے مسند ۱/ ۲۹۳ میں اور حاکم نے مستدرک ۲/ ۴۹۴ میں روایت کیا ہے۔ اسے صحیح قرار دیا ہے اور امام ذھبی نے ان کی موافقت کی ہے اور الہیثمی نے المجمع ۹/ ۲۲۳ میں اس کا ذکر کیا ہے، اور مزید یہ کہ ابویعلیٰ اور طبرانی کی طرف اس کو منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کے رجال صحیح والے رجال ہیں۔

۷۱۔ ترمذی نمبر ۳۷۶۹ مناقب میں باب (مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما ۵/ ۶۱۴ میں اسے (دیکھئے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے) اور احمد مسند (۲/ ۴۴۶) میں اور الفضائل ۱۳۷۱ میں اور ابن ابی شیبہ اپنی مصنف ۱۲/ ۱۹۷ میں اور بخاری تاریخ الکبیر ۲/ ۲۸۶ میں اور ابن حبان ۲/ ۵۵ موارد میں اور الطبرانی المعجم الصغیر ۱/ ۱۹۹ میں اور المزی نے تہذیب الکمال ۱/ ۲۵۱، البزار کشف الاستاد ۳/ ۲۲۶ میں اس حدیث کو لائے ہیں۔ اور الہیثمی نے مجمع الزوائد ۹/ ۱۸۰ میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو البزار نے روایت کیا ہے، اس کی اسناد عمدہ ہیں اور احمد نے عطار بن یسار سے اس کو روایت کیا ہے اور المجمع ۹/ ۱۷۹ میں کہا ہے کہ اس کے رجال صحیح والے رجال ہیں اور ابن مسعود سے روایت ہے اور المجمع ۹/ ۱۸۰ میں کہا ہے کہ اس کے اسناد عمدہ ہیں۔

۷۲۔ اس سلسلے میں دیکھئے المسند ۱/ ۱۵۵ ذخائر العقبیٰ الطبری (۳۷)

۷۳۔ البخاری (۶۷۸۸) حدود میں باب (اقامة الحدود على الشريف والوضيع وباب كراهية الشفاعة فى الحد اذا رفع الى السلطان) ایک معزز اور ایک کم درجہ آدمی پر حدود کا قائم کرنا اور جب مقدمہ بادشاہ کے پاس لے جایا جائے تو

اس وقت سفارش کے مکروہ ہونے کا باب اور باب توبة السارق (چور کی توبہ) اور شہادت میں باب شهادة القاذف والسارق والزانی عورتوں پر تہمت لگانے والے چور اور زانی کے بارے باب الانبیاء میں باب (ماذکر عن بنی اسرائیل) اس کا باپ جو کچھ بنی اسرائیل کے بارے میں بیان کیا گیا) فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں باب (ذکر اسامہ بن زید) اسامہ بن زید کے ذکر کا باب اور المغازی میں باب (مقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمكة زمن الفتح) (جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ فتح میں مکہ میں قیام کا باب (فتح الباری (۱۲/ ۸۶) اور مسلم نمبر (۱۶۸۸) الحدود میں باب قطع السارق ایک چور اور الشریف وغیرہ ایک معزز یا کسی دیگر آدمی کا چوری کرنے کی پاداش میں ہاتھ وغیرہ کاٹنے کا باب) اور ترمذی میں نمبر ۱۴۳۰ حدود کے باب (ماجاء فی کراہیة آن یشفع فی الحدود) حدود میں سفارش کے مکروہ کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے اس کی کراہٹ کا باب اور ابوداؤد نمبر ۴۳۷۳، ۴۳۷۴ الحدود کے باب (فی الحدان یشفع فیه (حد میں سفارش کرنے کا باب) اور النسائی (۴۱۸، ۷۵)

حافظ ابن حجر اس حدیث سے جو فوائد مستنبط ہوئے ہیں۔ ''الفتح'' میں ان کے بارے میں یوں بتاتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد ماجد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بہت اعلیٰ وارفع قدر و منزلت کی مالک تھیں۔

۷۴۔ امام نسائی نے الزینۃ کے باب میں اس حدیث کو روایت کیا ہے ۸/ ۱۵۸ اور امام احمد نے المسند (۵-۲۷۸ میں ابوداؤد الطیالسی نے اپنی مسند ۲/ ۳۵۴ اور الحاکم نے ''المستدرک'' ۳/ ۱۵۳-۱۵۲ میں ذہبی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور اس سے موافقت کی ہے، الحافظ المنذری نے بھی ''الترغیب والترہیب ا/ ۵۵۷ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے، مگر بعض نے یحییٰ بن کثیر کی زید بن سلام سے روایت کی وجہ سے اسے معلل بالانقطاع قرار دیا ہے۔

۷۵۔ البخاری حدیث نمبر ۴۴۶۲، مغازی میں باب (آخر ماتکلم به النبی صلی الله علیه وسلم) (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام) فتح الباری (۸/ ۱۱۳)

۷۶۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد۔

۷۷۔ ابن سعد کی الطبقات ۸/ ۲۸ سنن الدارقطنی ا/ ۱۹۴ سنن البیہقی ۳/ ۳۹۶-۳۹۷ مسند الامام الشافعی ۳۶، الوسائل الی معرفہ الاوائل سیوطی ۲۸۰، الحلیہ ۲/ ۴۳ اور تلخیص الجبیر ۲/ ۱۴۳ دیکھئے۔

۷۸۔ ابن سعد کی الطبقات ۸/ ۲۸-۲۹ اور المستدرک ۳/ ۱۶۲ دیکھئے۔

۷۹۔ الذریة الطاهرة ص ۱۰۹۔

۸۰۔ نور الابصار۔

الامام علی کرم اللہ وجہہ

تاریخ جنگوں اور جنگی کارناموں کے بل بوتے پر کچھ بہادروں کو پہچانتی ہے۔ جن کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جاتا ہے اور ان کی شان اس سے بلند ہوتی ہے کہ کس قدر فتوحات انہوں نے حاصل کی ہیں، اور معرکوں میں کس قدر بہادری کے جوہر دکھائے ہیں، اس سے بڑھ کر اس کو جانچنے کے لئے اور کوئی چیز نہیں ہے۔

تاریخ ایسے لیڈروں کو بھی جانتی ہے۔ جن کے پیروکار ان کے گرداگرد جمع ہوتے، وہ ان کی تمناؤں اور ان کی خواہشات کا مرکز بنے رہے۔ تاریخ دان تاریخ میں ان کے پیروکاروں کے نزدیک ان کی جو قدرومنزلت تھی۔ اس کی تشہیر واشاعت کیلئے اور ان کے محبین کے ہاں ان کا جو مقام ومرتبہ تھا اس کے پیش نظر ان کا ذکر کرتے ہیں۔ سوائے اس کے ان کا اور کوئی کارنامہ قابل ذکر نہیں تاریخ ایسے حکمرانوں، بادشاہوں اور امراء کو بھی پہچانتی ہے۔ جنہوں نے بعض لوگوں پر اپنی سیادت وحکومت کا سکہ جمایا۔ ان کے اس زمانۂ اقتدار اور قوت وسطوت سے لیس ہونے کے وقت ان کا جو کردار تھا اس کا ڈنکا بجایا جاتا ہے اس حکومت اور اقتدار کے بغیر ان کی کوئی اور بات قابل ذکر نہیں ہوتی۔ تاریخ ایسے علماء فقہا، قضاۃ اور مفکرین سے بھی آشنا ہے اور ان کے اس کردار کو بھی بیان کرتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے پیشروؤں، اپنے ہم عصروں، اپنے مدمقابل اور اپنے جیسوں سے مقابلہ کے وقت سبقت لے گئے۔ مگر یہی وہ خصوصی میدان ہے اور یہی وہ مخصوص فن ہے جس کے ذریعے ان کے مرتبے کو پہچانا جاسکتا ہے۔ اس کے بغیر ان کا اور کوئی میدان نہیں۔ مگر اس کے برعکس حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک ایسا نوجوان ہے، جس کا شمار ان مذکورہ بالا سب لوگوں میں ہوگا۔ ہاں ان میں سے کوئی بھی آپ کے ہم پلہ نہیں۔ وہ ان سب سے سبقت لے گئے۔ کوئی بھی ان میں سے آپ کے کردار کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکا۔ آپ بہت آگے نکل گئے۔ سب میں منفرد وممتاز ہوئے، سرفہرست رہے۔ سب باکمال شخصیتیں ان کے آگے سرنگوں ہیں، اور اس نادر روزگار شخصیت کے حضور دم توڑ رہی ہیں۔ آپ بڑے بہادر جنگجو اور شہسوار میدان کارزار تھے۔ مگر آپ کی جنگ ہمیشہ تفکر وتدبر پر مبنی ہوا کرتی تھی۔

علم اس کا محرک تھا۔ عفت وپرہیزگاری اس کی محافظ تھی، وہ ایک ایسا قائد تھا۔ جس کا اتباع کیا جاتا تھا، مگر ان کی قیادت کی بنیاد تقویٰ وپرہیزگاری تھی خشوع وخضوع اس کا ستون تھا۔ ظلم ودست درازی کی راہوں سے وہ ناآشنا تھی۔

وہ رہنما اور رہبر خلیفہ تھا' حاکم امیر تھا۔ مگر زاہدوں جیسی تواضع' علماء جیسا ضبط وتحمل' قاضیوں جیسی عدالت' عارفین باللہ جیسا یقین رکھتا تھا۔

وہ ذی فہم عالم' صاحب الرای فقیہ' صاحب بصیرت رہنما تھا۔ امارت نے اس کے علم میں فساد برپا نہیں کیا اور نہ ہی مال ومنال نے انہیں جبر واستبداد پر آمادہ کیا اور نہ ہی پیروکاروں کی خوشنودی کی خاطر اس کی عدالت راہ راست سے ہٹی۔ یہ ہے شخصیت اس متقی امام' پرہیزگار شہ سوار' پاکباز عالم' فہیم وفطین قاضی' مہاجرین وانصار کے شیخ' امیر المومنین' امام حسن کے والد ماجد' مواخات میں جناب رسول اللہ علیہ وسلم کے بھائی مومنین کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خاوند کی حیثیت سے آپ ﷺ کے داماد۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں' جن سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے وقت راضی تھے۔ اور جن کا شمار علماء ربانی' ممتاز بہادروں' نامور فصحاء' معروف زہاد اور سابقین اسلام میں ہوتا ہے۔

اکثر جنگوں میں آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا اٹھانے والے تھے' آپ سب جنگوں میں شریک ہوئے سوائے جنگ تبوک کے۔ اس موقع پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں شرکت نہیں فرماتے تھے۔ تو اپنے ہتھیار آپ کو عطا فرماتے۔ آپ خلفائے راشدین میں سے چوتھے خلیفہ ہیں' عشرہ مبشرہ سے ایک ہیں۔ آپ ایسے نوجوان ہیں۔ جو جب سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں آئے۔ آپ کی وفات تک آپ سے جدا نہیں ہوئے۔ آپ اس شرف سے جو انہیں حاصل ہوا بخوبی واقف تھے۔ اور ان الفاظ میں اس پر فخر کیا کرتے تھے۔

''تعلمون موضعي من رسول الله صلى الله عليه وسلم بالقرابة القريبة والمنزلة الخصيصة وضعنى فى حجره صلى الله عليه وسلم و انا وليد يضمنى الى صدره' ويكتفنى فراشه' و يمسنى جسمه و يشمنى عرقه' و ماوجدلى من كذبة فى قول' ولا خطايا فى فعل' و كنت اتبعه اتباع الفصيل اثر آمه' يرفع فى كل يوم من صفاته علما و يامرنى بهذا الاقتداء''

قریبی رشتہ داری اور خاص مرتبہ کے باعث جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں میرا جو مقام ہے اس کو تم خوب جانتے ہو۔ میں ابھی نومولود بچہ تھا کہ آپ نے مجھے اپنی گود میں لیا۔ مجھے اپنے سینے سے لگاتے' آپ کا بستر مبارک مجھے ڈھانپتا' آپ کا جسم اقدس مجھے مس کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا پسینہ مبارک مجھے سونگھاتے۔

میری بات میں آپ کو کسی قسم کا جھوٹ اور میرے فعل میں کسی قسم کی بی حیائی نہیں ملے گی میں آپ کے ایسے پیچھے لگا رہتا تھا جیسے دودھ چھڑایا بچہ اپنی ماں کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ آپؐ ہر دن اپنی صفات کے بارے میں مجھے بتا کر میرے علم میں اضافہ کرتے اور اس کی اقتداء کا مجھے حکم دیتے۔

یہ ہیں علی بن ابی طالب صاحب عظمت اور صاحب یقین اور سب رسولوں سے افضل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر کے شوہر، جو کبھی بھی بتوں کے آگے سجدہ ریز نہیں ہوئے اور لڑکوں میں سے پہلی شخصیت جو اسلام لائی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے والے پہلے شخص۔ صلح میں بھی نیک نیت اور جنگ میں بھی عالی ظرف، اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ عزت بخشی کہ کبھی بھی ان کی نظر اپنی شرمگاہ پر نہ پڑی۔ اور آپ کے لئے یہ شرف کافی ہے۔ کہ آپ کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

انما یرید الله لیذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا الاية ۳۳، الاحزاب اللہ تعالیٰ تو بس یہی چاہتا ہے اے اھل بیت کہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی دور کر دے اور تمہیں خوب ستھرا بنا دے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہ اور حسنین کریمین کو بلایا، اپنی چادر مبارک ان پر ڈالی اور فرمایا۔

اللهم هؤلاء اهل بيتي "(۱) اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔

غدیر خم کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا۔

من كنت مولاه فعلى مولاء اللهم وال من والاه، و عاد من عاداه، جس کا میں مولیٰ ہوں، علی اس کا مولیٰ ہے، (آقا) اے اللہ تو اس کو دوست رکھ جو علی سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو ان سے دشمنی رکھے۔ (۲)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لاعطين الراية غدا رجلا يحب الله و رسوله، ويحبه الله و رسوله، ليس بفرار، يفتح الله علي يديه.

جنگ خیبر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں کل ضرور ایسے شخص کو جھنڈا عطا کر دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ وہ میدان جنگ سے بھاگنے والا نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں قلعہ فتح کروائے گا یہ فرمانے کے بعد آپ نے جھنڈا حضرت علیؓ کو عطا فرما دیا۔

بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ جنگ خیبر میں آپ سے پیچھے رہ گئے تھے ان کو آشوب چشم تھا سوچا کہ میں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جاؤں گا۔ یہ خیال کر کے نکل پڑے اور آپ سے جا ملے۔

جب اس رات کی شام ہوئی جس کی صبح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ تو آپ نے فرمایا' کہ کل ضرور بر ضرور میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا' جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح نصیب کرے گا وہ ایسا شخص ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں' اس رات لوگ اسی بارے چہ میگوئیاں کرتے رہے۔ کہ دیکھیں صبح جھنڈا کس کو ملتا ہے' جب صبح ہوئی تو وہ سارے کے سارے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ہر ایک توقع کر رہا تھا کہ جھنڈا اسے عطا کیا جائے گا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے قیادت کو سوائے اس دن کے کبھی بھی پسند نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس پر بڑا حرص کیا اور جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ مجھے دیکھ لیں اور میں یاد آ جاؤں تو ممکن ہے یہ منصب مجھے عطا فرمادیں۔(۳)

اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' علی بن ابی طالبؓ کہاں ہیں' آپ سے عرض کی گئی۔ یا رسول اللہ ﷺ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انہیں بلائیے وہ حاضر کئے گئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں تھوکا۔ وہ اس طرح شفایاب ہو گئے کہ گویا انہیں کبھی درد ہوئی ہی نہیں تھی۔ حضرت علی نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان سے اسقدر جنگ کروں گا کہ ان کا قتل عام ہوگا اور وہ کم ہو کر تعداد میں ہمارے برابر رہ جائیں گے۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ اے علی' تدریجاً اور نرمی کے ساتھ کارروائی کر یہاں تک کہ تو ان کے آنگن میں اترے' پہلے انہیں اسلام کی دعوت دیجئے اور اس سلسلے میں ان پر اللہ تعالیٰ کا جو حق واجب ہے اس کے بارے میں انہیں بتائیے۔ بخدا اگر تمہارے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو وہ اس سے تمہارے لئے بہتر ہے کہ تمہارے پاس سرخ اونٹ ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں قلعہ فتح کروایا۔

ایک اور روایت میں یوں آیا ہے' کہ ابھی تک آپ کے ساتھیوں میں سے آخری آدمی بھی آپ تک نہیں پہنچا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلوں کے ہاتھوں قلعہ فتح کروا دیا۔(۴)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔

انکحتک احب اھل بیتی“ (۵)

میں نے اپنے گھر والوں میں سے محبوب ترین کے ساتھ تیرا نکاح کر دیا ہے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ ان سے صرف وہی محبت کرتا ہے جو مومن ہے اور ان سے دشمنی وہی رکھتا ہے جو منافق ہے۔(٦)

زر بن جلیش سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علیؓ کو یہ فرماتے سنا۔

والذی خلق الحبة، وبراء النسمة انه لعهد النبی الامی الی انه لا یحبنی الا مومن و یبغضنی الا منافق (۷)

قسم اس ذات کی جس نے دانہ اگایا اور ہر ذی روح کو وجود بخشا، میرے ساتھ یہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد ہے کہ مجھ سے وہی محبت رکھے گا جو مومن ہے اور عداوت وہ رکھے گا جو منافق ہوگا۔

و عن ابی سعیدی الخدری. رضی اللہ عنہ قال ان کنا لنعرف المنافقین. نحن معاشر الانصار. ببغضھم علی بن ابی طالب.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم گروہ انصار کو منافقین کی خوب پہچان تھی کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض رکھتے تھے۔

اور ایسے ہی جب آیة مباھلة (فقل تعالوا ندع ابنانا و ابناء کم“ (۸) نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ حضرت فاطمۃ اور ان کی اولاد کو جمع کر کے فرمایا۔اللھم ھو الاء اھلی (۹) اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کا ذکر فرمایا۔سعد نے کہا۔بخدا کہ اگر ان کی تین خصلتوں میں سے ایک خصلت بھی میرے اندر ہوتی تو وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب تھی کہ دنیا و مافیہا میری ملکیت ہو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ سرخ ...... چوپاؤں سے بھی مجھے زیادہ محبوب ہوگی۔میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے یہ فرماتے سنا۔جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ میں انہیں اپنے پیچھے بطور اپنے نائب کے چھوڑا تھا۔حضرت علی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔اما ترضی ان تکون منی بمنزلة ھارون من موسیٰ، الا انه لا نبی بعدی، کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ میرے لئے تو ایسا ہو جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کے لئے تھے ہاں مگر ایک بات ہے کہ وہ نبی تھے میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور خیبر کی جنگ کے موقع پر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بھی اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس اعزاز کے ہم سب متمنی تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، علیؓ کو بلاؤ جب وہ آپ کے پاس لائے گئے تو انہیں آشوب چشم تھا، آپ نے ان کی آنکھ میں تھوکا اور جھنڈا ان کو عنایت فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ جب یہ آیت "قل تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم" (۱۰) نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی، فاطمۃ اور حسن وحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بلایا اور فرمایا۔ "اللھم ھولاء اھلی." (۱۱) اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔ ابوالعباس نے کہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہا میں چار ایسی خصلتیں ہیں جو کسی اور میں نہیں۔

۱۔ وہ پہلے عربی اور عجمی ہیں۔ جنہوں نے حضرت محمد ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔

۲۔ آپ وہ ہیں کہ جن کے ہاتھ میں ہر جنگ کے موقع پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ہوا کرتا تھا۔

۳۔ وہ وہ ہیں جو اس وقت بھی آپ کے ساتھ رہے جبکہ دوسرے آپ سے بھاگ گئے۔ وہ وہی ہیں جنہوں نے آپ کو غسل دیا اور اپنی قبر مبارک میں آپ کو اتارا۔

حضرت حسن بصری سے ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ بخدا وہ اللہ کے دشمنوں کے لئے اللہ کے تیروں میں سے صحیح نشانے پر بیٹھنے والے ایک تیر تھے۔ وہ اس امت کے اللہ والے تھے۔ صاحب فضیلت اور صاحب سبقت تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی رشتہ داری رکھتے تھے۔ انہوں نے قرآن پاک پر اپنے پختہ ارادہ کے ساتھ عمل کیا اور اس کے تر و تازہ پھول چنے۔ یہ ہیں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

فی الحقیقت اپنے بچپن سے ہی آپ نے نزول قرآن کے مناظر کا مشاہدہ کیا تھا، اس وقت جب ابھی آپ آغوش نبوت میں تھے۔ آپ نے اسباب نزول اور تفسیر قرآن میں خوب سمجھ حاصل کر لی تھی۔ اکثر و بیشتر عملاً و قولاً سنت شریفہ کی ہمرکابی میں ایام زیست بسر کئے اور ان سب میں تفقہ حاصل کیا۔

امام احمد بن حنبل، اسماعیل القاضی، النسائی اور ابو نیشاپوری نے کہا ہے کہ صحابہ میں سے کسی کے حق میں اتنی زیادہ عمدہ اسناد وارد نہیں ہیں جتنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں۔

اس شہ سوار نے جنگ بدر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا اٹھایا جبکہ ابھی ان

کی عمر بیس سال کے لگ بھگ تھی۔ جو بھی ان کے ساتھ معرکہ آرائی کے لئے سامنے آیا آپ نے اس کا سر قلم کر دیا۔ یہ خلاف عادت و مافوق الفطرت جسمانی قوت رکھنے والا بہادر شہ سوار معجزاتی حد تک ذہنی قوت سے بھی آراستہ تھا۔ بڑی ہیبت کا مالک تھا۔ لوگ اس کے سامنے غلطی کرنے سے کتراتے تھے۔

جب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امام علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بارے میں سنا تو فرمایا۔ ''اب عرب جو چاہیں کریں اب انہیں منع کرنے والا کوئی نہیں رہا۔'' صبر اور عفو و درگزر کرنے میں ایک معجزاتی اور مثالی قوت رکھتے تھے۔ جیسے کہ انہوں نے بچپن سے ہی آغوش نبوت میں سیکھا تھا۔ جب کچھ لوگوں نے آپ کی بیعت میں تردد کیا' تو آپ نے انہیں کسی قسم کی سزا دینے یا ذلیل کرنے سے گریز کیا۔ ان کے بارے میں بس اتنا فرمایا۔ ''اولئک قوم خذلوا الحق ولم ینصرو الباطل' تخلفوا عن الحق ولم یقو موامع الباطل'' یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حق کو تو چھوڑ دیا مگر باطل کی بھی کوئی مدد نہیں کی۔ حق سے پیچھے رہے اور باطل کے ساتھ بھی نہ ٹھہرے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی زندگی مبارکہ میں جن صفات سے متصف ہوئے تھے ان میں سے ہر صفت کی بڑی شان تھی۔

یہاں ان میں سے چند آپ کی صفات کا ذکر نا گزیر ہے جو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ امام احمد ابن حنبل نے اپنی مسند میں اور حاکم' بزار اور طبرانی نے بڑی عمدہ سند کے ساتھ اسے حضرت علیؓ کی روایت سے نقل کیا ہے۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی کہ آپؐ اپنے بعد کس کو خلیفہ بنائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم حضرت ابوبکرؓ کو اپنا امیر بناؤ تو تم انہیں امانتدار اور دنیا میں کم رغبت رکھنے والا اور آخرت کی طرف زیادہ میلان رکھنے والا پاؤ گے اور اگر حضرت عمرؓ کو اپنا امیر بناؤ تو انہیں بہت قوی و امانتدار پاؤ گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں (اس کے احکام کے نفاذ میں) کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ اور اگر تم حضرت علیؓ کو اپنا امیر مقرر کرو اور میں تمہیں ایسا کرنے والا نہیں دیکھتا' تم انہیں راہ ہدایت دکھانے والا' اور ہدایت یافتہ پاؤ گے وہ تمہیں سیدھے راستہ کی طرف لے جائیں گے۔ (۱۲) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ پر بڑا حرص رکھتے تھے اور ان کا بڑا اکرام کیا کرتے تھے۔ مگر اس سب کچھ کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ہی ان کو اپنا خلیفہ مقرر کرنے کی وصیت فرمائی اور نہ کسی اور کے حق میں۔ بلکہ جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں گزر چکا ہے۔ اس کے برعکس یہ معاملہ مسلمانوں پر چھوڑ دیا' کہ وہ آزادی رائے کے ساتھ جسے چاہیں اپنا حاکم چن لیں۔ اگرچہ حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف آپؐ نے ارشادات فرمائے۔

جیسا کہ اپنی آخری بیماری کے دوران آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ آپ کی جگہ امامت کروائیں۔اور یہ بھی فرمایا۔"ویابی اللہ والمومنون الا ابابکر"۔

اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر صدیق کو ہی چاہتے ہیں (۱۳) وہ نصوص بہت ساری ہیں جن میں خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف واضح اشارات موجود ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ باوجود اس کے کہ ان کی حیا معروف ہے حق کے معاملے میں بڑے جرأتمند تھے۔حقیقت کو معلوم کرنے میں ذرہ بھر بھی خوفزدہ نہیں ہوتے تھے۔چھان بین اور تحقیق و تفتیش کرنے سے نہیں شرماتے تھے۔مگر اس کے ساتھ ساتھ کسی پر ظلم بھی نہیں کرتے تھے۔

ایک قاضی کا مزاج ایسے ہی ہوا کرتا ہے جس کے ساتھ ساتھ اس کی زاہدانہ طبیعت بھی جڑی ہوئی ہوتی ہے۔اوائل عمر سے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ شک کا سختی کے ساتھ محاسبہ کرتے تا کہ کھل کر سامنے آجائے اور دور ہو جائے' معاملات کو اپنانے کا یہ طریق کار اور ظاہری صورتوں اور مظاہر کے پیچھے جو حقیقت پوشیدہ ہوتی اس کی چھان بین کے لئے آپ کا یہ طرز عمل خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک میں قیام عدل وانصاف کے سلسلے میں بہت ممد ثابت ہوا۔ کیونکہ فقہی اور عدالتی معاملات میں حضرت عمرؓ اکثر اصحاب شوریٰ کی طرف رجوع فرمایا کرتے تھے۔

حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اس مشکل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے جس کو ابوالحسنؓ بھی حل نہ کرسکیں۔ (۱۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خصائص اور مناقب اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ ناممکن ہے حضرت امام نووی نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالات اور فضائل ہر چیز میں جانے پہچانے اور لاتعداد ہیں۔قدیم ہی سے علماء ان کا بڑے اہتمام سے ذکر کرتے چلے آئے ہیں علامہ زمخشری نے عشرہ مبشرہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس میں آپ کے مناقب کو مختصراً بیان کیا ہے۔امام نسائی نے آپ کی ان صفات کے بارے میں علیحدہ ایک مخصوص تصنیف مرتب کی ہے۔جس کا نام انہوں نے "خصائص امیر المومنین علی بن ابی طالب" رضی اللہ عنہ رکھا ہے' اسی طرح ابن المغازلی نے اپنی کتاب "مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ" کے نام سے لکھی ہے اور ان کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی اس میدان میں خامہ فرسائی کی ہے۔چنانچہ ہمارے لئے یہ مناسب ہے کہ ہم بطور نمونہ ان میں سے آپ کے چند خصائص کا تذکرہ کریں۔مگر بلاشبہ ان کا احاطہ ہمارے لئے محال ہے۔

پہلی صفت = بچوں میں آپؓ سب سے پہلے اسلام لائے اور آپ ہی وہ پہلے ہیں جنہوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ چنانچہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں "**اول من صل مع رسول الله صلى الله عليه وسلم علي** (۱۵) وہ پہلا آدمی جس نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی وہ علیؓ ہیں۔

دوسری صفت = دوران ہجرت جناب رسول کریم کی طرف سے لوگوں کی امانتیں واپس کرنے کی غرض سے آپ پیچھے مکہ رہ گئے تھے۔ اور یہ شرف نیابت آپ کو سونپا گیا۔ چنانچہ آپ تین دن مکہ معظمہ میں رہے اور جتنی امانتیں بھی اہل مکہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں انہوں نے ان کے مالکوں کو واپس کر دیں۔ بعد ازاں جب حضور ﷺ غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو مدینہ منورہ میں اپنے اہل وعیال اور عورتوں اور بچوں کی نگہداشت کا کام ان کے سپرد کیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے اور عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کہیں گے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے اوپر بوجھل سمجھا ہے اس لئے پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "**اما ترى ان تكون منى بمنزلة هارون من موسى الا ان لا نبى بعدى**"

کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو میرے لئے ایسا ہو جیسا حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے لئے تھے مگر سنو بلا شبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (۱۶)

تیسری صفت = چونکہ ان کی ایک اور خصوصیت یہ تھی کہ وہ بڑے بہادر اور جنگ میں پیش قدمی کرنے والے تھے۔ اس لئے ہجرت کے دن آپ کی سلامتی کی خاطر آپؐ کے بستر مبارک پر سو کر اپنی جان کی قربانی پیش کر دی۔ اسی طرح یہ بھی آپ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ وہ پہلے شخص ہیں جو جنگ بدر میں معرکہ آرائی کے لئے نکلے۔

چوتھی صفت = آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے ہی قرآن کریم کی تاویل وتفسیر کے مطابق جنگ کیا کرتے تھے جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نزول کے مطابق جنگ کی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ ایک دفعہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ازواج مطہرات کے گھرانوں میں کسی کے گھر سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے۔ وہ کہتے ہیں۔ ہم آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ آپ کی جوتی مبارک ٹوٹ گئی۔ حضرت علیؓ اس کی مرمت کرنے کے لئے پیچھے رہ گئے۔ ...ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے تو ہم بھی آپؐ کے پیچھے ہو لئے۔ پھر آپ ﷺ حضرت علیؓ

کا انتظار کرنے کے لئے ٹھہر گئے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک تم میں سے کوئی ہے جو تاویل قرآن کے مطابق جنگ کرے جیسا کہ میں نے اس کی تنزیل کے مطابق جنگ کی ہے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے ہماری طرف نظر اٹھائی۔ اس وقت ہم میں حضرت ابوبکر و عمر بھی موجود تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی۔ میں ہوں وہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تاویل قرآن کے مطابق جنگ کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''نہیں' حضرت عمرؓ نے عرض کی۔ میں وہ ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ ﷺ نے فرمایا' نہیں' بلکہ وہ تو جوتی گانٹھنے والا ہے جو تاویل قرآن کے مطابق جنگ کرے گا ابو سعید کہتے ہیں ہم انہیں یہ خوشخبری دینے کے لئے آئے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا انہوں نے اسے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہے۔ (۱۷)

پانچویں صفت = حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سے بہت بڑے قاضی تھے۔ امام بخاری نے حضرت عمر بن الخطاب سے درج ذیل حدیث روایت کی ہے۔ فرمایا۔

''اقرأ و نا ابی' وقضانا علی'' (۱۸) ہم میں سے سب سے بڑے قاری ابی تھے اور سب سے بڑے قاضی علیؓ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم آپس میں یہ گفتگو کر رہے تھے کہ حضرت علیؓ اہل مدینہ کے سب سے بڑے قاضی ہیں۔ (۱۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک نوعمر آدمی ہوں اور مجھے قضا (فیصلے کرنا مقدمات کے بارے کچھ زیادہ علم نہیں ہے۔ اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا۔ ''اذهب الله يثبت لسانك و يهدى قلبك' قال فما اعيانى قضاء بين اثنين''. (۲۰)

جائیے اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو ثابت و سالم رکھیں گے۔ وہ کبھی لغزش نہیں کھائے گی اور تمہارے دل میں ہدایت بھر دیں گے'' حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے نے مجھے کبھی بھی عاجز نہیں بنایا۔

چھٹی صفت = آپؓ مومنین کے محبوب ہیں' اور منافقین آپ سے بغض رکھتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بتا دیا تھا۔ کہ آپ سے محبت وہ رکھے گا جو مومن ہوگا اور بغض وہ جو منافق ہوگا۔

ساتویں صفت = (طائف کے دن جناب رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کرنے کا شرف)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ طائف کے دن جناب رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو شرف باریابی بخشا' ان کے ساتھ سرگوشی کی۔ لوگ کہنے لگے کہ اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ آپ کی سرگوشی طویل ہوگئی ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ما انا انتجية ولكن 'لله انتجاه" (۲۱) (میں نے اپنی مرضی سے ان کے ساتھ سرگوشی نہیں کی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ سرگوشی کی ہے۔ (یعنی ایسا کرنے کا مجھے حکم دیا ہے)

آٹھویں صفت = بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے عالم' فقیہ اور متقی تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کے علم اور ان کے تفقہ (فقہ دانی) کی گواہی دی ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ليس المقام ببلاد ليس فيه ابو الحسن"

اس خطہ زمین اور اس شہر میں...... رہنے کا کوئی فائدہ نہیں جہاں ابوالحسن نہ ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا قول ان کے علم اور ان کی فقہ دانی پر دال ہے۔

نویں صفت = آپ بات کو محفوظ رکھنے والے کان رکھتے تھے۔ روایت کی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ قول: (و تعيهـا اذن واعية) نازل ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ وہ تیرے کان ایسے بنادے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد میں کبھی کوئی چیز نہیں بھولا اور میں بھول بھی کیسے سکتا تھا۔ (۲۲)

علامہ زمخشری نے اپنی مشہور تفسیر "الكشاف عن حقائق التنزيل و عيون الاقاويل في وجوه التاويل" میں "اذن واعية" کی شرح یوں کی ہے۔

یاد رکھنے والے کانوں کی صفت یہ ہے کہ جو کچھ تو نے سنا ہے' اسے یاد رکھے اور محفوظ کرلے اور اس پر عمل چھوڑ کر اسے ضائع ہونے سے بچائے اور ہر وہ چیز جو تو نے اپنی طرف سے یاد کی ہے اسے تو نے محفوظ کرلیا ہو اور جو دوسرے سے لی ہو اسے پوری طرح لے لیا ہو۔

دسویں صفت = آپ نے بہت ساری قابل فخر باتیں اپنے اندر جمع کرلی تھیں۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کی شادی ان سے کردی۔ جن کے بطن سے حسنؓ حسینؓ محسن اور زینب پیدا ہوئے پھر جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ آپ بچوں میں سے پہلے ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا۔

گیارھویں صفت = جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام پہچانے کا شرف آپ کو حاصل ہوا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا۔ ہم بھی اس سفر میں آپ کے ہمرکاب تھے۔ یہاں تک کہ جب ہم مقام "عرج" میں پہنچے تو صبح کی نماز کے لئے اقامت کہی گئی۔ حضرت ابوبکر

صدیق نے اپنی پیٹھ کے پیچھے اونٹنی کی آواز سنی۔ آپ نے تکبیر کہنے سے ذرا توقف کیا اور فرمایا کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اعمال حج شروع کئے تھے کہنے لگے ممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہوں ہم ان کے ساتھ نماز پڑھنے کا شرف حاصل کریں گے کیا دیکھتے ہیں کہ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا۔ امیر بن کر آئے ہو یا پیغامبر۔ حضرت علیؓ نے فرمایا' امیر نہیں بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی ہوں۔ آپ نے مجھے سورۂ برات دے کر بھیجا ہے میں حج کے موقع میں اسے لوگوں کو پڑھ کر سناؤں گا۔

ہم مکہ آئے۔ آٹھویں ذی الحج سے ایک دن پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' لوگوں کو خطبہ دیا' احکام حج کے بارے میں انہیں بتایا۔ جب فارغ ہوئے تو حضرت علیؓ کھڑے ہوئے لوگوں پر سورۂ برأت پڑھنا شروع کی۔ حتیٰ کہ اسے آخر تک پڑھ ڈالا پھر ہم ان کے ساتھ نکلے۔ حتیٰ کہ نویں ذالحج کا دن آن پہنچا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ لوگوں کو واعظ کہا۔ انہیں احکام حج کے بارے میں بتایا۔ جب فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور لوگوں پر سورۂ برأت تا آخر تلاوت فرمائی۔ پھر قربانی کا دن آیا تو ہم واپس لوٹے۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ واپس ہوئے تو لوگوں کو خطبہ دیا اور ان کے واپس ہونے ان کی قربانی اور ان کے مناسک حج کے بارے انہیں آگاہ کیا جب فارغ ہوئے تو حضرت علی کھڑے ہوئے اور لوگوں پر سورۂ برأت پڑھنا شروع کی۔ حتیٰ کہ اسے ختم کر ڈالا۔ جب منیٰ سے مکہ جانے کا پہلا دن آیا تو حضرت ابوبکر صدیق کھڑے ہوئے لوگوں کو خطبہ دیا اور انہیں بتایا کہ وہ منیٰ سے مکہ کیسے جائیں' کیسے شیطانوں کو کنکریاں ماریں۔ چنانچہ انہیں ان کے مناسک کے بارے میں بتایا۔ جب فارغ ہو گئے تو حضرت علیؓ اٹھے اور لوگوں پر سورۂ برأت آخر تک تلاوت کر ڈالی۔ (۲۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا ینبغی ان یبلغ ھذا الا رجل من اھلی' فدعا علیا فاعطاہ ایاہ" (۲۵)

ضروری ہے کہ اس سورت کو میرے گھر والوں میں سے ہی کوئی پہنچائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلایا اور انہیں یہ سورت عطا فرمائی۔

بارھویں صفت = (جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں) اس سلسلے میں امام بخاری وغیرہ نے حضرت براء بن عازب سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ "انت منی و انا منک" (۲۶) تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں"۔

تیرھویں صفت = آپؓ ہی وہ پہلے شخص ہوں گے جو جھگڑنے کے لئے قیامت کے دن رحمٰن کے حضور رکوع کریں گے قیس بن عباد نے کہا کہ یہ آیت "ھذان خصمان اختصموا فی ربھم" (۲۷) کس کے بارے نازل ہوئی؟ فرمایا۔ یہ دو جھگڑنے والے جو اپنے رب تعالیٰ کے حضور جھگڑیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جنگ بدر کے دن جنگ کے لئے نکلے' حضرت علیؓ حضرت حمزہؓ عبیدہ' شیبہ بن ربیعۃ' عتبہ بن ربیعۃ اور ولید بن عتبہ وغیرہ۔ (۲۸)

چودھویں صفت = جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ پر شفقت و مہربانی حضرت ام عطیۃ کی زبانی سنئے ان سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں' کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ اس میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ کہتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو اپنے دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر یہ دعا کرتے سنا۔

"اللھم لا تمتنی حتی ترینی علیا"

اے اللہ مجھے اس وقت تک وفات نہ دینا جب تک میں علیؓ کو نہ دیکھ لوں۔

پندرھویں صفت = جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حرم کی قربانیوں میں حضرت علی کو بھی شریک کیا۔ چنانچہ سو قربانی کے جانور بھیجے۔ ان میں سے تریسٹھ اپنے دست مبارک سے ذبح فرمائے اور جو سو سے اوپر تھے ان کے ذبح کرنے میں حضرت علیؓ کو اپنا نائب بنایا۔

سولھویں صفت = آپ کے حق میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ "انہ کنفسہ" کہ وہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہیں۔ حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لینتھین بنو ولیعہ اولا بعثن الیھم رجلا کنفسی ینفذ فیھم امری فیقتل فھم المقاتلة و یسبی الذریة.

بنو ولیعہ کو باز آ جانا چاہئے ورنہ میں ایک ایسا آدمی ان کی طرف بھیجوں گا جو میری مانند ہے۔ میرے حکم کو ان میں نافذ کرے گا۔ ان سے لڑائی کرے گا اور ان کی اولاد کو قیدی بنائے گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' مجھے نہیں ڈرایا مگر میرے پیچھے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے میرے ازار بند کی جگہ سے پکڑنے نے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا آپؐ کس کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں نے عرض کی وہ آپ کا ارادہ نہیں رکھتے اور نہ ہی آپؐ کے ساتھی کا۔ پوچھا تو پھر آپ کس کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں نے کہا جوتیاں گانٹھنے والے کا۔ انہوں نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ جوتیاں گانٹھتے ہیں۔ (۲۹)

سترھویں صفت = حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا بے شک آپ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تھوڑی ہی دیر پہلے تک اس دنیوی زندگی میں مردوں میں سے سب سے آخر میں حضرت علیؓ آپ کی زیارت کرنے والے تھے۔

وہ چیز جو ام سلمہ قسم کھا کر بتاتی ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ جناب رسول اللہ کو قریب سے جانتے تھے۔ اور آپ کے احوال سے باخبر تھے۔ انہوں نے کہا جب وہ صبح ہوئی جس صبح جناب کا وصال ہوا۔ تو آپؐ نے حضرت علیؓ کو بلا بھیجا۔ آپؐ نے ان کو کسی کام کیلئے بھیجا ہوا تھا۔ میرا خیال ہے انہیں کسی جنگ میں بھیجا تھا آپؐ نے پوچھا علیؓ آ گئے۔ تین دفعہ آپؐ نے یہ کلمہ دہرایا۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں حضرت علیؓ طلوع آفتاب سے پہلے آ گئے تھے۔ جب وہ آئے تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ آپ کو حضرت علیؓ سے کوئی کام ہے۔ ہم گھر سے نکلے اس دن ہم نے حضرت عائشہؓ کے گھر جناب کی عیادت کی تھی۔ میں سب سے آخر میں گھر سے نکلنے والی تھی۔ اور میں تمام ازواج میں سے سب سے زیادہ دروازے کے قریب بیٹھی۔ حضرت علیؓ آپؐ پر جھک گئے۔ چنانچہ وہ سب لوگوں سے آخر میں آپؐ سے ملاقات کرنے والے تھے۔ آپؐ ان سے سرگوشی فرمانے لگے۔ (۳۰)

یہ ہیں حضرت علیؓ کی خصوصیات اور آپ کے فضائل اور جو شمار سے باہر ہیں مگر فی الحقیقت محبّ تو وہ ہوتا ہے جو کم پر بھی راضی ہو جاتا ہے۔ حضرت علیؓ کے فضائل کے سلسلے میں کم سے کم جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے جب سے آپ کی گود میں پرورش پائی اس وقت سے یہ فضائل اور یہ کمالات آپؐ سے سیکھ لئے اور نبوت کے زیر سایہ ہی جوان ہوئے۔ جناب رسول اللہؐ ہی نے آپؓ کا نام رکھا تھا اور آپ کی کنیت بھی آپؐ نے ہی رکھی تھی۔

یہ ہیں وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، خلفائے راشدین میں سے چوتھے خلیفہ اور ان دس حضرات میں سے ایک جنہیں جنت کی بشارت دی گئی اور جناب نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد، جن میں فضائل ہی فضائل، بھلائیاں ہی بھلائیاں، ذکاوت ونجابت اور پاکیزگی ہی پاکیزگی جمع ہو چکی تھی۔ وہ اہل بیت الطیبین الطاہرین کے سرداروں میں سے ایک معزز و مکرم سردار اور ان کے پیشواؤں میں سے ایک پیشوا تھے جن کا اللہ تعالیٰ اعلیٰ سے اعلیٰ اوصاف ذکر فرمانے کے ساتھ یوں ذکر فرمایا ہے۔

"یوفون بالنذر و یخافون یوما" کان شره مستطیرا. ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا و یتیما و اسیرا. انما نطعمکم لوجه الله لا نرید منکم جزاء ولا شکورا۔(۳۱)

اپنی نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر پھیلنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے پیش نظر مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تو تمہیں محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں تم سے کوئی بدلہ اور شکریہ نہیں چاہتے۔

حواشی

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حالات درج ذیل کتابوں میں دیکھئے۔ فضائل الصحابہ' امام احمد بن حنبل' ۱/ ۵۲۸ خصائص امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا' نسائی' فضائل الصحابہ''
نسائی حلیۃ الاولیاء' ابونعیم ۱/ ۶۱ معرفۃ الصحابہ' ابونعیم' ۱/ ۶/ ۲۷ الطبقات الکبریٰ' ابن سعد ۳/ ۱۹ الطبقات' خلیفہ بن خیاط' ص۔ ۴ تاریخ الطبری ۴/ ۷/ ۴۲' تہذیب الاسماء واللغات' النووی ۱/ ۱/ ۳۴۴' اسد الغابۃ' ابن الاثیر ۴/ ۱۹ جامع الاصول ۸/ ۶۴۸' تجرید اسماء الصحابہ' ذہبی ۱/ ۳۹۲' البدایہ والنہایہ' ابن کثیر ۲/ ۲۵۲' تہذیب التہذیب ۷/ ۳۳۴' الاستیعاب ۳/ ۲۶' الاصابہ ۲/ ۵۰۷ تاریخ الخلفاء السیوطی ۱۶۶' ذخائر العقبی' المحب الطبری ۵۵

۲۔ اس کی روایت پہلے گزر چکی ہے۔

۳۔ امام ترمذی نے اپنی کتاب کی پہلی جلد میں مناقب میں ۳۷۱۳ نمبر کے تحت اس کی روایت کی ہے ۵/ ۵۹۱ اور کہا کہ یہ حسن صحیح ہے حاکم نے مستدرک میں طویل حدیث بیان کی ہے اور کہا ہے کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور ذہبی اور نسائی نے فضائل الصحابۃ میں نمبر ۴۵ کے تحت اس کو باقی رکھا ہے اور خصائص امیر المومنین علی بن ابی طالبؓ میں بھی اسے روایت کیا ہے۔
احمد نے ''المسند'' اور ''الفضائل'' میں اسے بیان کیا ہے' البزار' الطبرانی اور ابویعلیٰ وغیرہ ہم بھی اس حدیث کو لائے ہیں۔
امام شوکانی نے ''درالصحابہ'' ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰ میں کہا ہے کہ احمد البزار نے اپنے رجال کی اسناد کے ساتھ اسے روایت کیا ہے یہ سوائے فطر بن خلیفہ (اور یہ بھی ثقہ ہیں) ان کے رجال صحیح والے ہیں۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ طبرانی نے اسے ''الکبیر میں حبشی بن جنادۃ کی حدیث سے ثقہ رجال کے اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔
یہ حدیث بہت سارے واسطوں اور کئی سندوں اور مختلف روایات سے روایت کی گئی ہے۔ درج ذیل کتب حدیث کا مطالعہ کیجئے۔
المسند' احمد حنبل' ۱/ ۸۴' ۸۸' ۱۱۹' ۱۵۲' ۴/ ۳۶۸' ۳۷۰' ۳۷۲' ۳۷۳' ۵/ ۳۴۷' ۳۶۶' ۳۷۰' ۴۱۹' فضائل الصحابۃ' نمبر ۹۵۹' ۹۹۲' ۱۱۶۷' ۱۱۷۷' المعجم الکبیر' الطبرانی' ۴/ ۲۰' ۲۰۷' ۵/ ۱۹۶' ۲۲۱' ۲۳۰' (۲۳۱)' ابن حبان (۲۲۰۵۔ موارد) البزار (۳/ ۱۸۸' ۱۸۹' ۱۹۰' کشف الاستار' مشکل الآثار' ۲/ ۳۰۷۔ ۳۰۹' کنز العمال' ۱۱/ ۶۸۔ ۶۱۰' ۱۳/ ۱۳۴
الہیثمی نے مجمع الزوائد ۹/ ۱۰۳ میں حضور کے اس قول "من کنت مولا فعلی مولاہ" پر باب باندھا ہے اور اس میں بہت سارے واسطوں کا ذکر کیا ہے۔
ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ حدیث کثیر الطرق ہے ابن عقدہ نے الگ کتاب میں ان کو تفصیلاً بیان کیا ہے ان میں سے کچھ صحیح ہیں اور کچھ حسن ہیں فتح الباری ۷/ ۷۴' امام بیہقی نے ''مناقب الشافعی'' ۱/ ۳۳۸ میں اپنی اسناد کے ساتھ امام شافعیؒ سے بیان کیا ہے' وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول "من کنت مولاہ "کا معنی یوں بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد ولاء اسلام ہے)۔

۴۔ حضرت عمرؓ نے اس امارت پر محض اس لئے حرص کیا تھا کہ چونکہ انہیں پتہ تھا کہ یہ امارت صاحب امارت کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت اور ان کی اس کے ساتھ محبت کی نشانی ہے اور یہ قلعہ اسی شخص کے ہاتھوں فتح ہوگا جسے اسے امارت سے نوازا جائے گا۔ النووی علی مسلم ۱۵/ ۱۷۸

۵۔ یہ حدیث درج ذیل نمبروں ۲۹۴۲' ۲۹۷۵' ۳۰۰۹' ۳۷۰۱' ۳۷۰۲' کے تحت جہاد کے باب "دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم " اور باب "فضل من اسلم علی یدیہ رجل" اس شخص کی فضیلت جس کے ہاتھ پر ایک آدمی بھی اسلام لایا ہو) اور فضائل الصحابۃ کے باب مناقب علیؓ اور مغازی کے باب ''غزوۃ خیبر'' میں وارد ہوئی ہے' بخاری' فضائل الصحابۃ'' باب (من فضائل علی ابن ابی طالب) مسلم' حدیث نمبر ۲۴۰۶' ۲۴۰۷' مسلم ۴/ ۱۸۷۱
ابن ماجہ' المقدمۃ (۱۱۷) باب فضل علی بن ابی طالبؓ میں اور احمد ''المسند'' ۱/ ۹۹' ۵/ ۳۵۳ اور الفضائل ۹۸۷' ۹۸۸' ۱۰۳۶ میں اور ابو نعیم ''الحلیۃ'' ۱/ ۶۲ اور معرفۃ الصحابۃ ۱/ ۲۹۷ میں۔
اور البغوی نے شرح السنۃ ۱۴/ ۱۱۱۔ ۱۱۲ میں اور البیہقی نے دلائل النبوۃ ۴/ ۲۰۵ میں اس حدیث کو لائے ہیں۔
اس حدیث کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ''منہاج السنۃ'' ۳/ ۱۱ میں کہا ہے کہ یہ حدیث ان عمدہ حدیثوں میں سے ایک

ہے جن کے ذریعے ان خاورج کے رد میں دلیل پیش کی جاسکتی ہے جو آپ سے برات کا اظہار کرتے ہیں نہ آپ کو دوست رکھتے ہیں اور نہ آپ سے محبت کرتے ہیں۔ مثلاً خوارج بلاشبہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں یہ گواہی دی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے محبت رکھتے ہیں۔

۶۔ اس حدیث کی روایت پہلے گزر چکی ہے۔

۷۔ دیکھئے مسلم حدیث نمبر (۱/۷۴ ایمان کے باب (الدلیل علی ان حب الانصار و علیؓ من الایمان) (اس پر دلیل کہ انصار اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی محبت ایمان کی نشانی ہے) ۶/۸۶ ترمذی نمبر ۳۷۳۶) مناقب باب (مناقب علی بن ابی طالبؓ) حضرت علی بن ابی طالبؓ کے مناقب) ۵/۶۰۱ نسائی الایمان کے باب (علامتہ الایمان اور باب (علامتہ السفاق) ۸/۱۱۶۔۱۱۷ ابن ماجہ (۱۱۴) امام احمد کی المسند ۱/۹۴، ۹۵، ۱۲۸ الفضائل (۹۴۸) ابن ابی شیبۃ مصنف (۱۲/۵۶، ابن مندہ الایمان ۲۶۱، ۲ البغوی شرح السنۃ (۱۴/۱۱۳، ۱۱۴۱)

اس حدیث کے بارے قرطبی نے "المفہم" میں کہا ہے کہ جہاں تک ان جنگوں کا تعلق ہے جو صحابہ کرام کے مابین واقع ہوئیں یہ جنگیں ان کے درمیان کسی دشمنی کے سبب نہیں ہوتیں۔ بلکہ اچانک پیش آ جانے والے کسی معاملہ کے باعث ہوئیں۔ جو اختلاف کا متقاضی تھا۔ اسی سبب سے انہوں نے ایک دوسرے پر نفاق کا فتویٰ صادر نہیں کیا۔ اس معاملہ میں صحابہ کرام کا وہی حال ہے جو احکام کے استخراج کے سلسلے میں مجتہدین کا ہوتا ہے۔ فتح الباری ۷/۶۲

۸۔ ترمذی نمبر (۳۷۱۷) مناقب کے باب (مناقب علی بن ابی طالبؓ ۵/۵۹۳ ایسے ہی احمد نے "الفضائل میں حضرت جابر سے ۹۷۹/۱۰۸۶ نمبر کے تحت روایت کی۔

۹۔ آل عمران/۶۱

۱۰۔ مسلم نے حدیث نمبر ۲۴۰۴ کے تحت فضائل الصحابہ کے باب (فضائل علی بن ابی طالبؓ) ۱۸۷۱ میں ترمذی نے حدیث نمبر ۳۷۲۴ کے تحت مناقب کے باب (مناقب علی بن ابی طالبؓ) ۵/۵۹۶ میں احمد نے مسند میں، حاکم نے ۳/۱۸۰ میں، ابن المویدالجوینی نے فرائد السمطین ۱/۳۷۷ میں، بزار نے اپنی مسند میں، الطبرانی نے الکبیر ۱/۱۰۸ میں، ابن حبان نے ۵۴۳۔ موارد میں نسائی نے "خصائص امیر المومنین علی بن ابی طالبؓ نمبر (۱۱) میں اس حدیث کو روایت کیا ہے بزار، حاکم اور نسائی نے یہ جملہ زیادہ کیا ہے)

(واللہ ماذکرہ معاویۃ بحرف حتی خرج من المدینۃ)

۱۱۔ احمد نے اسے المسند ۱/۱۰۸ اور الفضائل نمبر ۲۸۴ میں، ابونعیم نے الحلیۃ ۱/۶۴ میں، المبزار نے "مجمع الزوائد" ۵/۱۷۶ میں کہا ہے کہ اسے احمد، بزار اور الطبرانی نے "الاوسط" میں روایت کیا ہے بزار کے رجال ثقہ (قابل اعتماد) ہیں۔ اس کے باوجود حدیث محل نظر ہے۔

۱۲۔ ابوداؤد نے نمبر ۴۶۶۰۔۴۶۶۱ کے تحت "السنۃ" میں باب (استخلاف ابوبکرؓ) اور احمد نے "الفضائل" میں نمبر (۵۸۹) کے تحت اسے ذکر کیا ہے۔

۱۳۔ امام احمد نے اپنی کتاب فضائل الصحابۃ نمبر ۱۱۰۰ میں اسے روایت کیا ہے۔

۱۴۔ امام احمد نے اسے المسند ۴/۳۶۸، ۳۷۱، ۳ اور "الفضائل" نمبر ۱۰۰۴ میں، القطیعی نے زوائد الفضائل (۱۰۴۰) میں، ابن المغازلی نے "مناقب علیؓ میں نمبر ۱۴ کے تحت، الطبرانی نے "الکبیر" ۵/۱۹۸ میں البیہقی نے السنن الکبریٰ ۶/۲۰۶ اور ترمذی نے ۵/۶۰۰ میں اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حدیث کے رجال شیخین کے رجال ہیں۔ ثقہ رجال میں، سوائے ابوحمزہ کے ان کا نام طلحۃ بن یزید ہے اور وہ بخاری کے رجال میں سے ہیں۔

۱۵۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ نمبر ۳۷۰۶، ۴۴۱۶ کے تحت المغازی کے باب (غزوہ تبوک) میں اور فضائل الصحابۃ کے باب "مناقب بن ابی طالبؓ میں وارد ہوئی، فتح الباری ۷/۷۱/۸/۱۱۲

مسلم نے نمبر ۲۴۰۴ کے تحت فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں باب (مناقب علی بن ابی طالبؓ ۵/۵۹۸ سے روایت کیا ہے۔

۱۶۔ احمد نے اسے المسند ۳/۸۲ اور "الفضائل" میں نمبر ۱۰۸۳ کے تحت اس کی روایت کی ہے، الشوکانی نے "در الصحابۃ" ص ۲۲۵ میں کہا

ہے احمد نے اسناد کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی ہے اس کے رجال صحیح والے رجال ہیں قطر بن حلیفہ اور وہ ثقہ ہیں۔
حاکم نے المستدرک ۳/۱۲۳ میں اس کی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ شیخین کی شرط پر یہ صحیح ہے۔ امام ذہبی نے ان سے موافقت کی ہے۔ ایسے ہی ابن ابی شیبۃ ۱۲/۶۴ نے البغوی نے شرح السنۃ" ۱۰/۳۳ میں ابونعیم نے "حلیۃ الاولیاء" ۱/۶۷ میں ابن المویدنے فرائد السمطین ۱/۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۲۸۰ میں ابن عدی نے ۷/۲۶۶۶ میں القیعی نے روائد الفضائل ۱۰۱ میں ابن حیان نے (۵۴۴-موارد میں اسے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اس میں حضرتؓ کی بہت بڑی خوبی بیان کی گئی ہے۔ اس میں آپؐ نے حضرت علیؓ کی اس کے موقع سے پہلے خوارج کے ساتھ جنگ کی خبر دی ہے ابن کثیر نے بھی "البدایۃ والنہایۃ" ۷/۳۰۵ میں اس کی ایسے ہی شرح کی ہے اور اس حدیث کو لے آئے ہیں۔

۱۷۔ بخاری حدیث نمبر ۴۴۸۱ کے تحت کتاب التفسیر کے باب قولہ تعالیٰ (ماننسخ من آیۃ او ننسھا) میں اس حدیث کو لائے ہیں، فتح الباری ۸/۱۶۷

۱۸۔ حاکم نے المستدرک ۳/۱۳۵ میں اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ شیخین کی شرط کے مطابق یہ صحیح ہے امام ذہبی نے ان پر تنقید نہیں کی۔
امام سخاوی نے کہا کہ اس قسم کے صیغے کا حکم یہ ہے کہ یہ مرفوع ہے اور صحیح کے درجہ میں ہے۔

۱۹۔ ابوداؤد نے ۳۵۸۲ نمبر کے تحت احکام کے باب (کیف القضاء (۴/۱۱ میں ابن ماجۃ نے ۲۳۱۰ نمبر کے تحت احکام ۲۱/۴/۷۷ میں احمد نے المسند میں، وکیع نے "اخبار القضاۃ" ۱/۸۴-۸۵ میں ابویعلی نے (نمبر ۲۸۸) میں ابونعیم الحلیہ ۴/۳۸۱ میں ترمذی نے ۱۳۳۱ نمبر کے ساتھ "احکام" میں مختصراً بیان کیا ہے اور (اسے حسن کہا ہے) حاکم نے "المستدرک" ۳/۱۳۵ میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ حاکم نے شیخین کی شرط کے مطابق اسے صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے اور یہ حدیث کئی واسطوں سے مروی ہے۔

۲۰۔ ترمذی نے اس حدیث کو ۳۶۴۳۸ نمبر کے تحت طبرانی سے یوں روایت کیا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف والے دن کچھ دیر حضرت علیؓ کے ساتھ رہے پھر گزرے تو حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج آپؐ نے حضرت علیؓ کے ساتھ طویل گفتگو فرمائی تو ان کے جواب میں آپؐ نے حدیث بالا بیان فرمائی۔

۲۱۔ الحاقۃ۔۱۲

۲۲۔ ابن جریر نے اپنی تفسیر ۲۹-۳۵ میں اسے روایت کیا ہے اور ایسے ہی ذکر کیا ہے ابونعیم نے "معرفۃ الصحابۃ" میں ۱/۳۰۶-۳۰۷ میں اس کا اضافہ کیا ہے، ابن المغازلی نے مناقب علیؓ میں اسے مکحول سے مرسلاً روایت کیا ہے (ص-۲۶۵) اور ابن المویدنے "فرائد السمطین" ۱/۱۹۸-۲۰۰) میں اسے روایت کیا ہے۔
موقع پر کہا ہے، کہ سعید بن منصور اور طبری نے مکحول کی روایت سے ایسے ہی مکمل طور پر اسے مرسلاً روایت کیا ہے۔
ثعلبی نے ابوحمزہ الثمالی کے واسطہ سے حدیث عبداللہ بن حسن نے روایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس وقت فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی۔ سعید نے حدیث مصنف کے الفاظ کے ساتھ ذکر کی الدرالمنثور ۶/۲۶۰ دیکھئے۔

۲۳۔ العرج، عین پر زبر ہے اور راء ساکن ہے یہ حرمین شریفین کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے یہ مدینہ منورہ سے پونے تین دنوں کی مسافت یعنی تقریباً ۷۸ میل کے فاصلے پر واقع ہے المغانم المطابتہ۔ص-۲۵۱

۲۴۔ نسائی نے خصائص الامام علیؓ اور السنن ۵/۲۴۷ میں، الدارمی نے ۲/۶۶ اور البیہقی نے ۵/۱۱۱ میں اسے روایت کیا ہے اس کے رجال مسلم والے رجال ہیں۔ سوائے موسیٰ بن طارق کے وہ ثقہ ہیں مگر ان میں ابوالزبیر سے عنعنہ ہے اور ابوالزبیر مدلس ہے مگر مسلم نے حضرت جابر کی روایت سے ان کے عنعنہ سے بہت ساری احادیث میں دلیل پکڑی ہے۔ ترمذی نے حضرت ابن عباس (۵/۲۶۵) سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اسے حسن کہا ہے، اور ابوزرعۃ الدمشقیؒ اپنی تاریخ ۱/۱۱/۵۸۹ میں اور ابن ابی حاتم تفسیر (۴:۳۳۹) میں، الطبرانی، المعجم الکبیر ۱۱/۴۰۰ میں اسے لائے ہیں اور کہا ہے کہ یہ صحیح الاسناد ہے اور بخاری و مسلم نے اسے روایت نہیں کیا ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے۔

۲۵۔ ترمذی نے تفسیر میں باب سورۃ توبۃ میں اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ حضرت انس کی حدیث ہے ۵/۲۵۶

۲۶۔ بخاری اس حدیث کو ۲۶۹۸، ۲۶۹۹ نمبر کے تحت صلح کے باب (کیف یکتب ھذا ما صالح فلان بن فلان، فلان بن

فلاں) کس طرح لکھا جائے کہ یہ وہ ہے جس پر فلاں بن فلاں بن فلاں نے صلح کی) اور المغازی کے باب "عمرۃ القضاء" میں یہ حدیث آئی ہے۔ فتح الباری (۵/۳۰۳۔۳۰۴، ۳۰۴، ۷/۴۹۹، ۴۹۹)، ترمذی نے ۳۷۱۹ نمبر کے تحت مناقب کے باب (مناقب علیؓ) ۵/۵۹۴ میں احمد نے ۴/۲۹۸ میں، عبدالرزاق نے ۲۰۳۹۴، کے تحت (البیہقی نے السنن الکبریٰ ۸/۵ میں اور دلائل النبوۃ ۴/ ۳۳۷ میں اور البغوی شرح السنۃ ۱۴/۱۴۰ میں اسے لائے ہیں۔

۲۷۔ الحج/۱۹

۲۸۔ بخاری ۴۴۷۴ نمبر کے تحت کتاب التفسیر میں (تفسیر سورۃ الحج) اور المغازی کے باب (دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی کفار قریش) کفار قریش کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا میں اسے لائے ہیں۔

۲۹۔ ترمذی نے ۳۷۲۷ نمبر کے تحت المناقب کے باب مناقب علی بن ابی طالبؓ ۵/ ۶۰۱ میں اسے روایت کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے۔

۳۰۔ بنو ولیعۃ۔ حمدہ، مخوس، منترح اور ابضعۃ یہ حضرموت کے بادشاہ تھے، طبقات ابن سعد ۱/ ۳۴۹

۳۱۔ نسائی نے "الخصائص" میں اسے روایت کیا ہے اس کے رجال مسلم والے رجال ہیں، سوائے الدوری کے اور وہ ثقہ ہیں اور امام احمد نے "الفضائل" میں ۹۶۶ نمبر کے ساتھ اسے مرسلاً روایت کیا ہے اور اس معنی میں عبدالرحمٰن بن عوف فی محاصرہ الطائف کی روایت سے اس کے لئے ایک شاہد ہے۔

۳۲۔ عبدالرزاق نے ایک اور واسطہ سے اسے روایت کیا ہے۔ (۱۱/ ۲۲۶) اور عبدالرزاق سے احمد نے) ۱۰۰۸) نمبر کے ساتھ اور الخوارزمی نے (المناقب ۸۱) میں اسے روایت کرتے ہیں ان کے رجال ثقہ ہیں۔

۳۳۔ احمد نے المسند ۶/ ۳۰۰ اور "الفضائل" ۱۱۷۱ میں، ابن ابی شیبۃ نے اپنی مصنف ۱۲/ ۵۷ میں، ابونعیم نے "اخبار اصبہان ۲/ ۲۵۰)، ابویعلیٰ الطبرانی اور الحاکم نے المستدرک ۳/ ۱۳۸ میں اس کی تخریج کی ہے اور کہا ہے کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے، امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، الشوکانی نے "درالسحابۃ" ۲۱۳" میں مجمع الزوائد سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے، کہ احمد، ابویعلیٰ اور الطبرانی نے ام سلمۃؓ کی حدیث سے اپنے رجال کے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے جو ثقہ ہیں، اس حدیث اور صحیحین میں حضرت عائشہؓ کی جو یہ حدیث ہے "قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وراسہ بن سحری ونحری میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ ان دونوں کے درمیان جمع اس طرح ممکن ہے کہ حضرت عائشہ علی الاطلاق سب لوگوں سے آخر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے والی تھیں اور مردوں میں سب سے پہلے آخر میں آپ سے ملاقات کرنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔ یہ خصوصیت مقید ہے۔ ابن حجر نے کہا ہے کہ ام سلمۃ کی حدیث میں ہے انہوں نے فرمایا کہ علیؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے آخر میں ملاقات کرنے والے تھے۔ حضرت عائشہؓ کی حدیث اس سے زیادہ پختہ ہے۔ غالباً حضرت عائشہ کی مراد یہ ہے کہ آپؐ مردوں میں سب سے آخر میں ملاقات کرنے والے تھے۔ فتح البادی ۸/ ۱۳۹

۳۴۔ سورۃ الانسان ۷، ۹

۳۵۔ آپ کی سیرت کا مطالعہ درج ذیل کتب میں کیجئے۔
نسب قریش (۴۶)، تاریخ بغداد ۱/ ۱۳۸، تاریخ الطبری (۵/ ۱۵۸) التاریخ الکبیر ۲/ ۲۸۶، الحلیۃ ۲/ ۳۵، صفۃ الصفوۃ (۱) مروج الذھب (۳/ ۱۸۱) اسد الغابۃ (۲/ ۹، جامع الاصول (۹/ ۲۷۔ ۳۶، الجرح والتعدیل (۳/ ۱۹) الاستیعاب (۱/ ۳۸۳، الکامل (۱۳/ ۶۰، ۴ وفیات الاعیان ۲/ ۶۵، الوافی بالوفیات ۱۲/ ۱۰۷، مراۃ الجنان ۱/ ۱۲۲، سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۴۵، تہذیب ابن عساکر ۴/ ۲۰۲، الاصابۃ ۱/ ۳۲۸، تہذیب التہذیب ۲/ ۲۹۵، البدایۃ والنہایۃ ۸/ ۱۴، ۲۳، ۴۵ شذرات الذھب ۱/ ۵۵۔ ۵۶

۳۶۔ خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد ۱/ ۱۴۰ اور سیر اعلان النبلاء الذہبی ۳/ ۲۴۶۔ ۲۴۸ دیکھئے۔

۳۷۔ ام الفضل کے خواب والی حدیث، الدولابی نے "الذریۃ اطاھرۃ" ص: ۲۷ میں روایت کی ہے۔ اس کے اسناد حسن ہیں۔

الامام ابو محمد الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

ان ابنی هذا سید، ولعل الله ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین، رواه البخاری.

بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔ (بخاری نے اس کو روایت کیا ہے)

"احب اهل بیتی الحسن و الحسین" (رواہ الترمذی)

میرے گھر والوں میں سے میرے محبوب ترین حسن و حسین ہیں اور جناب رسول اللہ نے امام حسنؓ کے بارے میں فرمایا ہے۔

اللهم انی احبه فاحبه، واحب من یحبه . (رواہ مسلم)

اے اللہ بے شک میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ اور اس سے بھی محبت کر جو ان سے محبت کرے۔ یہ حدیث مسلم نے روایت کی ہے۔

تمہید

اللہ تعالیٰ نے کمال انسانی کی تمام صفات وخصوصیات سوائے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیؐ کے اور کسی انسان میں بیک وقت جمع نہیں کیں اور آپؐ کے علاوہ کسی اور میں اگر کوئی عظمت اور بڑائی پائی جاتی ہے تو آپؐ سے اس کی نسبت ایسی ہی ہے جیسے جزء کی نسبت کل سے ہوا کرتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ کبھی بھی یہ ہرگز نہیں ہوا کہ کوئی صدیق یا ولی یا شہید یا پرہیزگار آدمی جناب رسول اللہؐ کے سارے خصائل میں سے پورے کا پورا حصہ پا سکا ہو بلکہ اس نے تو بس اپنے کمال، اپنے قرب، اپنی پرہیزگاری اور اپنی محبت کے مطابق حصہ پایا تھوڑا یا بہت۔ امت کے بہترین لوگوں نے جناب رسول اللہ سے ہدایت بطور ورثہ حاصل کی ہے ہر نسل کے صالحین اس سے روشنی حاصل کرتے رہے ہیں، یہ ان سب میں منقسم ہے مگر جناب رسول کریم میں یہ مجموعی طور پر بدرجہ اتم موجود ہیں تا کہ آپ کا ظہور ایک انسان کامل اور ایک اعلیٰ و افضل متقی شخص کی حیثیت سے ہو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جس قدر بھی نیک خصائل بیان کی جائیں اور جس قدر بھی ان میں پائی جائیں وہ کبھی بھی جناب رسول اللہ کے برابر نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ وہ جناب نبی کریم کے بعد تمام امت سے افضل ہیں، ہر صحابی کو اپنے نبی سے حصہ بطور میراث ملا ہے۔ کوئی

ان میں صدیق ہے کوئی فاروق ہے' کوئی امین اور کوئی حواری ہے' ایک اور ہے جو زبان کا سچا ہے۔ دوسرا ایران یا روم پر حملے میں سبقت کرنے والا ہے کچھ اسی طرح تمام صحابہ رسول کا معاملہ تھا جب یہ حقیقت ہے کہ یہ ورثے اتباع' محبت اور اقتداء کے ورثے ہیں تو جب ان کے ساتھ رحم اور نسب کی میراث بھی جمع ہو جائے تو پھر یہ وراثت زیادہ واضح زیادہ کامل اور فطرت کے زیادہ قریب ہو گی۔ اور اس کے زیادہ حقدار آپ کے اہل بیت ہی ہیں اور آپ کے اہل بیت میں سے اس کے زیادہ مستحق فاطمہ بتول رضی اللہ عنہ اور آپ کے چچازاد بھائی علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے آپ کے معزز نواسے ہیں جب ہم سبطین کریمین حسنؓ و حسینؓ کا ذکر چھیڑتے ہیں تو ہم اس میراث نبوت کو ان دونوں کی زندگیوں میں روشن و تاباں پاتے ہیں۔ ان دونوں کا معاملہ ہم کچھ اس طرح دیکھتے ہیں کہ جو بھی انہیں دیکھتا ہے یا ان کے خلق عظیم اور ان کے عمدہ طرز ہائے عمل پر تعجب کرتا ہے تو وہ یہی کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

"الله اعلم حيث يجعل رسالته"

موروثی خصائص و خوبیاں ان دونوں میں اس قدر اجاگر تھیں کہ ان سے انکار ممکن ہی نہیں' اس قدر واضح تھیں کہ چھپانے سے چھپ نہیں سکتیں۔ بس ان سے وہی غافل ہوگا جس کے دل میں بیماری ہوگی یا اس کی چشم بصیرت اندھی ہوگی۔

الامام الحسن رضی اللہ عنہ

آپؓ ابو محمد الحسن بن علی بن ابی طالب ہیں' آپ کی والدہ ماجدہ البتول الطاہرۃ سیدۃ فاطمہ الزہراء جناب رسول اللہ کی دختر نیک اختر ہیں۔ آپ جناب رسول اللہ کے نواسے اور دونوں جہانوں کی عورتوں کی سردار کے بیٹے ہیں۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ کے نواسے اور جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہکتے ہوئے پھول ہیں۔ تمام لوگوں سے بڑھ کر آپ سے مشابہ تھے' نوجوانان جنت کے سردار اور چادر والوں میں سے پانچویں ہیں۔

آپ ماہ رمضان کے وسط میں تین ہجری میں پیدا ہوئے۔ (۱) آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے جو خوشخبریاں دی گئیں تھیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ام الفضل لبابہ بنت الحارث حضرت عباسؓ کی زوجہ' (تمام عورتوں میں سے حضرت خدیجہؓ کے بعد دوسری اسلام لانے والی عورت) اور ام المومنین حضرت میمونہ کی بہن نے خواب دیکھا اور اپنا یہ خواب جناب نبی کریمؐ سے یوں بیان کیا۔ "یا رسول اللہؐ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا آپؐ کے اعضائے مبارکہ میں سے ایک عضو میرے گھر میں موجود ہے۔ ان کی یہ بات سن کر آپؐ نے فرمایا:

"رایت خیراً تلد فاطمة غلاماً فترضعینه بلبن قثم." (۲)

تو نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ فاطمہؓ کا جنے گی تم قثم کو دودھ پلانے کے ساتھ اس کو بھی دودھ پلاؤ گی۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت زہراؓ نے حضرت حسن کو جنم دیا۔ ام الفضل نے اپنے بیٹے قثم کے ساتھ انہیں بھی دودھ پلایا۔ اس سبب سے قثم بن العباس جناب رسول اللہ کے چچازاد ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی بھی ہوئے۔

جنگ وجدل کے ساتھ محبت رکھنے کے باعث حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ ان کا نام حرب رکھیں۔ مگر جناب رسول کریم تشریف لائے اور فرمایا۔ میرا بیٹا مجھے دکھایئے۔ تم لوگوں نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ حضرت علیؓ نے عرض کی میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے۔ جناب نبی کریم نے فرمایا نہیں اس کا نام حسن ہے۔ حضرت امام حسینؓ کی پیدائش کے وقت بھی ایسا ہی ہوا بعد ازاں حضرت محسن کی پیدائش کے بعد بھی یہی عمل دوہرایا گیا۔ (۲) جناب رسول اللہ نے ان کے کان میں اذان دی۔ (۳) ہم یہ دیکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں کسی شخصیت کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کا یہ نام رکھا گیا ہو۔ جناب رسول اللہ نے ان کے بال مونڈنے اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنے کا حکم دیا (۴) اور ان کی کنیت ابو محمد رکھی۔ ان کی طرف سے دو مینڈھے بطور عقیقہ ذبح فرمائے اور ان کا گوشت صدقہ کیا۔ (۵)

حضرت حسنؓ کا رنگ گورا مائل بہ سرخی تھا۔ آنکھیں بڑی اور سیاہی مائل تھیں' گال نرم تھے' داڑھی گھنی تھی۔ تمام لوگوں سے زیادہ جناب رسول اللہ کے ہم شکل تھے۔ اسی وجہ سے ان کی والدہ ماجدہ حضرت زہراء جب انہیں کھلاتی تو خود بھی ان کے ساتھ کھیلتی تھیں اور یہ کلمات ان کی زبان مبارک پر جاری ہوتے۔

"بابی شبه النبی ولیس شبهاً بعلی" (۶)

مجھے اپنے باپ کی قسم نبی کے ہم شکل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہم شکل نہیں۔

ابن الاعرابی۔ مفضل سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ان الله حجب اسم الحسن والحسین حتی سمی بهما النبی صلی الله علیه وسلم ابنیه الحسن والحسین."

بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت حسن اور حضرت حسین کا نام پردہ خفاء میں رکھا۔ حتیٰ کہ جناب نبی کریم نے اپنے دونوں بیٹوں کا نام حسن وحسین رکھا۔

اس نومولود نواسے کے ساتھ آپ کے اظہار خوشی اور اس سے محبت کے کیا کہنے۔ آپ اسے اٹھاتے' اس کے ساتھ کھیل کود کرتے۔ اپنے سینہ مبارک پر اسے چڑھنے کو کہتے اور اس کے

لئے یہ شعر پڑھ رہے ہوتے' حزقه حزقه ترق عین فاطمه (اے فاطمہؓ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اوپر چڑھ۔ بچہ اوپر چڑھنے لگ جاتا۔ حتیٰ کہ اس کے قدم آپؐ کے سینہ مبارک پر پہنچ جاتے۔ حضرت فاطمہؓ کی ساری اولاد کے ساتھ ہمیشہ آپ کا یہی معاملہ رہا۔ (۷)

اسامہ بن زید روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا:

طرقت باب النبی صلی الله علیه وسلم ذات لیله فی بعض الحاجة فخرج الی وهو مشتمل علی شئی لا ادری ماهو' فلما فرغت من حاجتی قلت. ما هذا الذی انت مشتمل علیه' فکشف فاذا الحسن والحسین علی ورکه فقال :هذا ان ابنای وابنا ابنتی اللهم انی احبهما یحبهما واحب من یحبمها.(۸)

میں اپنی کسی ضرورت کے پیش نظر ایک رات جناب رسول اللہ کے کاشانہ مبارک پر حاضر ہوا اور دروازہ مبارک پر دستک دی۔ آپ باہر تشریف لائے کوئی چیز اٹھائے ہوئے تھے' مجھے پتہ نہ لگ سکا کہ وہ کیا چیز ہے۔ میں جب اپنی حاجت سے فارغ ہوا۔ میں نے عرض کی' یا رسول اللہ یہ کیا چیز ہے جو آپ اٹھائے ہوئے ہیں؟ آپؐ نے کپڑا ہٹایا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ حسنؓ و حسینؓ آپ کی سرین مبارک پر ہیں۔ پھر فرمایا۔ یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ اور جو ان دونوں سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر۔

ایک دفعہ جناب رسول اللہ اپنے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اسی اثناء میں حسنین کریمین تشریف لائے۔ ان دونوں نے سرخ رنگ کی قمیصیں پہنی ہوئی تھیں' چل رہے تھے اور لڑکھڑا رہے تھے۔ بعض دفعہ ٹھوکر لگنے کی وجہ سے گر بھی جاتے تھے۔ جناب رسول اللہ منبر سے اتر پڑے ان دونوں کو اٹھایا اور اپنے آگے رکھ دیا اور فرمایا۔

صدق الله انما اموالکم و اولادکم فتنه"(۹)

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے' تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔

میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا میری طرف آ رہے تھے اور ٹھوکر کھانے کی وجہ سے گر پڑتے تھے۔ مجھ سے صبر نہ ہو سکا' میں نے اپنی گفتگو ختم کر دی اور انہیں اٹھا لیا۔ (۱۰)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جب بھی میں امام حسنؓ کو دیکھتا میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو آ جاتے۔ ایک دفعہ جناب نبی کریم مسجد میں تشریف فرما تھے' میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ فرمایا ''لکع'' کو میرے پاس بلائیے (۱۱) (لکع چھوٹے کو کہتے ہیں اگر لکع کا اطلاق بڑے پر کیا جائے تو اس سے تھوڑے علم والا مراد ہے)

یا فرمایا ''لکع'' کہاں ہے۔ پس حسن دوڑتے ہوئے آئے اور اپنا ہاتھ نانا پاک کی ڈاڑھی مبارک میں داخل کر دیا۔ جناب نبی کریم نے اپنا منہ مبارک ان کے منہ پر رکھ دیا۔ پھر فرمایا۔

''اللھم انی احب فاحبہ واحب من یحبہ'' (۱۲)

اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور اس سے بھی جو اس سے محبت کرتا ہو۔ اس سے بھی محبت کر۔

آپ کے نانا پاک آپ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

حسن سبط من الاسباط حسن کی حیثیت یہ ہے کہ وہ قبائل میں سے گویا ایک قبیلہ اور جماعت ہیں) ان کی ناز برداریوں کے باوجود کاشانہ نبوت کے نورچشم ہونے کی وجہ سے جو علم و ادب' اخلاق اور طریقہ زندگی ان کے شایان شان تھے آپ وہ بھی انہیں سکھاتے۔

ابوالحوراء روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں' میں نے حسن بن علیؑ سے پوچھا۔ جناب رسول اللہ نے آپ کو کیا کچھ دیا ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھے جناب نے یہ دیا ہے کہ ایک دفعہ میں نے صدقہ کی کھجور لے کر اسے منہ میں ڈال لیا' جناب رسول اللہ نے اس کو میرے لعاب سمیت میرے منہ سے نکال کر صدقہ کی کھجوروں میں رکھ دیا عرض کی گئی یا رسول اللہ اس بچہ کے کھجور کا دانہ لینے میں آپ نے کیا حرج سمجھا۔ فرمایا ہم آل محمد کے لئے صدقہ حلال نہیں۔ اور آپ فرماتے تھے۔ **''دع ما یریبک الی مالا یریبک فان الصدق طمانینۃ''**

اس چیز کو چھوڑ دے جو تجھے شک میں ڈالتی ہے اور اس چیز کو اختیار کر جو تمہیں شک میں نہیں ڈالتی۔ کیونکہ سچائی باعث تسلی و اطمینان ہوا کرتی ہے اور ان سے آپ کا یہ قول بھی نقل کیا جاتا ہے) وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ نے مجھے چند کلمات سکھائے۔ جو میں نماز وتر میں پڑھتا ہوں' وہ یہ ہیں۔

اللھم اھدنی فیمن ھدیت' و عافنی فیمن عافیت و تولنی فیمن تولیت' و بارک لی فیما اعطیت' وقنی شر ماقضیت' فانک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت تبارکت ربنا وتعالیت اس قدر محبت اور ناز برداریوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتنی امیدیں وابستہ اور اس سے بھی طالب دعا ہونے میں اس درجہ رہنمائی' سبحان اللہ۔ امام حسن اور ان کے بھائی جناب نبی کریم کے زیر سایہ پرورش پاتے ہیں نیک خصائل اور اخلاق نبوت سے آراستہ ہو کر پروان چڑھتے ہیں یہاں تک کہ جب حد شباب میں قدم رکھتے ہیں تو ان میں اپنے نانا کی سی خصائص' ان کا سا حسین و جمیل مکھڑا' ان کا سا خلق عظیم اور ان کا سا اعلیٰ و ارفع اور وسیع علم جھلکتا ہوا دکھائی دیتا ہے آپ اس حال میں پروان چڑھے کہ

صاحب حشمت وذی وقار تھے، محبوب خلق تھے، پاکیزہ زبان تھے۔ کوئی بھی بے حیائی کا کلمہ کبھی بھی آپ سے سننے میں نہیں آیا۔ فصیح و بلیغ وشیریں زبان تھے۔ آپ نے یہ فصاحت و بلاغت اپنے نانا اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے والد بزرگوار سے ورثہ میں حاصل کی تھی۔ آپ بہت زیادہ شادیاں کرتے اور طلاق دیتے لوگ بہت زیادہ یہ سسرالی رشتہ آپ پر پیش کرتے تاکہ ان کا نسب جناب رسول اللہ کے نسب کے ساتھ مل جائے۔ یہ معاملہ اس حد تک بڑھ گیا کہ ان کے والد ماجد ایک دن کوفہ میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا۔ "**یا اهل الکوفة لا تزوجوا الحسن فانه مطلاق**" اے اھل کوفہ حضرت حسنؓ سے رشتہ نہ کرو کیونکہ وہ بہت زیادہ طلاق دینے والے ہیں۔ یہ سن کر ہمدان کا ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی "**والله لنزوجنه فمن رضی امسک ومن کره طلق**" (۱۳)

بخدا ہم ضرور بر ضرور ان کو رشتہ دیں گے، جس بیوی سے وہ راضی ہوں اسے اپنے حبالہ عقد میں رکھیں اور جس کو ناپسند کریں اسے طلاق دے دیں۔ کچھ پرواہ نہیں۔

آپ کی عظمت وشرافت کا یہ عالم تھا کہ آپ نہ کسی دعویٰ میں شریک ہوتے اور نہ ہی کسی جھگڑے میں پڑتے، جب تک قاضی کو نہ دیکھتے عدالت میں اپنا مقدمہ اور اپنی درخواست دائر نہ کرتے، جو کرتے وہی کہتے اور جو کہتے وہی کرتے، اپنے بھائیوں دوستوں سے کبھی بھی غافل نہ رہتے، انہیں نظر انداز کر کے کوئی چیز اپنے لئے خاص نہ کر لیتے۔ کوئی معذرت کرتا تو اس کو ملامت نہ کرتے۔ جب کوئی دو ایسے آدمیوں کا معاملہ اپنے ہاتھ میں لیتے۔ جن کے بارے میں یہ واضح نہ ہوتا کہ ان دونوں میں سے حق کے زیادہ قریب کونسا ہے تو ان میں سے جو ان کی اپنی خواہش کے زیادہ قریب ہوتا اس کی مخالفت کرتے۔

جناب رسول اللہ کا یہ قول ان کے لئے کافی ہے، ابوبکرۃ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا۔ یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن کی روایت امام بخاری نے کی ہے۔ **رایت النبی صلی الله علیه وسلم علی المنبر والحسن بن علی معه و هو یقبل علی الناس مرة و علیه مرة و یقول "ان ابنی هذا سید، و لعل الله ان یصلح به بین فئتین من المسلمین".** (۱۴)

میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر تشریف فرما دیکھا اور حسن بن علیؓ بھی ان کے ساتھ منبر پر جلوہ افروز تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ان کی طرف اور فرماتے "بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائیں گے"

ابوبکرۃ نے کہا کہ جب آپ خلیفہ بنے تو آپ کے زمانہ خلافت میں ایک قطرۂ خون بھی نہیں بہایا گیا آپ میں اور آپ کے بھائی حسین میں اپنے نانا کریم علیہ السلام اپنے والد اور اپنی والدہ سے حاصل کردہ موروثی فصاحت، نفاذ بصیرت، حلم وکرم جیسے اوصاف کی روشن جھلک موجود تھی۔ان دونوں حضرات نے اپنے والد ماجد سے علم، قرآن اور تفسیر سیکھی تھی۔اسی طرح اپنے ہم عصر صحابہ کے علم سے بھی سیراب ہوئے۔

حضرت امام حسن کے جودوسخاء کے قصے شمار سے باہر ہیں (۱۵) ان میں سے چند ایک اہم یہاں ذکر کرتے ہیں، ایک دفعہ آپ نے ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتے سنا کہ وہ اسے دس ہزار درہم عطا کردے۔آپ گھر تشریف لے گئے اور اس کی طرف دس ہزار درہم بھیج دیئے۔ایک مرتبہ ایک آدمی نے آپ سے صدقہ مانگا۔آپ کے پاس اس وقت کوئی چیز نہیں تھی۔آپ نے بغیر دیئے اسے واپس کرنے سے شرم وحیا محسوس کی، اس سے فرمایا۔کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جس سے تمہیں بھلائی حاصل ہو؟ اور تمہارا فائدہ ہو۔اس نے عرض کی کیوں نہیں حضرت ضرور بتایئے وہ کیا ہے فرمایا۔خلیفہ کے ہاں جایئے۔اس کی بیٹی فوت ہوگئی ہے اس کا انہیں شدید غم ہے کسی سے ماتم پرسی کا کوئی کلمہ انہوں نے نہیں سنا تو ان کلمات کے ساتھ ان کی ماتم پرسی کر۔ "الحمد اللہ الذی سترھا بجلوسک علی قبرھا وما ھتکھا بجلوسھا علی قبرک"

سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے تمہارے اس کی قبر پر بیٹھنے سے اس کی پردہ پوشی فرمائی ہے۔تمہاری قبر پر بیٹھنے سے اس کی پردہ دری نہیں فرمائی (یعنی وہ تم سے پہلے وفات پا چکی ہے تم نے اپنے ہاتھوں سے اس کو دفنایا ہے۔اب تم اس کی قبر پر بیٹھے ہوں ایسا نہیں ہوا کہ تم اس سے پہلے وفات پا جاتے وہ تمہاری قبر پر آتی واویلا کرتی اور اس کی پردہ دری ہوتی) چنانچہ بموجب ارشاد وہ آدمی خلیفہ کے پاس گیا اور جیسے آپ نے حکم دیا تھا ویسے ہی کیا۔اس کے تعزیتی کلمات سن کر خلیفہ کا رنج وغم قدرے کم ہوا اور اسے انعام دینے کا حکم دیا اور کہا کیا یہ تیرا کلام ہے اس نے کہا نہیں یہ تو حضرت حسنؓ کا کلام ہے۔خلیفہ نے کہا تو نے سچ کہا ہے وہ تو کلام فصیح کا منبع ہیں، اور اسے اور انعام دینے کا حکم دیا (۱۶) ایک آدمی آپ کے پاس تنگی حال کی شکایت لے کر حاضر ہوا۔آپ نے اپنے وکیل (خزانچی) کو بلایا اور اخراجات اور آمدنی کے بارے اس سے حساب لینے لگے۔یہاں تک کہ اس سے پورا پورا حساب لے لیا۔پھر خزانچی سے فرمایا جو زائد ہے وہ لایئے۔چنانچہ اس نے پچاس ہزار درہم پیش کئے۔پھر آپ نے اس سے پوچھا وہ پانچ سو دینار کدھر ہیں۔جو تیرے پاس تھے، اس نے عرض کی۔میرے پاس ہیں۔فرمایا لے آیئے۔جب وہ لے آیا تو آپ نے وہ سارے درہم اور دینار اس سائل کو دے دیئے اور اس سے معذرت بھی کی۔

ایک دن امام حسن رضی اللہ عنہ مع اپنے بھائی حضرت امام حسین حج کے ارادہ سے نکلے ان کے ہمراہ ان کے چچازاد بھائی عبداللہ بن جعفر بھی تھے۔ تھوڑا راستہ طے کرنے کے بعد سامان سفر اٹھانے سے یہ دونوں حضرات عاجز آ گئے' بھوک اور پیاس نے ستایا۔ ایک خیمہ پر نظر پڑی' اس کی طرف چل دیئے وہاں ایک بوڑھی عورت ملی۔ اس سے پوچھا' پینے کو کچھ ہے' اس نے ہاں میں جواب دیا۔ یہ سن کر اپنے لبادے اتارے' بیٹھ گئے اس کے پاس صرف ایک بکری تھی۔ وہ کہنے لگی اسے دوہیے اور اس کا دودھ پیجئے۔ چنانچہ ان حضرات نے ایسا کیا۔ پھر کہنے لگے۔ کیا کھانے کو کچھ ہے کہنے لگی۔ یہی گھٹیا اور بچا کھچا مال ہے۔ اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ تم میں سے کوئی اس کو ذبح کرے۔ اور اس دوران میں تمہارے لئے لکڑیاں جمع کر کے لاتی ہوں۔ اسے بھونئے اور کھائیے۔ انہوں نے ایسا کیا۔ جب دوپہر کا وقت گزر گیا۔ کچھ دیر آرام کر لیا ٹھنڈک ہوگئی تو یہ حضرات اس کے ہاں سے چل دیئے اور اس سے کہا' اے عورت ہم قریش کے افراد ہیں۔ اس طرف یعنی مکہ معظمہ جانا چاہتے ہیں صحیح و سالم واپس آ گئے تو ہمارے پاس آئیے' ہم تیرے ساتھ نیکی کریں گے۔ انشاء اللہ' یہ کہہ کر چل دیئے۔ جب اس کا خاوند آیا' اسے اس کی کارکردگی کا علم ہوا تو اس سے کہنے لگا۔ تیری خرابی ہو' اپنی بکری ایسے لوگوں کے لئے ذبح کرتی ہے جنہیں ہم جانتے ہی نہیں' اس نے بتایا کہ وہ خاندان قریش کے افراد تھے چنانچہ کچھ عرصہ بعد قحط کا سال آ گیا وہ دونوں میاں بیوی گھر سے نکلنے پر مجبور ہو گئے۔ مدینہ منورہ جانے کے لئے مجبور ہو گئے یہاں پہنچ کر مینگنیاں جمع کرنے لگے' اسی اثناء میں مدینہ منورہ کی ایک گلی میں ٹوکری اٹھائے جا رہے تھے' امام حسنؓ اس دن اپنے گھر کے دروازے پر تشریف فرما تھے' آپ کی نظر اس عورت پر پڑی اسے پہچان لیا اور آواز دے کر فرمانے لگے۔ اے اللہ تعالیٰ کی بندی کیا تو مجھے پہچانتی ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں تیرے انہیں مہمانوں میں سے ہوں جو فلاں دن' فلاں سال اور فلاں جگہ تیرے ہاں آئے تھے۔ وہ کہنے لگی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں تمہیں نہیں پہچانتی' آپ نے اس سے فرمایا تو اگر مجھے نہیں پہچانتی تو میں تو تمہیں پہچانتا ہوں۔ پھر آپ نے اپنے غلام کو حکم دیا اس نے صدقہ کی بکریوں میں سے ایک ہزار بکریاں خریدیں آپ نے ان کو وہ عطا کر دیں اور اس عورت کو ایک ہزار دینار بھی دیئے پھر اسے اپنے بھائی حضرت حسین کے پاس بھیجا جب وہ آپ کے پاس آئی آپ نے بھی اس کو پہچان لیا۔ غلام سے پوچھا میرے بھائی حسن نے اس کو کیا کچھ دیا ہے جب اس نے بتایا تو آپ نے بھی اس کو اتنا ہی دینے کا حکم دیا جتنا امام حسن نے دیا تھا...... بعد ازاں اسے اپنے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر کے ہاں بھیجا۔ جب وہ ان کے پاس آئی تو انہوں

نے بھی اس کو پہچان لیا۔ فرمایا۔ بخدا اگر اس نے مجھ سے ابتداء کی ہوتی ...... تو میں ان دونوں سے سبقت لے جاتا۔ پھر حکم دیا کہ اس عورت کو دو ہزار بھیڑیں اور دو ہزار دینار دیئے جائیں۔

ایک دفعہ لوگ آپ سے کہنے لگے۔ حضرت ہم آپ کو دیکھتے ہیں آپ سائل کو کبھی بھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے۔ خواہ آپ خود فاقہ میں بھی کیوں نہ ہوں۔

فرمایا میں خود اللہ سے مانگنے والا ہوں اور اس کی ذات میں ہی رغبت رکھنے والا ہوں۔ اس سے حیا کرتا ہوں کہ میں سائل بنوں اور سائل ہی لوٹا دیا جاؤں' (یعنی خالی ہاتھ)۔ اللہ تعالیٰ نے میری ایک عادت بنا دی ہے وہ یہ کہ مجھے اس بات کا عادی کر دیا ہے کہ وہ نعمتوں پر نعمتیں مجھ پر برساتا رہے اور ان نعمتوں نے مجھے اس کا خوگر بنا دیا ہے' کہ میں انہیں اس کی مخلوق پر نچھاور کرتا رہوں اگر میں نے اپنی یہ عادت ترک کر دی تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ اپنی عادت مجھ سے نہ روک لے۔ نعمتیں برسنے کی جو مجھے عادت ہو چکی ہے وہ نہ چھوٹ جائے۔ پھر انہیں درج ذیل اشعار پڑھ کر سنائے۔

را ذا ما اتانی سائل قلت مرحبا
بمن فضلہ فرض علی معجل (۱۷)
ومن فضلہ فضل علی کل فاضل
وافضل ایام الفتی حین یسال

جب میرے پاس کوئی سائل آتا ہے تو میں اسے خوش آمدید کہتا ہوں گویا میں ایسے شخص کو خوش آمدید کہہ رہا ہوں جس کا مجھ پر احسان ہے جس کی شکر گزاری میرا ایسا فرض ہے جو جلد ادا کیا جائے۔ اس کے احسان اور اس کی مہربانی سے یہ ہر صاحب فضیلت شخص پر اس کا انعام ہے۔ اور ایک نوجوان کے سب سے بہتر ایام وہ ہوتے ہیں جن میں اس سے مانگا جائے۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ آپ کا اس کثرت سے شادیاں کرنا لوگوں کا آپ کے ساتھ سسرالی رشتہ قائم کرنے کی خواہش کے پیش نظر تھا آپ کی جملہ اولاد تقریباً گیارہ کے لگ بھگ تھی۔ ان میں سے پانچ اپنے چچا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے' جن کے نام یہ ہیں۔

زید' حسن' قاسم' ابوبکر اور عبداللہ' رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ چھ باقی رہے اور وہ عمر' عبدالرحمٰن' حسین' محمد' یعقوب اور اسماعیل تھے۔ (۱۸)

آپ کا کثرت سے شادیاں کرنا شہوانی مزاج یا لذائذ اور متاع دنیا میں انہماک کے باعث نہیں تھا۔ یہ بات ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ حضرت حسنؓ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے پہلوٹے بیٹے تھے اور تمام لوگوں سے بڑھ کر اپنے نانا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے اور خاص طور پر قریش اور عموماً تمام مسلمانوں میں مجد و شرافت کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے لوگ اس بات کے بڑے خواہشمند تھے کہ وہ آپ سے سسرالی رشتہ قائم کرنے کا شرف حاصل کریں انہیں امید تھی کہ اس ذریعے سے وہ آپ کے چند بیٹوں کے بھائی بن جائیں گے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل اور آپ کے اہل بیت میں سے پسماندگان ہوں گے۔ مگر اس امام عظیم کے زہد و تقویٰ اور دنیا سے کنارہ کشی کے کیا کہنے' کہ جس نے ان کو پاپیادہ حج کرنے پر آمادہ کیا۔ حالانکہ عمدہ قسم کی سواریاں ان کے آگے چلائی جاتی تھیں اور ان کی خدمت پر مامور رہتی تھیں۔ لوگوں نے آپ کے پندرہ پاپیادہ حج گنوائے ہیں بعض کے خیال کے مطابق ان کی تعداد بیس تک پہنچتی ہے۔ اس بارے میں آپ کا یہ قول مشہور ہے۔

"انی لا ستحیی من ربی ان القاہ ولم آمش الی بیتہ"

میں اپنے رب سے حیا کرتا ہوں کہ میں اس حال میں اس سے ملاقات کروں کہ میں اس کے گھر کی طرف پاپیادہ چل کر بھی نہ گیا ہوں۔ آپ دن بھر روزہ رکھنے اور رات کو قیام کرنے میں مشہور تھے۔ آپ نے اپنے مال سے دو دفعہ اللہ تعالیٰ کا حصہ نکالا۔ اور تین دفعہ اپنا سارا مال خدا تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دیا۔

اپنی اس عبادت' قربانی اور سخاوت کے ساتھ ساتھ بہت بڑے بہادر اور بلا کے سرفروش مجاہد تھے۔ بہت ساری جنگوں میں ان کے بہادرانہ کارنامے برسر عام آئے۔ (۱۹)

اپنے بھائی اور اپنے دیگر حلیفوں کے ہمراہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر فتنہ انگیز لشکروں کو روکنے اور باغیوں کو آپ سے دور کرنے کے لئے ان کا کھڑا ہونا تاریخ کبھی بھی نہیں بھلا سکتی یہی وجہ ہے کہ یہ باغی دروازے سے تو داخل نہ ہو سکے۔ مگر گھر کے پچھواڑے سے دیوار پھلانگ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئے۔ جہاں سے وہ حضرات حسنین اور ان کے ساتھیوں کی نظروں سے اوجھل تھے۔ فتنہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت حسنؓ کی اپنی ایک رائے تھے۔ آپ نے اپنے والد ماجد کو یہ مشورہ دیا کہ وہ لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیں' بلکہ سرے سے مدینہ منورہ ہی چھوڑ دیں اور فتنہ فرو ہونے تک ینبع جا کر اپنی جاگیر میں گوشہ نشین ہو جائیں ایسے ہی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو بھی ان کی رائے وہی تھی کہ ان کے والد مدینہ منورہ کو خیر باد کہہ دیں اور لوگوں کی بیعت نہ لیں' حالات درست ہونے تک خلافت کسی اور کے لئے چھوڑ دیں' آپ ہمیشہ اپنے والد ماجد کے ساتھ رہے' تمام معرکوں میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے جس وقت آپ نے دیکھا کہ آپ کے والد ماجد کی سواریوں کا رخ عراق کی

طرف ہو گیا ہے تو آپ رونے لگ گئے۔ (۲۰) جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو لوگوں نے ان کے بیٹے حضرت حسنؓ کی بطور خلیفہ المسلمین کے بیعت کر لی' کوفہ والے قتل وقتال پر آمادہ نظر آنے لگے آپ نے ان کا آپس میں انتشار وافتراق اور اس سے پہلے اپنے والد کے ساتھ ان کی مخالفت کو یاد کیا۔ تو صلح پر راضی ہو گئے' حکومت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔ جنہوں نے اپنی طرف سے یہ پیشکش کی تھی کہ ان کے بعد ولی عہدی امام حسنؓ کے لئے ہی ہو گی' مگر حضرت امام حسنؓ نے یہ شرط لکھوائی کہ حضرت معاویہ کو اپنے بعد کسی کو اپنا ولی عہد نامزد کرنے کا حق نہیں ہے بلکہ یہ معاملہ شوریٰ کی ذمہ داری ہے (۲۱) جب وہ دونوں حضرات کوفہ میں ایک دوسرے سے ملے۔ امام حسن خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا۔ "یاایھاالناس' ان الیس الکیس التقی' واحمق الحمق الفجور' ان ھذا الامر سلمته لمعاویته' اما ان یکون حق رجل کان احق به منی فاخذ حقه' و اما ان یکون حقی فترکته لصلاح امة محمد علی صاحبھا السلام و حقن دماء ھاء فالحمد لله الذی اکرم بنا آولکم و حقن بنا دماء آخرکم" (۲۲)

اے لوگو۔ بے شک سب سے بڑا دانا پرہیز گار ہے اور سب سے بڑا بے وقوف فاسق وفاجر ہے' میں نے یہ معاملہ (حکومت) معاویہؓ کے سپرد کر دیا ہے یہ یا تو ایک ایسے آدمی کا حق تھا جو اس کا مجھ سے زیادہ حق دار تھا۔ چنانچہ اس نے اپنا حق لے لیا یا میرا حق تھا تو میں اپنے حق سے جناب حضرت محمد مصطفیؐ کی امت کی بہتری کی خاطر اور ان کا خون بچانے کے لئے دستبردار ہو گیا ہوں۔ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے ہمارے ذریعے تمہارے پہلوں کو عزت بخشی اور ہمارے وسیلے سے تمہارے پچھلوں کا خون بچایا۔ یہ واقعہ جمادی الاولی کے وسط ۴۱ھ میں پیش آیا' اس سے جناب نبی کریمؐ کی اس دن والی پیش گوئی پوری ہوئی جس دن آپؐ نے فرمایا تھا' ان ابنی ھذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فتین من المسلمین "(۲۳)

بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ سے یہ امید ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔

آپ کے خلافت سے دستبردار ہونے کے ساتھ ہی خلافت راشدہ کی مدت بھی ختم ہو گئی جس کے بارے میں آپؐ نے پہلے فرما دیا تھا کہ اس کی مدت تیس سال ہو گی' جب دستبردار ہونے کی بناء پر آپ کی سرزنش کی گئی تو عتاب کرنے والوں سے آپ نے فرمایا۔ میں نے یہ ناپسند کیا کہ میں اللہ عزوجل سے اس حال میں ملاقات کروں کہ ستر ہزار انسانوں کی گردنوں سے خون بہہ رہا ہو اور ان میں سے ہر ایک کی یہ پکار ہو کہ اے میرے رب تعالیٰ میں کس گناہ کی پاداش میں قتل

کیا گیا ہوں (۴۴) بعد ازاں حضرت امام حسنؓ مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے' آپ بے حد خوش
اخلاق' شیریں کلام' رہن سہن اور میل جول کے لحاظ سے قابل تعریف' دوستی کے لحاظ سے بہت عمدہ
اور لوگوں سے محبت رکھنے والے انسان تھے۔ وہ آپ کی خوش خلقی' جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے ہاں آپ کی قدر و منزلت اور آپ کے جود و سخا کے باعث آپ کے گرویدہ تھے۔ جب آپ
صبح کی نماز پڑھ لیتے' دن چڑھ جاتا' تو امہات المومنین کے گھروں میں ان کی ملاقات کے لئے
تشریف لے جاتے' ان کے ساتھ احسان فرماتے' ان کی خدمت میں تحائف پیش کرتے' جب
ظہر کی نماز سے فارغ ہو جاتے' لوگوں کو پڑھانے بیٹھ جاتے اور بزرگ صحابہ سے حدیثیں سنتے جو
انہوں نے حضرت جناب رسول کریم سے سیکھی تھیں۔

آپ کے اقوال میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

ایک دن آپ کے والد ماجد نے آپ سے پوچھا' اے بیٹے ''سداد'' کیا ہے' عرض کی' نیکی
کے ساتھ برائی کو ٹالنا' فرمایا۔ شرف کیا ہے' عرض کی' رشتہ داروں کیساتھ بنا کے رکھنا اور ان کے
بوجھ اٹھانا' فرمایا سماح کیا ہے' عرض کی' تنگی اور آسانی دونوں میں مال خرچ کرنا' فرمایا۔ ''اللوم'
کیا ہے۔ عرض کی' ایک آدمی مال جمع کرے اور اس کے لئے اپنی عزت و آبرو کو قربان کر
دے۔ فرمایا ''جبن'' کیا ہے عرض کی دوست پر چڑھائی کرنا اور دشمن سے پیچھے ہٹ جانا اور فرما
غنا کیا ہے؟ عرض کی جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے خواہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو اس پر راضی رہنا۔
فرمایا حلم کیا ہے؟ عرض کی غصہ پی جانا اور اپنے آپ پر قابو رکھنا۔ ''منعتہ'' کیا ہے۔ عرض کی سخت
بہادر اور قوی ترین لوگوں سے مقابلہ'' فرمایا۔ ''الذل'' کیا ہے؟ عرض کی۔ حملے کے وقت خوف
زدہ ہو جانا'' فرمایا۔ کلفتہ'' کیا ہے' عرض کی' کسی انسان کا کسی ایسے معاملہ اور موضوع میں گفتگو کر
جو اس کے مطلب کی نہ ہو' پوچھا'' ''مجد'' کیا ہے' عرض کی کہ تاوان اور چٹی کے وقت بخشش کرنا او
جرم سے درگزر کرنا' فرمایا' السؤدد'' کیا ہے عرض کی۔ اچھی اور عمدہ باتوں کا کرنا اور بری باتوں
چھوڑ دینا فرمایا ''السفہ'' کیا ہے عرض کی' گھٹیا پن اختیار کرنا اور گمراہی سے محبت کرنا' فر
''الغفلتہ'' کیا ہے عرض کی عبادت گزار سے کنارہ کشی اختیار کرنا اور مفسد کی پیروی کرنا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کی ہلاکت تین چیزوں میں ہے' غرور' لالچ اور حسد' غرور برباد
دین کا سبب ہے۔ اسی کی وجہ سے ابلیس ملعون ٹھہرا' لالچ نفس کا دشمن ہے' اسی کے سبب سے حضرت آ
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت سے نکالا گیا اور حسد برا راہبر ہے۔ اسی کی وجہ سے قابیل نے ہابیل کو قتل کیا

پچاس ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی وسیع رحمتوں
نوازے۔ آمین

الحسین بن علی رضی اللہ عنہما (۲۶)

ابوعبداللہ الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما

من سادۃ الشہداء

شہداء کے سردار ہیں

حسین منی وانا من حسین

حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں

الحسن والحسین ریحانتای من الدنیا

حسن اور حسین دنیا میں میرے دو ہی پھول ہیں۔

رواہ احمد وابن عدی وابن عساکر والترمذی

من سرہ ان تنظر الی سید اشباب اھل الجنة فلینظر الی حسین

جس کو یہ بات بھلی لگے کہ وہ نوجوانان جنت کے سردار کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ وہ حسنؓ کو دیکھے۔

ابویعلی نے اسے روایت کیا ہے۔

اما الحسن فلہ ھیبتی و سؤددی

واما الحسین فلہ جراتی و جودی

جہاں تک حسن کا تعلق ہے تو ان کے حصہ میں میری ہیبت وسیادت آئی ہے اور حسین کے لئے میری جرأت وسخاوت ہے اسے ابن مندہ، طبرانی، ابونعیم اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

اس امت کی خیرخواہی کرنے اور انہیں خون ریزی سے بچانے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کچھ ہے اس کی امید پر متاع دنیوی سے اپنا دامن بچا لینے پر اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے (۲۵) آمین

جناب رسول کریم کے دوسرے نواسے اور آپ کے دو پھولوں میں سے ایک پھول، ابوعبداللہ الحسین بن علی بن ابی طالب، زینت بنی ہاشم اور بہادر نوجوان قریش ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت زہراء طاہرہ کریمہ، جناب رسول اللہؐ کی لخت جگر اور پانچ ہجری ۲۵ شعبان کو مدینہ منورہ میں آپ کی پیدا ہونے والی اولاد میں سے سب سے زیادہ محبوب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھیں (۲۷) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین کے ساتھ بھی وہی کچھ کیا جو ان

سے پہلے ان کے بھائی حسن کے ساتھ کیا تھا' یعنی ساتویں دن ان کا عقیقہ کیا اور ان کے بال منڈوا کر ان کے برابر چاندی صدقہ کی آپ کے بہت سارے لقب مشہور ہیں جن میں سے چند مشہور ترین یہ ہیں۔

الذکی (پاکباز) ' الرشید (ہدایت یافتہ عقلمند) ' الطیب (پاکیزہ) الوفی (وفادار) ' السید (سردار) ' المبارک (برکت دیا گیا) ' التابع المرضاۃ اللہ (اللہ تعالیٰ کی رضا کی پیروی کرنے والا) ' السبط (نواسہ) جناب نبی کریم ان کو اور ان کے بھائی امام حسن کو ان کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے اور اس کی پناہ میں دیتے تھے۔ "اعیذ کما بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان و ھامۃ و کل عین لامۃ (۲۸) "و کذلک یقول صلی اللہ علیہ وسلم ' اللھم انی اعیذہ بک و ذریتہ من الشیطان الرجیم".

میں تم دونوں کو اللہ کے کامل کلمات تامہ کے ساتھ ہر شیطان' زہریلی چیز جس کو قتل کیا جانا چاہئے (سانپ' بچھو وغیرہ) اور ہر نظر بد جو انسان کو تکلیف پہنچاتی ہے سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

ایسے ہی آپ فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو ایسے ہی بہلایا کرتی تھیں۔ جیسا کہ ان کے بھائی حسن کو اور ان سے کہتی تھیں۔

ان بنی شبہ النبی لیس شبھا بعلی " (۲۹)

بے شک میرا بیٹا نبیؐ کے مشابہ ہے' علیؓ کے مشابہ نہیں' راویان کرام فرماتے ہیں کہ حضرت حسنؓ سینہ اور سر کے درمیانی حصہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ سے مشابہت رکھتے تھے (۳۰) اور حضرت حسینؓ درمیانہ قد کے تھے نہ تو بہت لمبے تھے' اور نہ ہی پست قد آپ کا سینہ مبارک چوڑا چکلا' مونڈھے بڑے' (۳۱) بھاری بھر کم جوڑ' چوڑی ہتھیلیاں (۳۲)' بڑے قدم' پیچ دار بال (نہ ہی گھنگھریالے اور نہ ہی لمبے) تھے۔ آپ کا جسم مضبوط تھا۔ آپ کے اخلاق عالیہ کا ایک شاخسانہ یہ بھی تھا کہ آپ لطف و محبت سے لبریز تھے۔ بہت عبادت گزار بڑے روزہ دار اور کثرت سے نمازیں پڑھنے والے تھے' آغوش نبوت میں پلے بڑھے' اور اسی کے شیر سے سیراب ہوئے تھے اپنے نانا کی عظمت' اپنے والد ماجد کے علم اور اپنی والدہ کے انقطاع الی اللہ اور طہارت و فضیلت کے زیر سایہ آپ نے ہوش سنبھالا تھا۔ اور ان کے بھائی حسن اپنے نانا نبی کریم کو تمام گھر والوں سے بڑھ کر محبوب تھے' ان سب سے زیادہ آپ کا ان دونوں کے ساتھ قلبی تعلق تھا' اور سب سے بڑھ کر آپ کے ہاں انہیں فضیلت حاصل تھی۔ اس بارے میں میرے ساتھ مل کر اور میری ہمنوائی

میں ان کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مبارک سنئے۔

"احب اهل بیتی الی الحسن و الحسین" (۳۳)

میرے گھر والوں میں سے میرے محبوب ترین حسنؓ و حسینؓ ہیں۔

ابن ماجہ نے یعلی بن مرۃ سے روایت کی ہے کہ وہ ایک دن جناب نبی کریم کے ہمراہ نکلے ایک کھانے میں دعوت تھی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حسینؓ ایک گلی میں کھیل رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم باقی لوگوں سے آگے بڑھے' اپنے ہاتھ پھیلا دیئے۔ ان کے ساتھ ہنسنے لگے انہیں چوما اور فرمایا حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں' اللہ اس کو محبوب رکھتا ہے جو حسین سے محبت کرے' حسین کی اولاد بہت زیادہ ہوگی اور باقی رہنے والی ہوگی۔ حسین امتوں میں سے گویا ایک امت ہے۔

آپ ان دونوں کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ جب بھی وہ آپ سے غائب رہتے۔ آپ ان کو فوراً اپنے پاس میں لانے کا حکم دیتے یا خود ان کے ہاں تشریف لے جاتے ان سے لپٹ جاتے اور انہیں سونگھتے۔ بہت دفعہ حسین اور ان کے بھائی حسن جب کبھی آپؐ نماز میں سجدہ کی حالت میں ہوتے تو آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے۔ چنانچہ آپؐ سجدے میں اس وقت تک ٹکے رہتے جب تک کہ ان دونوں میں سے سوار ہونے والا اتر نہ جاتا۔ صحابہ کرام سجدہ لمبا کرنے کا سبب پوچھتے تو آپ ان سے فرماتے۔

"ارتحلنی ابنی فکرهت ان اعجله" (۳۴)

میرا بیٹا مجھ پر سوار ہو گیا میں نے یہ ناپسند کیا کہ اسے اپنی پیٹھ سے جلدی اترنے پر مجبور کروں۔ اسی کے بارے ایک شاعر کہتا ہے۔

من فی الوجود ینال ظهر محمدؐ
مثل الحسین ینالہ محمودا

(کائنات میں حسین کے علاوہ اور کون ہے جو حسین کی طرح محمد مصطفیؐ کی پشت پا سکتا ہے وہ اس کو اس حال میں پاتے ہیں کہ تعریف کئے جاتے ہیں۔ اور اظہار خوشی کیا جاتا) جناب رسول اللہ نے ان کو یہ اعزاز بخشا کہ باوجود صغر سنی کے ان دونوں کی بیعت قبول فرمالی۔ اس بیعت میں عبداللہ بن جعفر بھی ان کے ساتھ شریک تھے۔ ان دونوں کے علاوہ آپ نے کسی کم عمر کی بیعت قبول نہیں فرمائی۔ حضرت زہراء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے آخری ایام میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ ان کے دونوں بیٹے حسن و حسین بھی ان کے ہمراہ تھے۔ عرض کی یا رسول اللہ یہ آپ کے دونوں بیٹے حاضر ہیں ان دونوں کو اپنا وارث بنائیے۔ فرمایا حسن میری سخاوت اور ہیبت کا

وارث ہے اور حسین کے لئے میری شجاعت و سیادت ہے (۳۵) چنانچہ حضرت حسنؓ کے لئے میراث میں حاصل کردہ وہ سخاوت و ہیبت کافی تھی جو جناب نبی کریم کے حضور آنکھوں کو جھکا دیتی تھی۔ نیز نظروں سے ان کو نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ حسین کے لئے بطور میراث جناب نبی کریم کی شجاعت کافی تھی یہی وجہ ہے کہ آپ تو تمام لوگوں سے بڑھ کر بہادر تھے' سرداری کے لحاظ سے سب سے بڑے تھے اور تمام اولاد آدمؑ کے سردار تھے۔ حسنین کریمین کی زندگیوں میں آپ کی مذکورہ بالا پیش گوئی کی واضح جھلک نظر آتی تھی اور جو کچھ آپ نے ان کے حق میں حضرت فاطمہ سے فرمایا۔ وہ دونوں اس کا حقیقی مظہر تھے۔ حضرت حسنؓ کی خدمت میں جو وفد آتے انہیں آپ جن انعامات اور اکرامات سے نوازتے تھے اگر ان کو تفصیلاً بیان کیا جائے تو کئی دفتر درکار ہیں۔ ہم اس میں سے مشتے نمونہ از خروارے ذکر کر چکے ہیں۔ نیز آپ کا مقام و مرتبہ جو مسلمانوں کے دلوں میں ہے وہ محتاج تعارف نہیں' جہاں تک حضرت امام حسین کا تعلق ہے تو وہ کون مائی کا لال ہے جس نے حضرت حسین کی طرح انتہائی خطرناک حالات کا سامنا کیا ہو' خطروں میں گھس گیا ہو' کمال بہادری کا مظاہرہ کیا ہو اور آپ کی طرح قوی دل والا ہو۔ وہ کون ہے' جس نے حضرت حسینؓ کی طرح زندہ رہ کر اور پھر شہید ہو کر بھی سیادت کی ہو۔ حتیٰ کہ نفوس ان کی محبت سے بھر چکے ہوں۔ قلوب ان کی تعظیم سے لبریز ہوں اور محافل میں ان کی تعظیم و تکریم کا چرچا ہو۔ جناب رسول اللہ کے نزدیک جوان دونوں بھائیوں کا مقام و مرتبہ تھا صحابہ کرام اس سے بخوبی آگاہ تھے۔ دیکھئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو وہ ایک دن راستے میں ایک بھائی کو مل جاتے ہیں۔ اسے اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں' حالانکہ اس وقت آپ خلیفہ تھے' اس کو بوسے دیتے ہیں اور ناز و انداز کرواتے ہوئے یہ شعر پڑھتے ہیں۔

وبابی شبه النبی　　　لیس شبهیا بعلی

مجھے اپنے باپ کی قسم نبی کے مشابہ ہیں' علی کے مشابہ نہیں۔ اور حضرت علی خوش و خرم مسکراتے ہوئے ان کے پہلو بہ پہلو چل رہے ہیں (۳۶)

اب ذرا حضرت عمرؓ کو دیکھئے وہ آپ کو اپنی اولاد پر بھی ترجیح دیتے تھے۔ حتیٰ کہ بخشش و عطیات تک میں بھی۔ چنانچہ آپ نے ان دونوں حضرات کے لئے اہل بدر کے برابر وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔ اور جس دن آپؓ نے ان میں سے ہر ایک کو پانچ پانچ ہزار دینار دیئے اور اپنے بیٹے عبداللہ کو ایک ہزار۔ تو بیٹے نے خفا ہوتے ہوئے کہا۔ آپ اسلام میں میری سبقت اور ہجرت سے بخوبی واقف ہیں کیا ان دونوں کو آپ پانچ پانچ ہزار اور مجھے ایک ہزار دیئے ہیں۔ حالانکہ وہ ابھی تک بچے ہیں اور مدینے کی گلیوں میں کھیل رہے ہیں۔ تو اس پر ان کے باپ حضرت عمر نے

ان سے فرمایا۔

"ویحک یا عبداللہ. ھل لک جد کجدھما او جدۃ کجد تھما او ام کامھما او اب کابیھما" (۳۷)

اے عبداللہ تیری خرابی ہو، کیا تمہارا نانا ان دونوں کے نانا کی طرح یا تمہاری نانی ان دونوں کی نانی کی طرح ہے تمہاری ماں ان دونوں کی ماں کی طرح ہے یا باپ ان دونوں کے باپ کی طرح ہے۔

حضرت امام حسینؓ بچپن سے ہی اپنی ذات میں سیادت وقیادت کا پرتو دیکھتے تھے اور باوجود اپنی کم عمری کے جناب رسول اللہ کے ہاں اپنے مقام اور اپنی منزلت سے بخوبی آگاہ تھے۔

ایک دفعہ مسجد نبوی میں تشریف لائے ابھی آپ چھوٹے بچے تھے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ کو دیکھا کہ منبر رسول اللہ پر خطبہ دے رہے ہیں آپ اس وقت خلیفۃ المسلمین تھے، تو وہ حسین چھوٹا بچہ ان کی طرف لپکا اور ان سے کہنے لگا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جائیے اور اپنے باپ کے منبر کی طرف جائیے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا۔ میرے باپ کا منبر نہیں تھا۔ انہیں پکڑ کر اٹھایا اور اپنے پاس منبر پر بٹھا دیا۔ بعدازاں جب آپ منبر سے اترے۔ حضرت حسین کو اپنے گھر لے گئے اور ان سے پوچھا یہ تمہیں کس نے سکھایا ہے۔ حضرت حسین نے فرمایا۔ بخدا مجھے کسی نے نہیں سکھایا۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ بیٹے آپ ہمیں یہ لکھ دیں۔ اس واقعہ کے بعد آپ بیان فرماتے ہیں۔

کہ میں ایک دن حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ حضرت معاویہؓ کے ساتھ خلوت میں تھے، عبداللہ ابن عمر دروازے پر بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔ جب اپنے والد کو حضرت معاویہ کے ساتھ خلوت میں دیکھا تو واپس چل دیئے میں بھی انکے ساتھ لوٹ گیا بعد میں حضرت عمر مجھے ملے۔ کہنے لگے میں نے کافی دنوں سے تمہیں نہیں دیکھا۔ میں نے عرض کی۔ اے امیر المومنین۔ میں حاضر ہوا تھا آپ حضرت معاویہ کے ساتھ خلوت میں تھے۔ چنانچہ میں آپ کے بیٹے عبداللہ کے ہمراہ واپس لوٹ گیا۔ فرمانے لگے۔

انت احق من ابن عمر فانتم من انبت مافی رئو سنا و ھل انبت علی رئوسنا الشعر الااللہ ثم انتم"

تم ابن عمر سے زیادہ حق دار ہو، تم وہ ہو جنہوں نے وہ اگایا جو ہمارے سروں میں ہے (تمہی نے ہمیں حکومت وسیادت عطا کی) کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں اگائے وہ بال جو ہمارے سروں میں ہیں، اور پھر تم نے؟ (۳۸) (یعنی ہماری عزت وشوکت خداداد ہے اور تمہارے وسیلہ سے ہے)

جب ایران کے قیدی آئے تو ان میں کسریٰ شاہ ایران کی بیٹیاں بھی تھیں۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ہی ان کو خریدا ان میں سے ایک حسین کو عطا کی اور ان کی بہن عبداللہ بن عمر کو' حضرت عمر نے حضرت حسین کو مبارک دیتے ہوئے کہا' یہ تیرے لئے سب روئے زمین والوں سے بہتر جنیں گی۔ حضرت عمرؓ کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے زمانے میں سب سے بہتر ہستی امام زین العابدین کو جنم دیا۔ امام حسینؓ اور ان کے بھائی حسن حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں تین دن جہاد میں شریک رہے۔ وہ دونوں بھائی ان لشکروں میں بھی شامل تھے جنہوں نے افریقہ میں اہل روم کے ساتھ جنگ کی اور طرابلس فتح کیا۔ بعد ازاں مغرب اقصیٰ کی طرف اپنا رخ کیا۔ اسی طرح دونوں بھائی ایشیا کی جنگوں میں جو ۳۰ھ میں ہوئیں' شریک ہوئے اور طبرستان فتح ہوا۔ جس وقت باغی انقلابیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا تو یہ دونوں معزز نواسے حضرت عثمانؓ کے دفاع میں سب ہاشمی نوجوانوں سے پیش پیش تھے' یہ کام انہوں نے اپنے باپ حضرت علیؓ کے حکم کے مطابق کیا ان سے دفاع کرتے ہوئے دونوں خون میں نہا گئے۔ جب انقلابیوں نے گھر میں گھسنے کے لئے حضرت عثمانؓ کے گھر کا دروازہ جلا دیا تو انہیں دونوں بہادروں نے ان کا راستہ روکے رکھا اور گھر میں گھسنے نہ دیا۔ یہ ان دونوں بہادر نواسوں کی دفاع عثمان رضی اللہ عنہ میں ثابت قدمی ہی تھی جس کی وجہ سے یہ انقلابی دروازے سے تو داخل نہ ہو سکے مگر پچھواڑے سے دیوار پھلانگ کر اندر آ گئے۔ حسینؓ اس کارروائی سے بے خبر دروازے پر کھڑے پہرہ دیتے رہے۔

"اوصیکم بتقوی اللہ ربکم ولا تموتن الا وانتم مسلمون واعتصمو بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا' فانی سمعت رسول اللہ یقول. ان صلاح ذات البین افضل من الصلاۃ والصیام......اللہ اللہ فی القرآن لا یسبقنکم الی العمل سابق اللہ اللہ فی الفقراء والمساکین اشرکوھم فی معاشکم' لا تخافن فی اللہ لومة لائم' یکفکم من ارادکم و بغی علیکم' لا تدعوا الامر بالمعروف النھی عن المنکر و قولوا للناس حسنا کما امرکم اللہ علیکم بالتواصل' و ایاکم والتدابر و تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان"

میں تمہیں اللہ سے جو تمہارا رب ہے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور ہرگز ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور جدا جدا نہ ہو جانا۔ بے شک میں نے جناب رسول کو فرماتے سنا کہ آپس کے اختلافات ختم کرنا نماز اور روزے سے بہتر۔ قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ یاد رکھو عمل کی طرف کوئی سبقت کرنے والا ہرگز ہرگز

تم سے سبقت نہ لے جائے۔ فقراء اور مساکین کے حق میں اللہ سے ڈرتے رہنا' اور اپنی روزی اور کمائی میں انہیں شریک کرنا۔ اللہ کے دین میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرنا۔

جو تمہارے حق میں برا ارادہ رکھے گا اور تمہارے خلاف بغاوت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو تم سے روک دے گا۔ نیکی کے حکم کرنے کو اور برائی سے روکنے کو ہرگز نہ چھوڑنا اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آنا۔ اور ان کے ساتھ بنا کے رکھنا تم پر لازم ہے' اختلاف سے بچتے رہنا۔ نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور گناہ اور زیادتی کے کاموں پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرنا پھر اپنے بیٹے ابن الحنفیہ محمد کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اوصیک بتوقیر اخویک الحسن والحسین لعظیم حقهما علیک' فاتبع امرهما' ولاتقطع امرادونهما' ثم قال للحسن والحسین اوصیکما به فانه ابن ابیکما و قد علمتم ان اباکما کان یحبه ...... استودعکم الله ...... واقراء علیکم السلام و رحمته الله و برکاته.

میں تمہیں اپنے بھائیوں حسن وحسین کی عزت وتوقیر کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ دونوں تم پر بہت بڑا حق رکھتے ہیں ان کا حکم مانتے رہنا اور کسی معاملہ کا فیصلہ ان کے بغیر نہ کرنا۔ پھر امام حسن اور امام حسین سے فرمایا' میں تم دونوں کو اس کے حق میں وصیت کرتا ہوں' بے شک وہ تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت رکھتا تھا۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم پر سلامتی بھیجتا ہوں' اللہ کی رحمتیں اور برکتیں تم پر ہوں جب اپنے باپ امام علی رضی اللہ عنہ کے بعد امام حسن خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے امیر معاویہ کے ساتھ جنگ سے دستبردار ہونے اور خون ریزی سے مسلمانوں کو بچانے میں ہی مصلحت سمجھی' مگر امام حسین کی رائے یہ تھی کہ حضرت حسن خلافت کے امیر معاویہ کی بہ نسبت زیادہ حقدار ہیں۔ لہذا انہیں اس سے دستبردار نہیں ہونا چاہئے۔ وہ مسلمانوں کی ان کی بہ نسبت زیادہ نگہداشت کرنے والے اور حق کو قائم کرنے کے زیادہ اہل ہیں۔ مگر امام حسن اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ ان کی وجہ سے مسلمانوں میں خونریزی ہو۔ چنانچہ وہ خلافت سے دستبردار ہونے پر مصر رہے۔ حضرت حسین نے ان سے فرمایا۔ آپ حضرت علی کے سب سے بڑے بیٹے ہیں' ان کے جانشین ہیں اور ہمارے معاملات آپ کے حکم کے تابع ہیں۔ چنانچہ حضرت امام حسینؓ ان کی رائے کے پیش نظر اپنے مطالبہ سے دست کش ہو گئے۔ اپنے ہمعصر (۳۹) صحابہ اور تابعین کی نظروں میں دونوں اماموں

کی بہت بڑی قدر و منزلت تھی۔ دیکھئے ان کے چچازاد بھائی عبداللہ ابن عباس کو وہ عمر میں ان دونوں سے بڑے تھے، بہت بڑا علمی مقام رکھتے تھے اور لوگوں کی نظروں میں معزز و مکرم ہونے کے باوجود جب ان دونوں حضرات میں سے کوئی سوار ہوتا تو آپ اس کا رکاب تھام لیتے اور اس کے کپڑے درست کرتے۔ لوگوں نے جب ان سے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو سائل سے یوں فرمایا۔

"او تدری من هذان ...... هذان ابنا رسول الله صلی الله علیه وسلم، او لیس مما انعم الله علی ان امسک لهما الرکاب واسوی علیهما الثیاب.

کیا تم نہیں جانتے کہ یہ دونوں کون ہیں۔ یہ حضرت رسول اللہ کے بیٹے ہیں۔ کیا ان کا رکاب تھامنا اور ان کے کپڑے درست کرنا مجھ پر اللہ تعالیٰ کا انعام نہیں ہے؟

حضرت امام حسینؓ ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے۔ آپ کے قدم مبارک غبار آلود ہو گئے۔ ابو ہریرہ اٹھے اور ان کے قدموں سے مٹی جھاڑنے لگے، حضرت حسینؓ نے ان سے فرمایا۔ اے ابو ہریرہ کیا تم ایسا کر رہے ہو؟ تو اس پر ابو ہریرہ نے فرمایا۔ مجھے چھوڑیئے بخدا اگر لوگ آپ کے بارے میں وہ کچھ جانتے ہوتے جو میں جانتا ہوں تو وہ آپ کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے (۴۰)

بہت سارے صحابہ کا یہ معمول تھا کہ جب وفات کا وقت قریب آتا تو وہ اپنا کچھ مال حسنین کریمین کی خدمت میں پیش کرنے کی وصیت کر جاتے۔ یہ بات مشہور ہے کہ حضرت مقداد بن عمرو نے اپنی وفات سے پہلے اپنے ترکہ میں سے چھتیس ہزار درہم کی ان دونوں حضرات کے لئے وصیت فرمائی تھی۔

بلاشبہ یہ دونوں عظیم امام اپنے جد امجد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والد ماجد اور اپنی والدہ محترمہ کے علمی ورثہ کے سچے وارث ثابت ہوئے۔ ابوداؤد ترمذی، نسائی وغیرہ اصحاب سنن نے حضرت حسین کے حق میں تخریج کی ہے۔ وہ سنن میں ان کے والد ماجد، ان کے بھائی، ان کی والدہ ماجدہ اور ان کی خالہ ہند بن ابی ہالہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت حسینؓ اکثر مسجد نبوی میں بیٹھا کرتے تھے اور لوگوں کو فقہ پڑھاتے۔ ایک دفعہ قریش کے ایک فرد نے حضرت معاویہ سے پوچھا کہ وہ حضرت حسین کو کہاں مل سکتا ہے۔ فرمایا کہ جب تو مسجد رسول اللہ میں جائے۔ وہاں تجھے ایک حلقہ نظر آئے گا جس میں ایک قوم ایسے انداز میں بیٹھی ہوئی ہو کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں، تو تو جان لے کہ یہ ابوعبداللہ الحسین کا حلقہ ہے۔ جنہوں نے اپنی پنڈلیوں کے وسط تک ازار بند باندھا ہوگا۔ وہ بڑے سخی اور بہت زیادہ انعام واکرام دینے والے تھے۔ جو کچھ

ان کے ہاتھ میں ہوتا اسے خرچ کر ڈالتے۔ ان کے خوبصورت اور مختصر کلام میں سے کچھ درج ذیل ہے۔

''لوگوں کی تمہاری طرف جو حاجات ہیں وہ تم پر تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے' ان سے مت اکتاؤ' وہ کہیں تم سے چھن نہ جائیں' صاحب حاجت نے اگر سوال سے اپنا چہرہ نہیں بچایا تو تو اسے نامراد نہ لوٹا کر اس کے چہرے کی عزت کر۔ بردباری زینت ہے' وفاداری' کمال مردانگی' اور صلہ رحمی نعمتیں ہیں۔ زیادہ طلبی غرور و نخوت ہے۔ جلد بازی حماقت ہے اور حماقت کمزوری ہے' غلو ایک گرداب ہے کمینے لوگوں کی ہم نشینی برائی ہے' فاسق و فاجر لوگوں کی مجلس شک میں مبتلا کرنے والی چیز ہے۔

آپ کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

فان تکن الدنیا تعد نفسیة

فان ثواب اللہ اغلی وانبل

وان تکن الا بدان للموت نشئت

فقتل امرئ فی اللہ بالسیف افضل

وان تکن الا رزاق قسما مقدرا

فقلة حرص المرء فی السعی اجمل

وان تکن الا موال للترک جمعها

فما بال متروک بہ المراء یبخل

اگرچہ دنیا عمدہ چیز شمار کی جاتی ہے' مگر ''بلاشبہ اللہ کے ہاں جو ثواب ہے وہ انتہائی قیمتی اور اعلیٰ و افضل چیز ہے۔ اگر جسم موت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں تو پھر ایک آدمی کا اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہو جانا افضل ہے۔

اگر رزق ایک مقدر شدہ حصہ ہیں تو پھر ان کے حصول کی کوششوں میں ایک آدمی کا حریص نہ ہونا باعث زینت ہے۔ اگر مال و اموال سارے کے سارے چھوڑنے کے لئے ہی ہیں' تو پھر کس کا ہے وہ چھوڑا ہوا مال جس پر انسان بخل کر رہا ہے۔

آپ سے چند اور اشعار بھی مقبول ہیں۔

اذا ما عضک الدھر

فلا تجنح الی الخلق

ولا تسئال سوی اللہ

المغيث العالم الحق

فلو عشت و قد طفت

من المغرب الى الشرق

لما صادقت من يقد

ان يسعد او يشقى

جب زمانہ تمہیں کاٹے (یعنی زمانے کی طرف سے تمہیں کوئی دکھ و تکلیف پہنچے) تو تو مخلوق کی طرف نہ جھک۔ اور سوائے اللہ کے جو مدد کرنے والا ہے عالم ہے حق ہے کسی سے نہ مانگ۔ تو اگر زندہ رہے اور مشرق سے مغرب تک کا چکر کاٹ لے۔ تو تو کوئی بھی ایسا نہ پائے گا جو کسی کو نیک بخت یا بد بخت بنانے پر قادر ہو۔

ایک دن ایک بدو آپ کے دروازے پر کھڑا ہوا اس نے دروازہ پر دستک دی اور وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

لم يخب اليوم من رجاك و من

حرك من خلف بابك الحلقه

جس نے تیرے ساتھ امید باندھی وہ کبھی بھی آج دن تک ناکام نہیں رہا اور ایسے ہی وہ بھی جس نے تیرے دروازے کے پیچھے لٹکی ہوئی زنجیر ہلائی۔

حضرت حسینؓ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نماز کو مختصر کر کے باہر تشریف لائے۔ اس بدو کے چہرہ پر فقر و فاقہ اور محتاجی و تنگ دستی کے آثار نمایاں تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے غلام کو آواز دی اور اس سے پوچھا ہمارے اخراجات کی رقم میں سے تمہارے پاس کیا کچھ باقی ہے اس نے عرض کی حضرت دو سو درھم ہیں جن کے بارے آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں انہیں آپ کے اہل بیت میں تقسیم کر دوں۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا وہ لے آیئے۔ اب وہ آ گیا ہے جو ان کا میرے اہل بیت کی بہ نسبت سے زیادہ حق دار ہے۔ چنانچہ آپ نے وہ درھم بدو کے حوالے کر دیئے اور اس کے ساتھ ساتھ اس سے معذرت بھی چاہی کہ کم ہیں۔ اس وقت بدو نے یہ اشعار پڑھے۔

مطهرون نقيات جيوبهم

تجرى الصلوة عليهم اين ما ذكروا

وانتمو انتم الاعلون عندكم

علم الكتاب وما جاء ت به السور

وہ پاک ہیں ان کے گریبان صاف ستھرے ہیں۔ جہاں بھی انکا ذکر کیا جائے ان پر درود

پڑھا جاتا ہے۔ اور یہ تم ہی ہو جن کے بارے میں ہے "وانتم الاعلون" تمہارے پاس کتاب اور اس کی سورتوں کا علم ہے' آپ نے حضرت اسامہ بن زید کا قرض جس کی مالیت تقریباً ساٹھ ہزار کے لگ بھگ تھی اس وقت ادا کر دیا جب آپ نے ان کی یہ حالت دیکھی کہ وہ مغموم ہیں اور انہیں اس بات کا خوف ہے کہ کہیں اس کے ادا کرنے سے پہلے ان کی وفات نہ ہو جائے۔

ایک مرتبہ ان کی ایک لونڈی نے ان کا ادب بجالاتے ہوئے انہیں پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔ آپ نے اسے اس کا بدلہ یہ دیا کہ اس سے فرمایا کہ جا تو اللہ کی خوشنودی کی خاطر آزاد ہے۔ اس وقت حضرت انس بن مالک ان کے پاس موجود تھے۔ ان سے کہنے لگے یہ عجیب بات ہے کہ ایک لونڈی آپ کے پاس پھولوں کا ایک گلدستہ لاتی ہے اور آپ اسے آزاد کر دیتے ہیں۔ فرمایا ایسے ہی ہمارے رب تعالیٰ نے ہمیں سکھایا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں۔ "واذا حییتم بتحیه فحیوا باحسن منها او ردوها"

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جب تمہیں سلام کیا جائے تو اس کا جواب اس سے بہتر انداز میں دو ورنہ اتنا سلام تو ضرور لوٹاؤ' جتنا اس نے کیا ہے میرے نزدیک لونڈی کے سلام کا بہتر جواب اس کا آزاد کر دینا تھا۔

آپ کی تہذیب وشائستگی اور عمدہ اخلاق کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ کے اور آپ کے بھائی محمد بن الحنفیۃ کے درمیان کچھ رنجش سی پیدا ہوگئی۔ ابن الحنفیۃ نے ان کو یوں خط لکھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم من محمد بن علی بن ابی طالب الی الحسين بن علی بن ابی طالب اما بعد فان لک شرفلا ابلغه و فضلا لا ادر که' ابونا علی رضی الله عنه' لا افضلک فيه ولا تفضلنی وامک فاطمة بنت رسول الله صلی الله عليه وسلم وسلم ولو کان مل ء الارض نساء مثل امی' ماوافين بامک' فاذا قرآت رقعتی هذه فالبس رداء ک و نعليک و تعال فينی' واياک ان اسبقک الی هذا الفضل الذی انت اولی به منی والسلام.

شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

محمد بن علی بن ابی طالب کی طرف سے حسین بن علی بن ابی طالب کے نام اما بعد بے شک آپ کو وہ شرف حاصل ہے جس تک میری رسائی نہیں اور آپ کو وہ فضیلت حاصل ہے جسے میں نہیں پا سکتا۔ ہمارے والد گرامی سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ اس رشتہ میں میں آپ کو اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں دوں گا اور نہ ہی آپ مجھے دے سکتے ہیں۔ مگر جہاں تک آپ کی والدہ ماجدہ کا تعلق ہے وہ فاطمۃ بنت رسول اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اگر میری ماں کی طرح کی روئے زمین کے

برابر بھی عورتیں جمع ہو جائیں تو وہ سب کی سب آپ کی والدہ ماجدہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتیں۔ جونہی آپ میرا یہ رقعہ پڑھیں اپنی چادر اوڑھ لیجئے اور جوتیاں پہن لیجئے (یعنی تیار ہو جائیے) اور میرے پاس آ جائیے اور مجھے راضی کر لیجئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پہل کرنے کی اس فضیلت میں میں اپ سے سبقت نہ لے جاؤں جبکہ آپ میری نہ نسبت آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں والسلام۔

حضرت حسینؓ یہ سمجھ گئے کہ مقام و مرتبہ کے لحاظ سے ان کی بہ نسبت ان کا کم درجہ بھائی انہیں حضرت جناب رسول اللہ کا یہ قول مبارک یاد دلا رہا ہے۔

''کہ کسی مرد مومن کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ تین دن رات سے زیادہ اپنے بھائی سے اس قدر جدائی اختیار کرے کہ اگر وہ ایک دوسرے سے ملیں۔ تو وہ اس سے منہ پھیر لے اور وہ اس سے' مگر ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام کے ساتھ ابتداء کرے'' (۴۱) یہ سوچ کر حضرت حسینؓ نے جلدی سے پوشاک پہن لی۔ (یعنی تیار ہو گئے) اور اپنے چھوٹے بھائی کی طرف چل دیئے اور انہیں راضی کیا۔

ایسا ہی معاملہ ان کے اور ان کے بڑے بھائی امام حسنؓ کے درمیان بھی پیش آیا۔ جب تین دن گزرے۔ امام حسنؓ اپنے بھائی امام حسینؓ کے پاس آئے۔ جلدی سے ان کی طرف بڑھے وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سر کو بوسہ دیتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑے۔ پھر ان کی ایک طرف بیٹھ گئے۔

حضرت حسینؓ نے ان سے عرض کی۔ آپ کی طرف پش قدمی کرنے اور اس حق کو ادا کرنے سے جو چیز میرے لئے مانع ہوئی وہ یہ تھی کہ آپ مجھ سے بڑے ہونے کی وجہ سے اس فضیلت کے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں۔ لہذا میں نے یہ ناپسند کیا۔ کہ میں اس چیز میں آپ سے مقابلہ کروں جس میں آپ کا حق مجھ سے فائق ہے۔ حضرت حسینؓ بڑے عابد زاہد اور اطاعت گزار تھے۔ کبھی بھی بغیر روزہ کے نہیں دیکھے گئے۔ رات کو دائمی قیام کرنے والے' نیکی کی طرف بہت سبقت کرنے والے' اچھے کاموں میں جلدی کرنے والے' صالح' معزز اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت زیادہ حسن سلوک رکھنے والے' ہر اس شخص کی فریادرسی کرنے والے جو آپ سے طالب مدد ہو' اور اپنے رب کی اطاعت میں دنیا سے کٹ کے رہنے والے تھے' مصعب بن الزبیری نے آپ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ آپ نے مع سعی وطواف پچیس پیدل حج کیے۔ مصائب میں بہت زیادہ صبر کرنے والے تھے' جب بھی مشکلات اور آزمائشیں درپیش ہوتیں ثابت قدم رہتے' بڑی بہادری سے ان کا سامنا کرتے' نہ ہی غضبناک ہوتے' نہ مایوس ہوتے' نہ واویلا کرتے اور نہ ہی عاجز آتے۔ اللہ تعالیٰ نے جو مقدر فرمایا ہوتا اس پر راضی رہتے اور جو مصیبت بھی ان پر نازل ہوتی۔ اپنے لئے اللہ کی طرف سے اس کے اختیار کرنے پر مطمئن رہتے'

راوی حضرات روایت کرتے ہیں کہ آپ کا لڑکا فوت ہو گیا مگر آپ پر رنج وغم کے کوئی آثار ظاہر نہ ہوئے۔ جب اس بارے میں لوگوں نے آپ سے استفسار کیا تو فرمایا۔ بے شک ہم اہل بیت اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں۔ وہ نعمتیں عطا فرماتا ہے پھر جب اس چیز کا ارادہ فرماتا ہے جو ہمیں ناپسند ہے مگر وہ اسے پسند ہے تو ہم راضی رہتے ہیں (۴۲) مصائب زمانہ پر صابر اور ثابت قدم رہنے کے ساتھ ساتھ آپ ان کے سامنے کمزوری اور بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے پھر جب کوئی آپ کو غصہ دلاتا تو آپ کو ایسا شیر پاتا جو بہت غضبناک اور اپنے شکار کی تکہ بوٹی کر دینے والا ہو اس کے بعد آپ اس کی پرواہ نہ کرتے کہ سامنے کون ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے کچھ خوف نہ کھاتے۔

سیدنا حضرت حسینؓ کی شہادت

حضرت حسین کی شہادت کا قصہ بڑا المناک اور دردناک ہے اور ہر اس مسلمان کے دل میں اس کا گہرا زخم ہے جو یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خون مسلم کی کتنی قدر و منزلت ہے اور اہل بیت کا کس قدر حق ہے، ان کی کتنی فضیلت و شرافت ہے اور حسنین کریمین کا کیا مقام ہے۔

یہ دونوں جناب رسول اللہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے۔ آپ انہیں اپنے گھٹنوں مبارک پر بٹھاتے اور فرماتے "اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما"

"اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے انہیں بھی محبوب رکھ"

ان دونوں کے بارے میں آپ کا یہ ارشاد گرامی بھی ہے۔

"الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ فی الجنۃ" حسن وحسین جنت میں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔

اس دردناک واقعہ اور اس کے دور و نزدیک کے (یعنی ظاہری و باطنی) اسباب کا مطالعہ کرنے والا یہ سمجھ جاتا ہے۔

کہ کچھ خفیہ ہاتھوں جو خون مسلم میں ملوث تھے اور مکار لوگ جو مسلمانوں کی جماعت کو منتشر اور متفرق دیکھنے کے خواہشمند تھے نے ہی اس گھناؤنے جرم کا راستہ ہموار کیا تھا اور بڑی بدباطنی اور عیاری کے ساتھ اس کو عملی جامہ پہنانے کا بیڑا اٹھایا جیسا کہ انہوں نے اس سے پہلے جھوٹ گھڑ لینے اور خلیفہ راشد حضرت علیؓ اور دیگر چند معزز ناموں کی طرف جھوٹ موٹ خطوط منسوب کرنے کے بعد انہوں نے خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا راستہ ہموار کیا تھا انہوں

نے ان کو شہید کر دیا اس وقت وہ روزے سے تھے' صبر کا مظاہرہ کرنے والے تھے وہ کلام پاک کی تلاوت میں مشغول تھے۔ آپ نے اس سے منع کر دیا تھا کہ صحابہ میں سے کوئی ایک بھی ان کے دفاع کے لئے آگے بڑھے مبادا ان کی وجہ سے مسلمانوں میں خون ریزی ہو۔ اور یہی وہ گروہ تھا جس نے اس سے پہلے جنگ جمل کی راہ ہموار کی تھی۔ جب قعقاع بن عمرو کے ہاتھوں فریقین کے درمیان صلح پایہ تکمیل کو پہنچی تو علی الصبح ان لوگوں نے جنگ کی آگ بھڑکا دی اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو جو ان دس حضرات میں سے تھے جنہیں دنیا میں جنت کی خوشخبری دی گئی تھی شہید کر دیا۔ اس وقت بھی وہ متحارب فریقین کے درمیان صلح کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ حضرت زبیر کو بھی شہید کر دیا گیا اس وقت وہ نماز میں مشغول تھے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا تھے کہ وہ اس جنگ کی آگ بجھا دے۔ ان فتنہ پردازوں نے حضرت عائشہؓ کے قتل پر بھی لوگوں کو ابھارا۔ مگر اپنی ماں کے دفاع میں سینکڑوں صحابہ سینہ سپر ہو گئے۔ جام شہادت نوش کیا' انہوں نے کعب بن سور الازدی کو بھی قتل کر دیا تھا جو حضرت عائشہ کے حکم سے قرآن پاک اٹھائے ہوئے تھے تاکہ لوگوں کو جنگ و جدال سے روکیں (۴۳) ایسے ہی ایک اور مکر و فریب پر مبنی وہ ناپاک مکارانہ فتنہ بھی تھا جو جنگ صفین کے موقع پر کھڑا کیا گیا۔ فتنہ گر فریقین جنگ کو ایک دوسرے کی خبریں بھی نہیں پہنچنے دیتے تھے اور آپس میں صلح کروانے کے لئے کوشش کرنے والوں کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ جنگ کے خاتمہ' ثالثوں کے ذریعے فیصلے اور صحابہ اور تابعین میں سے ہزاروں آدمیوں کی شہادت کے بعد ان فتنہ بازوں کا راز کھل گیا۔ یہ لوگ عبد اللہ بن سبا نامی یہودی کی جماعت تھی جس کی مکاریاں اور کوششیں سابقہ اور موجود فتنہ کے پیچھے کارفرما تھیں یہ بھی پتہ چلا کہ وہ دو جماعتیں تھیں۔

ان میں سے ایک گروہ کہتا تھا کہ بے شک حضرت علیؓ ہی معاذ اللہ خالق' اور رازق ہیں' اور وہ ہر چیز پر قادر ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے ان سے مناظرہ کیا۔ انہوں نے جب اپنے اس عقیدہ فاسدہ پر اصرار کیا۔ تو ان میں سے جن لوگوں کی پہچان ہو سکی۔ آپ نے ان کو زندہ جلوا دیا۔ اب وہ کہنے لگے کہ اگر حضرت علیؓ نہ ہوتے تو انہیں آگ میں نہ جلاتے کیونکہ آگ میں جلانا تو صرف رب ہی کا کام ہے اور یہ بھی گمان کیا کہ وہ ان کو قتل کرنے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کر دیں گے۔ یہی وہ لوگ تھے جو عقیدہ تناسخ اور حلول کے قائل تھے اور بعد میں ان سے جو گمراہ فرقے پیدا ہوئے یہی لوگ ان کی اصل تھے ایک گروہ وہ تھا جس نے جنگ صفین کے بعد حضرت علیؓ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ انہوں نے ان پر کفر کی تہمت لگائی تھی۔ کیونکہ انہوں نے جنگ روک دی تھی اور ان کے اور حضرت معاویہؓ کے مابین جو جھگڑا چل رہا تھا۔ اس میں کتاب اللہ کو

ثالث ماننے کا فیصلہ مان لیا تھا۔ ان میں سے کچھ لوگ وہ بھی تھے جنہوں نے ان سے پہلے تینوں
خلفائے راشدین پر بھی کفر کا فتویٰ جڑا تھا اور عبداللہ بن حباب جیسے تابعی جلیل کو صرف اس بنیاد پر
شہید کر دیا تھا کہ انہوں نے چاروں خلفاء کی تعریف وتوصیف کی تھی' ان کی بیوی کا پیٹ چاک کر
دیا تھا اور قبیلہ طی کی تین عورتوں کو قتل کر دیا۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان سے یہ مطالبہ کیا
کہ وہ قاتلوں کو ان کے حوالے کر دیں تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ ہم سب
نے مل کر ان کو قتل کیا ہے اور ہم سارے تمہارے اور ان کے خونوں کو حلال سمجھتے ہیں۔

عراق والوں نے حضرت علیؓ کے بعد امام حسن کی بیعت کی' اکابرین صحابہ' تابعین اور لوگوں
کی اکثریت آپ کی حامی تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں آپ کے نانا پاک کے اس قول کو پورا
فرمایا۔ "میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو
گروہوں کے درمیان صلح کروائیں گے' چنانچہ امام حسن نے حضرت معاویہ اور ان کی بیعت کر
لینے کے پیش نظر خلافت سے دستبرداری کا فیصلہ کر دیا' اس کے بعد سب لوگوں نے امیر معاویہؓ کی
بیعت کر لی اور اس پر اتفاق ہو گیا کہ امیر معاویہ کے بعد حضرت حسن خلیفہ بنیں گے۔ اور مقتولین
کی دیت بیت المال سے ادا کر دی جائے گی۔ اسی وجہ سے مسلمانوں نے اپنے اس سال کا نام
"عام الجماعۃ" (اتفاق واتحاد والا سال) رکھا۔ چنانچہ یہ صلح مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے انعامات
میں سے ایک عظیم انعام تھا اس کی برکت سے مسلمان متحد ومتفق ہو گئے۔

اسلام کی اشاعت اور اس کے نور کو تمام اقوام عالم تک پہنچانے کے لئے تحریک جہاد اور
فتوحات کا سلسلہ نئے سرے سے شروع ہو گیا۔ حالانکہ اس سے پہلے فتنوں اور اختلافات کے
زمانہ میں یہ سلسلہ رک گیا تھا۔

عنوان (حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا مختصر قصہ) حضرت معاویہ بن ابی
سفیانؓ نے اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد بنایا۔ صحابہ کی ایک جماعت نے یزید بن معاویہ
کی بیعت کے سلسلے میں جو کچھ وقوع پذیر ہوا اس کو اس حقیقت کے پیش نظر قبول نہ کیا کہ چونکہ یہ
اس طریقہ کار اور اس طرز عمل کے خلاف تھا جس پر خلفائے راشدین ہمیشہ سے عمل پیرا رہے۔
بعض نے تو اس انتخاب کو اس نظر سے دیکھا کہ یہ اس طریقہ کار کے قطعی ناموافق ہے اور اس میں
اور اس میں کوئی قدر مشترک ہے ہی نہیں۔ وہ چونکہ سارے کے سارے خود مجتہد تھے لہذا ان کے
لئے یہ ضروری نہ تھا کہ وہ اپنی جماعت میں سے جن لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی تھی ان کی تقلید
کریں۔ جب حضرت معاویہ کی وفات ہو گئی اور یزید والی حکومت بنا تو بعض نے یہ مناسب خیال
کیا کہ اب جان بچا کر بھاگ جانا ہی خون ریزی سے بچنے کا واحد مناسب ذریعہ ہے چنانچہ

انہوں نے یزید کی حدود سلطنت سے راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی مگران کے برعکس
حضرت امام حسینؓ اور عبداللہ ابن زبیر نے اس کے خلاف بغاوت اس لئے ضروری سمجھی کہ عہد
خلافت میں شورائی نظام اور اپنی جانشینی کے لئے اپنے کسی قریبی کو دوسروں پر ترجیح نہ دینے اور ان
میں سے افضل کا چناؤ کرنے کا جو نظام رائج تھا اس کو بدل دینے کی جس جرأت کا مظاہرہ یزید نے
کیا تھا اس کا سد باب کیا جائے نیز اسے ظلم سے باز رکھا جائے۔

اصل قصہ یہ ہے کہ جب حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد سن ساٹھ ہجری میں بطور خلیفہ
یزید کی بیعت کی گئی تو اس نے مدینہ میں اپنے گورنر ولید بن عتبہ کو لکھا کہ وہ اہل مدینہ سے اس کی
طرف سے بیعت لے۔ جب اہل مدینہ کو یہ معلوم ہوا تو ان میں سے چند لوگ اس بیعت سے
نجات حاصل کرنے کی غرض سے رجب ۶۰ ھ کے اواخر میں مکہ کی طرف نکل بھاگے، ان لوگوں
میں حضرت حسینؓ بھی شامل تھے۔ چنانچہ آپ مکہ میں تقریباً چار ماہ (یعنی شعبان، رمضان، شوال
اور ذوالقعدہ) قیام پذیر رہے۔ وہاں کوفہ والوں کے خطوط اور وفود یہ مطالبہ لے کر ان کی خدمت
میں آتے رہے کہ وہ ان کے ہاں تشریف لائیں وہ لوگ ان کی بیعت کریں گے۔ چنانچہ ان کی
دعوت قبول کرتے ہوئے حضرت حسین نے ان کی طرف جانے کا پختہ عزم کر لیا۔ مگر حضرت
عبداللہ ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے انہیں وہاں نہ جانے کا مشورہ دیا کیونکہ وہ تو کوفہ
والوں اور بعض عراقیوں کی بدعہدی دیکھ چکے تھے۔

مگر امام حسینؓ نے خط لکھنے والوں پر اچھا گمان کیا اور ان کی طرف جانے کے لئے اپ
اس ارادہ سے باز نہ آئے۔ جب ان کے بھائی محمد بن الحنفیہ کو اپنے بھائی کے جانے کی خبر ملی تو
بہت روئے۔ چنانچہ امام حسینؓ آٹھویں ذی الحج کو کوفہ جانے کے ارادہ سے نکل پڑے۔ آپ اس
سے پہلے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کر چکے تھے۔ بارہ ہزار کوفیوں نے ان
بیعت کر لی۔ جب عبیداللہ ابن زیاد کو جو یزید کی طرف سے والئ کوفہ تھا۔ اہل کوفہ کی اس کارکرد
کا علم ہوا تو اس کے خوف کی وجہ سے فوراً ہی انہوں نے مسلم بن عقیل کا ساتھ چھوڑ دیا۔ چنانچہ ا
نے امام کو گرفتار کر کے قتل کروا دیا۔

جب حضرت حسین قادسیہ کے قریب پہنچے تو انہیں امام مسلم کی شہادت کی خبر ملی۔ اس پر ا
مسلم کے بھائیوں نے کہا کہ اب ہم اس وقت تک ہرگز واپس نہیں ہوں گے۔ جب تک اپنا بد
نہ چکا لیں یا قتل کر دیئے جائیں۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ تمہارے بعد میرے لئے زندگی م
بھی کوئی بھلائی نہیں، آپ نے اس سارے واقعہ سے اپنے ساتھیوں کو آگاہ کر دیا اور ساتھ ہی
بھی فرمایا کہ جو جانا چاہے چلا جائے۔ اسے اجازت ہے یہ اجازت پا کر وہ سارے منتشر ہو

صرف وہی لوگ باقی رہ گئے جو مکہ معظمہ سے آپ کے ہمراہ آئے تھے۔ ان کی تعداد ستر سے کچھ اوپر تھی۔ ان میں تینتیس شہ سوار تھے۔ عبیداللہ بن زیاد نے اپنے ایک پولیس آفیسر حصین بن تمیم التمیمی کو کچھ شہ سواروں کے ساتھ بھیجا۔ یہ لوگ قادسیہ میں اترے۔ اس نے ناکہ بندی کر دی اور حضرت امام حسینؓ کو کہیں چلے جانے سے روکنے کی غرض سے اپنے سواروں کو منظم کیا۔ نیز ابن زیاد نے حر بن یزید التمیمی کو بھی ایک ہزار شہ سواروں کے ہمراہ بھیجا تا کہ حضرت امام حسین کی واپسی کا راستہ مسدود کر دیا جائے۔ چنانچہ ان دونوں نے حضرت امام حسینؓ کو جا لیا اور آپ کے آمنے سامنے کھڑے ہو گئے۔ تقریباً دوپہر کا وقت تھا۔ حضرت امام حسینؓ انہیں خطاب کرنے کی غرض سے نکلے اور ان سے یوں فرمایا۔

ایها الناس انها معذرة الی الله والیکم فانی لم آتکم حتی اتتنی کتبکم و رسلکم ان اقدم علینا فلیس لنا امام فلعل الله ان یجمعنابک علی الهدی وقد جئتکم فان تعطونی ما اطمئن به من عهود کم اقدم مصر کم و ان کنتم لقدومی کارهین انصرفت الی المکان الذی اقبلت منه فسکتوا واذن موذنه واقمت الصلاة فصلی الحربصلاته وانصرف الی موقفه، وصلی الحسین العصر ایضا، واستقبلهم قائلا ان تتقوا الله وتعرفوا الحق لاهله یکن ذالک ارضی لله تعالی و نحن اهل البیت اولی بولایة هذا الامر من هولاء السائرین بالجور والظلم فان انتم کرهتمونا و جهلتم حقنا و کان رایکم غیر ماتتنی به کتبکم ورسلکم انصرقت عفکم واخرج خرجین مملوئین صحفا فنشرهابین ایدیهم.

اے لوگو یہ اللہ تعالیٰ کے حضور اور تمہارے ہاں میرا عذر ہو گا کہ میں تمہارے پاس اس وقت تک نہیں آیا جب تک تمہارے خطوط اور تمہارے ایلچی میرے پاس یہ پیغام لے کر نہیں آئے کہ ہمارے پاس آ جاؤ، ہمارا کوئی امام نہیں ہے، اللہ سے یہ امید ہے کہ وہ آپ کے ذریعے سے ہمیں ہدایت پر جمع فرما دے۔ اب میں تمہارے پاس آ گیا ہوں۔ اگر تم میرے ساتھ ایسے عہد باندھو جن سے میں مطمئن ہو جاؤں تو میں تمہارے شہر آ جاؤں گا ورنہ میں اسی جگہ سے وہاں واپس چلا جاؤں گا جہاں سے آیا ہوں۔ یہ سن کر وہ خاموش رہے، انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، اتنے میں حضرت امام حسین کے مؤذن نے اذان دی، نماز کھڑی ہوئی، حر نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ حضرت امام حسینؓ نے نماز عصر بھی وہاں پڑھی۔ اور یہ کہتے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہوئے، "کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اصل حق دار کا حق پہچانو تو تمہارا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ رضامندی کا باعث ہو گا اور ہم اہل بیت ان راہ ظلم و جور اپنانے کی راہ چلنے والوں

کی بہ نسبت اس معاملہ (یعنی حکومت) کے زیادہ حقدار ہیں اور اگر تم ہمیں ناپسند کرو، ہمارے حق سے غافل ہو جاؤ اور جس رائے کا اظہار تم اپنے خطوط و رسائل میں کرتے رہے ہو اس سے پھر جاؤ تو میں تمہارے ہاں سے چلا جاتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اپنی خرجینیں نکالیں جو ان کے ارسال کردہ خطوط سے بھری ہوئی تھیں۔ آپ نے وہ سارے کے سارے خطوط ان کے آگے ڈال دیئے۔ حر نے کہا۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہمارا آپ سے سامنا ہو تو آپ کو اس وقت تک یہاں سے نہ جانے دیں جب تک آپ کو کوفہ میں عبداللہ بن زیاد کے پیش نہ کر دیں۔ امام حسینؓ اس مکر عظیم اور اس دھوکہ کے خطرہ کو سمجھ گئے۔ آپ نے عمر بن سعدؓ جو ابن زیاد کے لشکر کا قائد تھا سے یہ پیشکش کی کہ وہ انہیں جانے کی اجازت دے تا کہ جہاں سے وہ آئے ہیں وہاں واپس چلے جائیں یا انہیں اس بات کے لئے چھوڑ دیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے نکلیں، یا انہیں دمشق میں یزید کے پاس پہنچا دیں۔ ان لوگوں نے آپ کی ایک یہ بات بھی نہ مانی اور یہ شرط لگائی کہ اگر آپ ابن زیاد کا حکم مان لیں تو ہم ایسا کرنے کو تیار ہیں۔ امام حسینؓ نے اس سے سختی سے انکار کر دیا۔ (۴۴) یہ نواسہ رُسول اور خلیفہ رُاشد کے بیٹے کے شایان شان نہ تھا کہ وہ ایسے جھک جاتے جیسے ایک ذلیل شخص جھکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے بطور ایک مجتہد اپنے حق راہ پر ہونے اور ان کے باطل پر ہونے یقین کرتے ہوئے جنگ کا عزم کر لیا۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر اس کا بھی آپ نے پختہ یقین کر لیا کہ اگر آپ ظلم کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے یہ تو اللہ تعالیٰ کے حضور ان کا بڑا عذر ہو گا۔ چنانچہ امام حسین نے اپنے ساتھیوں میں یہ اعلان فرما دیا کہ ہمارے مددگاروں نے ہمیں بے مدد چھوڑ دیا ہے۔ لہذا تم میں سے جو جانا چاہے وہ بغیر کسی حرج کے جا سکتا ہے اور ہماری طرف سے اس پر کوئی ملامت نہ ہو گی۔ (۴۵) اکثر لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ گئے، صرف آپ کے اہل و عیال اور وہ اصحاب باقی رہ گئے جو مکہ معظمہ سے آپ کے ہمراہ آئے تھے۔...... آپ نے اس کو ناپسند فرمایا کہ وہ لوگ آپ کے ساتھ چلیں اور جن خطرات کا ان کو سامنا ہے اس سے بے خبر رہیں بلکہ ضروری ہے کہ ان سے پوری طرح انہیں آگاہ کر دیا جائے۔ آپ یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ جب ان پر معاملہ واضح ہو جائے گا تو ان میں سے وہی ان کے ساتھ رہے گا جو ان کے ہمراہ موت کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہو گا۔

ایک گروہ نے حضرت حسینؓ سے کہا۔ ہم نے آپ کی اور آپ کے بھائی حسنؓ کی رائے جان لی ہے تو آپ نے فرمایا۔

"انی لا رجوان یعطی اللہ اخی علی نیتہ فی حب الکف وان یعطینی علی نیتی فی جہاد الظالمین. (۴۶)

مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو ان کی اس نیت کا بدلہ عطا فرمائے گا جو جنگ سے باز رہنے اور مسلمانوں کی آپس کی خون ریزی کو روکنے کی محبت کے پیش نظر تھی اور مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ظالموں سے جہاد کرنے کی جو میری نیت ہے اس کا بدلہ مجھے بھی عطا فرمائیں گے۔ اب حضرت امام حسینؓ کے ساتھ شیعان اہل بیت میں سے صرف ستر آدمی باقی رہ گئے۔

نیز آپ کے ساتھ جو کچھ فتنہ پرداز لوگ ملے ہوئے تھے وہ اپنی یقینی موت سے نجات پانے کے لئے ابن زیاد کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ حضرت امام حسینؓ اور آپ کے ساتھی جہاں سے وہ آئے تھے وہاں واپس جانے کے ارادہ سے اپنی سواریوں پر سوار ہوئے تو حر آڑے آیا اور امام حسینؓ سے کہنے لگا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں جب تک آپ کو کوفہ میں نہ لاؤں۔ لہذا آپ اس راہ پر چل نکلیں۔ جو نہ تو اس وقت تک آپ کو کوفہ لے جاتے اور نہ ہی آپ مدینہ شریف پہنچ سکیں جب تک کہ میں اس بارے میں زیاد کو نہ لکھوں اور آپ بھی اس بارے یزید اور ابن زیاد دونوں کو لکھیں امید ہے اللہ تعالیٰ کوئی ایسی صورت پیدا فرمادے جو آپ کے معاملہ میں جس امتحان میں میں متبلا ہو چکا ہوں اس سے مجھے نجات و عافیت عطا فرمائے۔ چنانچہ حضرت امام حسینؓ نے قادسیہ کی راہ لے لی۔ حر واپس جانے سے آپ کو روکنے کی غرض سے آپ کے قدم بقدم چل رہا تھا۔

تین محرم بروز جمعہ سنہ ۶۱ ھ کو عمر بن سعد بن ابی وقاص چار ہزار سواروں کی معیت میں کوفہ سے آیا...... اس لشکر کا بڑا حصہ وہ لوگ تھے جو حضرت امام حسینؓ کو دعوت نامہ بھیجتے رہے تھے اور انہوں نے غائبانہ آپ کی بیعت بھی کر لی تھی۔ چنانچہ عمر نے استفسار کرنے کے لئے حضرت حسینؓ کے پاس اپنا ایلچی بھیجا کہ وہ جا کر ان سے یہ معلوم کرے کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ مجھے تمہارے شہر کے لوگوں نے خطوط لکھے ہیں کہ میں ان کے ہاں آ جاؤں۔ چنانچہ ان کی اس دعوت کے پیش نظر میں یہاں آ گیا ہوں۔ اب اگر تمہیں یہ ناپسند ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ اس بارے عمر نے ابن زیاد کو لکھا۔ ابن زیاد نے جواب میں اسے لکھا کہ وہ یزید کی بیعت کی انہیں پیشکش کریں۔ اگر بیعت کر لیں تو فبہا (ہماری تو ان کے بارے میں بس یہی ایک رائے ہے) ورنہ ان پر اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیا جائے۔ اس کے حکم پر اس نے پانی کی طرف جانے والا راستہ حضرت حسینؓ پر بند کر دیا۔ یہ حضرت حسینؓ کی شہادت سے تین دن پہلے کا واقعہ ہے۔ اس موقع پر عمر بن سعد اور حضرت حسینؓ میں کئی دفعہ گفتگو بھی ہوئی۔ عمر نے ابن زیاد کو لکھا۔

اما بعد، فان الله اطفاء الثائرة و جمع الكلمة وقد اعطانى الحسين عهدا ان

یرجع الی المکان الذی اتی منه او ان تصیره الی ثغر عن الثغور اویاتی یزید فیضع یده فی یده و فی هذا لکم رضا و للامة صلاح فارسل ابن زیاد شمر بن ذی الجوشن الی عمر بکتاب یسال فیه الطلب من الحسین ان ینزل علی حکم ابن زیاد و آن یبعث بهم الیه فا ابوا' قاتلهم' وقال زیاده لشمر ان فعل عمر بن سعدما امره فاسمع له واطع و ان ابی فانت الا میر واضرب عنقه.

امابعد بے شک اللہ تعالیٰ نے شر وفساد کا خاتمہ کر دیا ہے' اور ہمارے درمیان اتفاق رائے ہو گیا ہے حضرت حسینؓ نے میرے ساتھ عہد کیا ہے کہ وہ جس جگہ سے آئے ہیں وہاں واپس چلے جائیں گے یا اسلامی حکومت کی سرحدات میں سے انہیں کسی سرحد پر بھیج دیا جائے یا وہ یزید کے پاس جانے کو تیار رہیں تا کہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیں اس میں تمہارے لئے خوشی اور امت کی بہتری ہے۔ ابن زیاد نے شمر ذی الجوشن کو عمر کی طرف ایک خط دے کر بھیجا اور اس میں اسے یہ لکھا کہ وہ امام حسین سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ ابن زیاد کے حکم کو مان لیں اگر ایسا ہو تو انہیں ان کی طرف بھیجے اور اگر وہ انکار کریں تو ان سے جنگ کرے' زیاد نے شمر سے یہ بھی کہا۔ کہ اگر عمر اس کے حکم کے مطابق عمل کرے تو اس کی بات بھی سنئے اور اس کی اطاعت بھی کیجئے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو امیر لشکر ہے اور اس کی گردن ماردی جائے اس کے ساتھ ساتھ عمر بن سعد کی طرف یہ بھی لکھا۔ **بانی لم ابعثک الی الحسین لتکف عنه ولالتمنیه ولا لتطاوله ولا لتقعد له' عندی شافعا'** میں نے تمہیں حضرت حسین کی طرف اس لئے نہیں بھیجا کہ تو ان سے جنگ کرنے سے باز رہے یا انہیں امیدیں دلاتا رہے یا انہیں مہلت دے یا میرے ہاں ان کا سفارشی بنے' دیکھئے اگر حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھی میرا حکم مان لیں تو انہیں میرے پاس بھیج دیجئے اور اگر انکار کریں تو ان سے جنگ کیجئے' یہاں تک کہ تو انہیں قتل کر دے اور ان کے جسم کے ٹکڑے اڑادے کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں' اگر امام حسین قتل کر دیئے جائیں تو ان کے سینے اور پیٹھ پر گھوڑے دوڑائیے وہ نافرمانی کرنے والے' مخالفت کرنے والے' قطع تعلق کرنے اور ظالم ہیں۔ اگر تو ہمارے اس حکم کو نافذ کرے تو ہم تمہیں وہ بدلہ دیں گے جو ایک مطیع اور فرمانبردار کو دیا جاتا ہے اور اگر انکار کرے تو ہمارے لشکر سے نکل جا اور لشکر کی باگ ڈور شمر کے حوالے کر دے۔ جب اسے خط ملا تو اس نے لشکر کو تیاری کا حکم دے دیا' یہ صورتحال نماز عصر کے بعد رونما ہوئی اور امام حسینؓ کو ابن زیاد کے حکم سے آگاہ کر دیا گیا۔ حضرت حسینؓ نے صبح تک مہلت چاہی۔ جب شام ہوئی تو حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھی اٹھے۔ ساری رات نماز پڑھتے رہے' اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے رہے' دعائیں کرتے رہے اور اللہ کے حضور عجز و نیاز کرتے رہے۔ جب عمر

ہفتہ کے دن صبح کی نماز پڑھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ جمعہ کا اور عاشورہ کا دن تھا۔ تو لڑائی چھڑ گئی فریقین ایک دوسرے سے برسر پیکار ہو گئے چنانچہ ہر طرف سے امام حسینؓ کا گھیراؤ کر لیا گیا۔ حضرت حسینؓ بے با آواز بلند کہا۔

یا اهل الكوفة مار ایت اغذر منکم قبحا لكم و تعسالكم' الويل ثم الويل استر ختمونا فاتيناكم واسرعتم الى بيعتنا سرعة الذباب ولما آتينا كم تها تفتم تهافت الفراش و سللتم علينا سيوف اعدائنا من غير عدل افشوه فيكم' ولا ذنب منا كان اليكم' الا لعنته الله على الظالمين.

اے اہل کوفہ میں نے تم سے بڑھ کر کوئی غدار نہیں دیکھا' تمہاری برائی ہو' تمہاری بربادی ہو' تمہاری خرابی در خرابی ہو۔ تم نے ہم سے مدد چاہی۔ ہم تمہارے پاس آ گئے' تم نے ہماری بیعت کرنے میں ایسی جلدی کی جیسے پتنگے آگ پر پلٹ پڑتے ہیں نا انصافی کا ارتکاب کرتے ہو ہمارے دشمنوں کی تلواریں ہم پر تان لیں۔ یہ نا انصافی تمہاری رگ و پے میں سمائی ہوئی ہے، ہم نے کوئی گناہ نہیں کیا' سنو ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہ کہہ کر آپ نے ان پر حملہ کر دیا' ظہر تک لڑائی جاری رہی۔ آپ نے نماز ظہر ادا کی۔ نماز ظہر کے بعد دوبارہ لڑائی شروع ہوئی آپ کے اکثر ساتھی شہید کر دیئے گئے۔ آپ کے آگے آگے یزید بن الحارث نے لڑائی کی یہاں تک کہ شہید کر دیئے گئے۔ اسی طرح عمر بن سعد کے لشکر میں حر بن زیاد الریاحی تھے وہ امام حسینؓ کی طرف آ گئے اور پکارے اے رسول اللہ کے بیٹے میں آپ کے خلاف بغاوت کرنے والا پہلا شخص تھا مگر اب آپ کے گروہ میں شامل ہو گیا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ کے نانا پاک کی شفاعت مجھے نصیب ہوگا یہ کہہ کر آپ کے آگے جنگ کی اور شہید ہو گئے۔ اب حضرت حسینؓ اکیلے رہ گئے آپ ان سے لڑائی کرتے رہے۔ حتیٰ کہ زخموں سے آپ کو نڈھال کر دیا گیا۔ پاس آپ پر غالب آ گئی۔ آپ زمین پر جا گرے۔ قبیلہ کندہ کے ایک شخص نے آپ کے سر پر تلوار ماری۔ اسے زخمی کر دیا۔ آپ نے اپنا خون مبارک ہاتھ میں لیا اور اسے زمین پر انڈیل دیا اور عرض کی **اللهم ان كنت حبست النصر عنا من السماء فاجعل ذالک لما هو خير لنا و انتقم من هو لاء الظالمين.**

اے اللہ اگر آسمان سے تو نے ہماری مدد روک دی ہے تو پھر اسے ہماری کسی بہتری میں لگا دے اور ان ظالموں سے انتقام لے۔ اب آپ کی پیاس حد سے بڑھ گئی۔ پانی پینے کے لئے آگے بڑھے۔ حصین بن تمیم نے انہیں تیر مارا جو آپ کے منہ مبارک میں لگا۔ خون آپ کے ہاتھوں پر آ گرا۔ آپ نے فرمایا۔ **اللهم اقتل حصينا عطشا** ۔ (اے اللہ حصین کو پیاسا مار"

علامہ الاجہوری کہتے ہیں۔ کہ وہ پیٹ کی گرمی اور پشت کی سردی میں مبتلا کر دیا گیا۔ اس کے آگے برف اور پنکھار کھا جاتا اور پیٹھ کے پیچھے بھٹی رکھی جاتی وہ بیک وقت گرمی' پیاس اور ٹھنڈک کی شکایت کرتا اور چلاتا۔ اس کے لئے پانی اور دودھ لایا جاتا۔ اسے پیتا مگر سیراب نہ ہوتا۔ حتیٰ کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور حضرت حسینؓ کی وفات کے چند دن بعد مر گیا۔ زخموں کے باعث جب اٹھنے کی طاقت آپ میں نہ رہی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر عرض کی۔ "اللھم انی اشکو الیک ما یصنع بابن بنت نبیک اللھم احصھم عددا' واقتلھم بددا' ولا تبق منم آحدا" اے اللہ تیرے نبی کی بیٹی کے بیٹے کے ساتھ جو کچھ کیا گیا ہے میں اس کی تیرے حضور شکایت کرتا ہوں۔ اے اللہ تو انہیں گن گن کر اور ایک ایک کر کے مار دے اور ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہ چھوڑ اب لوگ حضرت حسین کے قتل سے کترانے لگے۔ ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ یہ کام اس کی بجائے دوسرا کرے۔ اتنے میں شمر بن ذی الجوشن نے آواز لگائی' خرابی ہو تمہاری' تم کا ہے کا انتظار کر رہے ہو' انہیں قتل کر دو' تمہاری ماں تمہیں روئے' چنانچہ ہر طرف سے انہوں نے آپ پر حملہ کر دیا' صرعتہ بن شریک تمیمی نے آپ کی بائیں ہتھیلی پر تلوار ماری' پھر سنان بن انس النخعی نے اسی حالت میں آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کو نیزہ مارا۔ بعد ازاں شمر بن ذی الجوشن آپ پر پلٹ پڑا اور آپ کو ذبح کر دیا۔ اس کام میں قبیلہ حمیر کے خولی بن یزید نے اس کی مدد کی۔ اس نے آپ کا سر تن سے جدا کر دیا اور اسے عبید اللہ بن زیاد کے پاس لایا اور یہ شعر پڑھے۔

اوقر رکابی فضتہ و ذھبا
انی قتلت الملک المحجبا
قتلت خیر الناس اما وابا
وخیر ھم اذینسبون نسبا

میری خرگین سونے چاندی سے بھر دیجئے۔ میں نے پردہ پوش بادشاہ کو قتل کر دیا ہے۔
میں نے تمام لوگوں میں سے ماں اور باپ کے لحاظ سے بہتر کو قتل کیا ہے اور جب لوگ نسب بیان کرنے بیٹھیں تو نسب و خاندان کے لحاظ سے ان سب سے بہتر کو قتل کیا ہے۔

شمر نے حضرت حسینؓ کے جسم مبارک پر جو ہتھیار وغیرہ تھے۔ سب اتار لئے بعد ازاں لوگوں نے آپ کی قیام گاہ پر حملہ کر دیا' آپ کا ساز و سامان اور جو کچھ خواتین نے زیورات وغیرہ پہنے ہوئے تھے' سب لوٹ لئے' اپنے گھوڑوں کے سموں کے ساتھ حضرت حسینؓ کے جسم مبارک کو روند ڈالا اور ابن زیاد کے حکم کے مطابق آپ کا سینہ اور پیٹھ مبارک پامال کر دیئے۔ حضرت حسین

کے ساتھیوں میں سے بہتر آدمی شہید ہوئے اور عمر بن سعد کی فوج کے اٹھاسی (۸۸) آدمی قتل ہوئے۔ زخمیوں کی تعداد ان کے علاوہ تھی۔ سر مبارک ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ جب اس کے سامنے رکھا گیا تو وہ اپنی چھڑی کے ساتھ آپ کے اگلے دانتوں پر مارنے لگا اور اس کو آپ کی ناک مبارک میں داخل کر دیا۔ حضرت انس بن مالک وہاں موجود تھے یہ منظر دیکھ کر بہت روئے (جیسا کہ ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے) زید بن ارقم نے ابن زیاد سے کہا' اپنی چھڑی اٹھالے خدا کی قسم میں نے جناب رسول اللہ کو ہمیشہ ان دونوں ہونٹوں کی درمیانی جگہ پر بوسہ دیتے دیکھا ہے زید رونے لگے۔ ابن زیاد نے ان کے ساتھ سختی سے پیش آیا' زید اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ فرمارہے تھے اے لوگو' آج سے تم غلام ہو گئے ہو۔ تم نے ابن فاطمۃ کو قتل کر دیا ہے اور ابن مرجانۃ کو اپنا حاکم بنالیا ہے۔ بخدا تمہارے بہتر قتل کر دیئے جائیں گے اور تمہارے برے غلام بنائے جائیں گے۔ لعنت اس پر جو ذلت و عار پر راضی ہو۔ پھر آپ ابن زیاد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ میں نے جناب رسول اللہ کو دیکھا کہ آپ نے دائیں ران پر حضرت حسنؓ کو اور بائیں پر حضرت حسینؓ کو بٹھایا پھر ان دونوں کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔

"اللھم انی استودعک ایاھما و صالح المومنین"

"اے اللہ میں ان دونوں اور نیک مومنوں کو تیرے سپرد کرتا ہوں" تیرے نزدیک اے ابن زیاد جناب نبی کریم کی امانت کی کیا حیثیت ہے ابن زیادہ غصہ میں آ گیا اور ان کے قتل کا ارادہ کیا اور کہنے لگا۔

"لو لا انک شیخ قدخرفت لضربت عنقک"

"اگر تو بوڑھا نہ ہوتا جس کا عقل چل گیا ہے تو میں تیری گردن ماردیتا" بعد ازاں چنانچہ اس نے حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک مع خواتین اہل خانہ اور دیگر بچے کچھے افراد کو یزید کی طرف بھجوا دیا۔ یزید نے جب یہ منظر دیکھا تو ظاہراً اپنے رنج و غم اور ندامت کا اظہار کیا اور کہنے لگا "کنت ارضی من طاعتکم بدون قتل الحسین' لعن اللہ ابن سمیۃ' اما و اللہ لو افی صاحبہ لعفوت عنہ و رحم اللہ الحسین"

میں بغیر قتل حسین کے بھی تمہاری اطاعت پر راضی ہو سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ابن سمیۃ پر لعنت کرے۔ سنو بخدا اگر میں ان کے ساتھ ہوتا تو میں ان کو معاف کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ حسین پر رحم کرے۔

ابن تیمیہ اور دیگر ائمہ نے کہا ہے۔ کہ حضرت امام حسینؓ کا سر کوفہ میں ابن زیاد کے پاس بھیجا گیا۔ وہ اپنی چھڑی حضرت امام حسین کے اگلے دانتوں پر مارنے لگا۔ اور ایک لکڑی پر لٹکا کر شہر کوفہ میں آپ کے سر مبارک کو پھرایا گیا' عمر بن سعد حضرت امام حسین کی صاحبزادیوں بہنوں

اور دیگر بچوں کو ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ علی بن الحسین بھی ساتھ تھے اس وقت وہ مریض تھے۔
الشبر اوی الشافعی نے اپنی کتاب "الاتحاف" میں لکھا ہے کہ ابن زیاد نے حضرت امام حسین کا سر مبارک بچوں اور عورتوں کے ہمراہ اونٹوں کے پالانوں پر رکھ کر یزید کے پاس بھجوایا۔

السید المہو دی نے "**جواھر العقدین**" میں یوں لکھا ہے۔

بعض علماء نے ان لوگوں پر جنہوں نے حضرت حسینؓ کو قتل کیا یا ان کے قتل کا حکم دیا۔ یا اجازت دی یا بغیر یقین کے ان کے قتل پر راضی ہوئے۔ لعنت بھیجنے کی اجازت دی ہے' میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے قتل حسین کا بدلہ لے لیا یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد یزید کی حکومت زیادہ دیر نہ چل سکی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد سے حکومت چھین لی اور مختار بن ابی عبید الثقفی کو قاتلین حسین پر مسلط کر دیا۔ اس نے عبید اللہ بن زیاد اور عمر بن سعد بن ابی وقاص دونوں کو قتل کر دیا' اور قاتلین حسینؓ کا اس حد تک پیچھا کیا کہ انہیں نیست و نابود کر کے دم لیا۔ اللہ تعالیٰ امام بصری سے ان کے اس قول کی وجہ سے راضی ہو۔ کیا ہی خوب بات کہی۔ **لو کنت مع قتلة الحسین او مع من رضی بقتلہ ما دخلت الجنة حیاء من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خوفا من نظرہ الی بعین الغضب**"

اگر میں قاتلین حسین یا جو کوئی ان کے قتل پر راضی ہوا کے ساتھ ہوتا تو میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم کے باعث اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میری طرف غیظ و غضب کی نظر سے دیکھنے کے خوف سے جنت میں جانا گوارا بھی نہ کرتا اگر یزید جب اس کو مؤقف حسینؓ اور ان کے کوفہ تشریف آوری کا پتہ چل گیا تھا' ان کی جناب رسول اللہ سے اور جوان کے اور ان کے بھائی کے بارے میں احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں۔ اور امت جو ان سے محبت رکھتی ہے اس کو یاد کیا ہوتا اور اگر اس نے اس معاملہ کا بروقت تدارک کر لیا ہوتا اور فوری طور پر ان کے ساتھ جنگ کرنے سے باز رہنے' اور جو ان کے ساتھ ان کے خاندان کے لوگ اور دیگر جانثار تھے (اللہ تعالیٰ سب سے راضی ہو) لازمی طور پر ان کی حفاظت کا حکم دیا ہوتا تو یقیناً یہ مصیبت عظیمہ اس امت سے ٹل گئی ہوتی اور اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کی عزت اس کے حصے میں آ جاتی۔ اور اگر ابن زیاد نے حضرت امام حسینؓ کا یہ مطالبہ مان لیا ہوتا جب انہوں نے اس سے یہ پیشکش کی تھی کہ وہ جہاں سے آئے ہیں وہاں واپس چلے جائیں یا یزید کے پاس دمشق چلے جائیں اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیں تو یقیناً یہ مصیبت وقوع پذیر نہ ہوئی ہوتی مگر تقدیر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم ہے' اس کے آگے کس کا بس چلتا ہے؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے' جنت کے نوجوانوں کے دو سرداروں میں سے ایک سردار' ان کے بڑے علماء

میں سے ایک عالم اور ان کے ساتھ ان کے جو ساتھی جام شہادت نوش فرما گئے ان کا ہمیں بے حد رنج وغم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو یہ بلاشبہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو عہد کیا تھا اسے پورا کر دکھایا۔ حضرت حسینؓ یہ عقیدہ لے کر اپنے گھر سے نکلے تھے کہ وہ حق پر ہیں۔ آپ نے اکثریت کو دیکھا کہ انہوں نے خون ریزی سے بچنے کی خاطر یزید کی بیعت کر لی تھی۔ ان میں سے ہر ایک عظیم المرتبت تھا اور مجتہد تھا اور جو راہ بھی انہوں نے اپنائی اس میں وہ راہ راست پر تھے' اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں ایک حکمت ہوتی ہے اس کا ایک فیصلہ ہوتا ہے جو اس نے نافذ فرما دیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ خلافت اہل بیت کے پاس نہ رہے یہ محض ان پر رحمت اور ان کی عزتوں کو بچانے کی خاطر تھا اور جور وظلم کی راہوں کو اپنانے سے انہیں باز رکھنا تھا کیونکہ حکومت اس وقت تک کسی کو بھی راس نہیں آ سکتی جب تک اس میں ظلم کی آمیزش نہ ہو صرف ایک نادر مثال شیخینؓ کی رعیت کی ہے جو ہر قسم کے جور و ظلم سے محفوظ رہی۔ اہل بیت ایسی رعیت کیسے پا سکتے تھے جیسی حضرت ابوبکر و عمرؓ کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب معاملہ حضرت عثمانؓ تک پہنچا تو جو فتنہ بپا ہوا وہ محتاج بیان نہیں اور جو اس کے بعد فتنے واقع ہوئے وہ اس سے بھی بہت بڑے تھے اور ان فتنوں کی انتہا قتل حسینؓ نہیں تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا اور اس میں ہمیشہ رہنے کی پیشکش کی گئی۔ مگر آپ ﷺ نے اس کو ٹھکراتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو اس پر ترجیح دی اور اسے پسند فرمایا۔ آپؐ نے فرشتہ رسول ہونے سے انکار کر دیا بلکہ اس بات کو ترجیح دی کہ آپ ﷺ کے بندے ہو کر اس کے رسول ہوں اگر پیٹ بھر کھانا کھائیں تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بجا لائیں' اور اگر بھوکے ہوں تو اس پر اللہ تعالیٰ کی رضاء کی خاطر صبر کریں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ "**و توفی و مافی بیته شی یا کله ذو کبد الاشطر شعیر فی رف لی**"

جناب رسول اللہ ﷺ کا جب وصال ہوا تو اس وقت حال یہ تھا کہ آپ ﷺ کے دولت کدہ میں کسی ذی روح کے لئے کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ سوائے مٹھی بھر جو کے جو میری الماری کے رخنہ میں رکھے تھے" (۴۷) سبحان اللہ۔

حضرت حسینؓ کے قتل کا جرم بہت ہی بڑا' بہت ہی برا اور حد درجہ قبیح تھا۔ قریب تھا کہ اس کے لئے آسمان پھٹ جاتا' زمین شق ہو جاتی اور پہاڑ زمین بوس ہو جاتے۔ مگر اس سب کچھ کے باوجود یہ مناسب نہیں کہ یہ چیز ہمیں ماتم پر آمادہ کرے' کینے ہمارے دلوں میں بھڑکا دے' مسلمانوں کی صفوں میں انتشار بپا کر دے' اختلافات کی بنیاد رکھ دے۔ یہ بات اب گزر چکی ہے اور ختم ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی جو تقدیر تھی وہ واقع ہو چکی ہے اور وہ سب کچھ جو آگے بھیجا وہ ادھر پہنچ گیا پس اب اللہ تعالیٰ ہی محاسبہ کرنے والے اور نیتوں کو جاننے والے ہیں' اللہ تعالیٰ ہی حساب

لینے کے لحاظ سے کفایت کرنے والے ہیں۔

حضرت حسینؓ ہی وہ پہلے آدمی نہیں تھے جنہیں ظلماً قتل کیا گیا بلکہ ان سے پہلے ان کے والد ماجد حضرت علیؓ کو بھی شہید کر دیا گیا تھا حالانکہ وہ خلیفہ راشد تھے' زاہد وعابد تھے۔ بلکہ ان سے بھی پہلے خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ بن عفانؓ کو مظلومیت کے عالم میں شہید کر دیا گیا تھا وہ صبر کرنے والے تھے انہوں نے صحابہ کرام کو صرف اس بناء پر اپنا دفاع کرنے کی اجازت نہیں دی تھی کہ ممکن ہے کہ اس وجہ سے مسلمانوں کے درمیان خون ریزی ہو' بلکہ حضرت عثمانؓ سے بھی پہلے حضرت عمر فاروقؓ کو اس وقت شہید کیا گیا جبکہ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بحیثیت خلیفہ المسلمین لوگوں کو نماز فجر پڑھا رہے تھے آپ حضرت ابوبکرؓ کے بعد ساری امت سے افضل ہیں' اسی طرح ان باغیوں کے ہاتھوں اور ان کے اکسانے پر ہزاروں صحابہ شہید کر دیئے گئے۔ شہید ہونے والوں میں طلحتہ بن عبیداللہ اور زبیر بن العوام جیسے صحابہ بھی شامل تھے جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے اس سے پہلے یہودی اریسیون نے اللہ تعالیٰ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام پر قتل و پھانسی کا فیصلہ صادر کیا تھا اور اس چیز کا ارادہ کیا جو وہ نہ کر سکے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو زندہ حالت میں اسی جسم اور روح کے ساتھ اپنی طرف اٹھالیا اور انہوں نے آپؑ کی بجائے آپ کے ایک دشمن یہودی کو پھانسی پر لٹکا دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کا ہم شکل بنا دیا تھا مگر وہ یہ خیال کر رہے تھے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ علیہ الصلاۃ والسلام کو قتل کر ڈالا ہے اور انہیں پھانسی دے دی ہے۔ اس کا قرآن کریم یوں رد فرماتا ہے' (وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم) (۴۸) نہ ہی انہوں نے اس کا قتل کیا اور نہ ہی پھانسی پر لٹکایا۔ بلکہ ان کے لئے اس کا ایک ہم شکل بنا دیا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے یہودیوں نے بہت سارے انبیاء علیہم السلام کو ظلم وزیادتی کرتے ہوئے شہید کر ڈالا تھا۔ قرآن کریم نے اپنی بہت ساری آیات میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ فرمایا "**اکلما جاء کم رسول بمالا تھوی انفسکم استکبر تم ففریقا کذبتم و فریقا تقتلون**" (۴۹) جب کبھی بھی تمہارے پاس کوئی رسول تشریف لائے جن کو تم نہیں چاہتے تھے تو تم نے تکبر کیا ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک کو قتل کر دیا۔

اگر فرعون سے ہوسکتا کہ اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو قتل کر دے تو ضرور کر دیتا پہلی امتوں کے کتنے ہی زیادہ مومن قتل کر دیئے گئے۔ جیسا کہ سورۃ "یٰسین" میں گاؤں والوں کے قصہ میں بیان ہوا ہے اور جیسا کہ کھائی والوں کے قصہ میں ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

النار ذات الوقود اذھم علیھا قعود' و ھم علی ما یفعلون بالمومنین شھود و ما نقموا منم الاان یومنو باللہ العزیز الحمید" (۵۰)

(جناب نبی کریم نے ایک قوم کا حال یوں بیان فرمایا ہے) ''قسم آسمان کی جس کے برج ہیں اور اس دن کی جو گواہ ہے اور اس دن کی جس میں حاضر ہوتے ہیں کھائی والوں پر لعنت ہو۔ اس بھڑکتی آگ والے جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے اور وہ خود گواہ ہیں جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اور انہیں مسلمانوں کا کیا برا لگا یہی نہ کہ وہ ایمان لائے۔ اللہ عزت والے سب خوبیوں والے پر'' جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کا حال یوں بیان فرمایا ہے۔

''قد كان من قبلكم يوخذ الرجل فيحفر له فى الارض فيجعل فيها ثم يوتى بالمنشار فيوضع على راسه فيجعل نصفين و يمشط بامشاط الحديد مادون لحمده و عظمه وما يصده ذلك عن دينه'' (۵۱)

تم سے پہلے جو لوگ تھے ان کا یہ حال تھا کہ ایک آدمی کو پکڑ لیا جاتا' زمین میں اس کے لئے گڑھا کھود کر' اس میں اسے ڈال دیا جاتا پھر آری لائی جاتی' اس کے سر پر رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے' اس کے گوشت اور ہڈیوں پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتیں۔ مگر یہ سارا کچھ بھی اسے اپنے دین سے باز نہ رکھ سکتا۔ ایسے ہی یہ زندگی حق و باطل' ایمان و کفر اور نفاق کے درمیان ایک دائمی کشمکش کا نام ہے اس کا مقصد صرف بعض کے ذریعے بعض کا امتحان لینا اور یہ مشاہدہ فرمانا ہے کہ وہ کیسے عمل کرتے ہیں۔

کچھ روایات ایسی بھی ہیں جو حضرت حسین کی شہادت کا واقعہ مختلف رنگوں میں بیان کرتی ہیں۔ ان سب روایات کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔ کہ لوگوں میں سے زیادہ تر لوگ جنہوں نے حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں سے جنگ کی وہ انہیں مذکورہ بالا لوگوں میں سے تھے یا ایسے دنیا پرست لوگوں سے ان کا تعلق تھا جو احمق اور فریب خوردہ ہوتے ہیں۔ عمر بن سعد نے حضرت امام حسین کا مطالبہ مان لیا تھا اور اس بارے میں عبیداللہ ابن زیاد کو بھی لکھ دیا تھا۔ اور یہ ارادہ بھی کر لیا تھا کہ انہیں یزید کے پاس بھجوا دے مگر شمر بن ذی الجوشن آڑے آیا اس نے ابن زیاد سے کہا۔ نہیں ہرگز نہیں' جب تک وہ تیرا حکم نہ مانیں انہیں یزید کے پاس نہیں بھیجنا چاہئے۔ چنانچہ اس نے حضرت امام حسین کو یہ پیغام بھجوا دیا۔ مگر انہوں نے فرمایا۔ میں بخدا ہرگز ایسا نہیں کروں گا' عمر نے ان کے ساتھ جنگ کرنے میں تاخیر کی' عمر بن سعد کے ساتھ کوفہ کے تقریباً تیس بڑے بڑے آدمی تھے۔ انہوں نے اس سے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کا بیٹا تم پر تین باتیں پیش کرتا ہے تم ان میں کوئی بھی قبول نہیں کرتے یہ کہہ کر وہ حضرت حسینؓ کے ساتھ ہو گئے اور ان کی معیت میں ان کے دشمن سے جنگ کرنے لگے۔ (۵۲) اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ذی الجوشن ہی ان بانیان فتنہ کا سرکردہ تھا۔ جو قتل حسین پر بڑا حرص رکھتے تھے۔ یہی وہ شخص ہے جس

نے لڑائی برپا کی۔ یہی وہ ہے جو قتل حسین پر لوگوں کو برانگیختہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی منشا پوری ہوئی اس پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور ایسے ہی ان لوگوں پر بھی لعنت ہو جو قتل حسین میں شریک ہوئے۔ بلاشبہ ہم ابو عبداللہ الحسین کو ان شہداء میں شمار کرتے ہیں۔ جنہیں اپنے رب تعالیٰ کے ہاں سے رزق دیا جاتا ہے۔ "وانا لله وانا اليه راجعون"

جو کچھ گزر چکا وہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ اسے حصول عبرت کے لئے پڑھا جاتا ہے۔ اس پر کسی کا بس نہیں نہ ہی اسے کوئی بدلنے والا ہے۔ جس کا ہونا اللہ تعالیٰ نے مقدر فرما دیا ہے اسے رد کرنے کی کوئی بھی طاقت نہیں رکھ سکتا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے ہے اور جس کا واقع ہونا اس کے علم میں گزر چکا وہ عنقریب واقع ہو کر رہے گا۔ اگر اللہ چاہتا تو وہ یہ نہ کر سکتے "فانا لله وانا اليه راجعون" اس معاملہ میں ہمیں اللہ سے ڈرنا چاہئے۔ ہمارے اندر صدق ایمان ہونا چاہئے اور اپنے سارے معاملات اللہ تعالیٰ کو سپرد کرنے کے آداب ملحوظ خاطر رکھنے چاہیں جو ہمیں اللہ کی قضاء وقدر پر راضی رہنے والے بنا دیں اور یہ یقین ہمارے اندر پیدا کر دیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے بندے جن باتوں میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائیں گے۔ اگر اللہ چاہتے تو کوئی چیز بھی جو اللہ تعالیٰ کو اور مومنین کو پسند ہے اس کے خلاف واقع نہ ہوتی، بے شک وہ علم والا اور حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت حسینؓ پر رحم کرے جو ہمیشہ رہنے والے شہداء میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر بھی رحم کرے جنہوں نے اس حق کا دفاع کرتے ہوئے جس کے حق ہونے کا انہیں یقین کامل تھا ان کے ہمراہ جام شہادت نوش کیا۔ اور اللہ تعالیٰ و ماضی و حال اور قیامت تک کے تمام مسلم شہداء پر رحم کرے۔ بے شک قافلہ شہداء کبھی بھی نہیں تھمے گا یہاں تک کہ اس امت کا آخری آدمی دجال کے ساتھ جنگ کرے گا۔ اور اس کے ہاتھوں شہید ہوگا۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمانوں سے اتریں گے۔

تلك امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسالون عما كانوا يعلمون یہ امت ہے جو گزر چکی ہے ان کے لئے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا جو وہ عمل کرتے تھے اس کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا۔

یہ ہے حضرت حسینؓ کا قصہ شہادت جو ہم نے تاریخ کی کتابوں سے اخذ کیا ہے اور ان روایات سے لیا ہے جو دل کو مطمئن کرنے والی ہیں کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہمیں ان روایات سے یہ قصہ اخذ کرنے پر مجبور کرے جن کا جھوٹ پر مبنی ہونا، عقل، عرف اور دین کے ساتھ موازنہ کرتے وقت نمایاں ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی چیز کے پیچھے پڑنے سے منع فرمایا ہے

جس کا ہمیں علم نہ ہو چنانچہ ارشاد باری ہے۔ "ولا تقف مالیس لک به علم' ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنه مسئولا"۔

تو اس چیز کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں' بے شک کان' آنکھ اور دل ان سب سے اس بارے سوال کیا جائے گا۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ضروری قرار دیا تھا کہ ہم اپنے تمام معاملات ایمان کے ترازو میں تولیں' ایسا ایمان جو تمام مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن اور اپنی ذات کے ساتھ بھی نیک گمان پر آمادہ کرتا ہے۔ جب ام المومنین الطاہرۃ الفاضلۃ کے ساتھ حادثہ افک پیش آیا تو لوگ اس میں کھو گئے' کچھ تو اس قصہ کی تصدیق کرنے والے تھے اور کچھ تکذیب۔ بعض مومن مردوں اور بعض مومن عورتوں نے بہتر گمان کیا اور کہنے لگے کہ یہ تو کھلا بہتان ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی۔

حضرت ابوایوب انصاری اپنی زوجہ سے پوچھنے لگے۔

یہ جو کچھ ہو رہا ہے' کیا تم اس میں غور نہیں کرتیں؟

انہوں نے کیا ہی عمدہ جواب دیا۔ کہنے لگیں اگر تم صفوان کی جگہ ہوتے تو کیا تم جناب رسول اللہ کی حرمت کے بارے ایسا گمان کرتے' انہوں نے کہا' ہرگز نہیں۔ اس پر انہوں نے کہا اگر میں بھی عائشہ کی جگہ ہوتی تو میں جناب رسول اللہ کے ساتھ ایسی خیانت نہ کرتی۔ عائشہ تو مجھ سے بہتر ہیں اور صفوان تم سے بہتر ہے یہ اور ان کے بعد آنے والی آیات مومنین کے لئے یہ لازم قرار دیتی ہیں کہ وہ خبریں جو خود غرض لوگ عموماً گھڑتے رہتے ہیں اور وہ مومنین تک پہنچتی رہتیں ہیں انہیں عقل کے ترازو میں رکھ کر تولیں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا اور بلا سوچے سمجھے ان پر یقین کر لیا۔ تو وہ بھی گویا انہیں یا وہ گو لوگوں میں سے ہو گئے اور فضولیات میں پڑ گئے اور انہوں نے ایسی خبروں کی تصدیق کر دی جو غیر یقینی تھیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر درج ذیل آیت انہیں اس دردناک عذاب کی خبر سنا رہی ہے۔

"لمسکم فیما افضتم فیه عذاب عظیم" (۵۳)

جس چیز میں تم پڑ گئے عنقریب تمہیں عذاب عظیم آلیتا۔

اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ بے شک وہ لوگ جنہوں نے حضرت امام حسینؓ اور ان کے روشن جبینوں اور چمکتے دمکتے چہروں والے' نیک اعمال بابرکت ساتھیوں اور پاکباز اہل بیت کو تہ تیغ کیا وہ فی الحقیقت یہی فتنہ پرداز لوگ تھے۔ جو ظاہراً تو اسلام کے دعویدار تھے مگر باطن میں کفر رکھتے تھے۔ یہ لوگ اسلام اور اہل اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے۔

حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے واقعہ کے بارے میں اپنی گفتگو کی ابتداء میں ہم ان لوگوں کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔ اس وقت ہم شہادت عثمانؓ پر تبصرہ کر رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے والے سبائی تھے۔ جنہوں نے خفیہ طور پر مصر' کوفہ اور بصرہ کے عوام اور احمق لوگوں کو بھڑ کا دیا تھا۔

پھر ایک مقررہ وقت پر مدینہ منورہ آئے اور حضرت عثمان کے نام پر جھوٹے موٹے خط گھڑ لئے اور اتنی شیر انگیزی کی کہ نوبت آپ کی شہادت تک جا پہنچی (۵۴) پھر ان لوگوں نے اپنا اصلی روپ چھپانے اور اسلام کے خلاف اپنے کینوں کی بھڑاس نکالنے کے لئے اہل بیت کی پیروکاری اور ان کی دمسازی کا لبادہ اوڑھ لیا۔ اس طریقہ سے اسلام کے اندر اپنے باطنی عقائد داخل کر دیئے اور اس نوبت تک جا پہنچے کہ کہنے لگے کہ معاذ اللہ حضرت علیؓ ہی اللہ تعالیٰ ہیں' تناسخ' اور حلول جیسے عقائد اور ان سے جو مذاہب منحرفہ' ضالہ پیدا ہوئے' اپنا لئے۔

سر مبارک اور اس کا مدفن

کہا گیا ہے کہ یزید نے حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک آپ کا ساز و سامان اور آپ کے اہل وعیال میں سے جو لوگ زندہ بچ گئے تھے انہیں مدینہ منورہ بھجوا دیا تھا آپ کے سر مبارک کو کفن دیا گیا' اور اپنے بھائی امام حسنؓ کے محل میں والدہ ماجدہ کی قبر کے پاس دفن کر دیا گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی شہادت کے چالیس روز بعد اسے کربلا میں آپ کے جسم مبارک کی طرف لوٹا دیا گیا۔ سر مبارک کے بارے میں اس قسم کی باتوں میں سے کوئی بات بھی پایہ تحقیق کو نہیں پہنچ سکی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یزید نے سر مبارک کو پھانسی پر چڑھانے کے بعد اسے اپنے ہتھیاروں کے گودام میں رکھوا دیا تھا۔ وہاں پڑا رہا۔ حتیٰ کہ جب سلیمان بن عبدالملک والی حکومت بنا تو اس نے اس پر خوشبو لگائی اسے کفن پہنایا' اس پر نماز جنازہ پڑھی' اور دمشق کے قبرستان میں دفن کروا دیا۔ جب تیموری شام میں داخل ہوئے انہوں نے قبر کو کھودا اور سر مبارک نکال لیا۔

مقریزی نے اپنی کتاب "المواعظ والاعتبار فی الخطط والآثار" میں کہا ہے۔

کہ شعبان ۴۹۱ھ میں امیر لشکر افضل اپنے لشکروں کے ساتھ بیت المقدس کی طرف نکلا' عسقلان آیا' وہاں ایک کئی منزلہ مکان تھا۔ اس میں حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک موجود تھا۔ اسے وہاں سے نکالا' اس پر عطر لگایا اور وہاں جو سب سے اعلیٰ گھر تھا اس میں لے گیا۔ عسقلان میں جو مقبرہ تھا جسے بدر الجمالی نامی امیر لشکر نے تعمیر کیا تھا اور اس کے بیٹے افضل نے اس کی تکمیل کی تھی اسے آباد کیا۔ مقریزی کہتے ہیں کہ سر مبارک عسقلان میں موجود رہا۔ یہاں تک کہ اسے

قاہرہ لے جایا گیا۔ وہاں اس کی تشریف آوری جمادی الاخر ۵۴۵ھ میں ہوئی اور ابھی تک یہ سر مبارک اسی جگہ موجود ہے جہاں دفن کیا گیا تھا۔ صلاح الدین ایوبی نے اس جگہ فقہ وحدیث کی تدریس کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ جب معین الدین حسن بن شیخ الشیوخ ابن حمویہ وزیر بنے تو انہوں نے اس مقبرے کی طرف بہت زیادہ توجہ دی۔

قاضی فاضل کے اوصاف کے بیان میں صاحب ''الدر العظیم'' نے یوں لکھا ہے ''من جملة مکارمه بناء المیضاة قریبا من مشهد الحسین بالقاهرة والمسجد والساقیة'' ان کے جملہ اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے قاہرہ میں حضرت امام حسینؓ کے مقبرہ کے قریب ایک وضوخانہ ایک مسجد اور ایک چھوٹی سی نہر تعمیر کروائی۔

''مرشد الزوار'' کے مصنف کہتے ہیں کہ علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک عسقلان میں موجود تھا۔ جب الظاہر الفاطمی کا زمانہ آیا تو سر مبارک کو وہاں سے لے جایا گیا۔ اور یہ ''القصر'' میں رہا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ طلائع بن رزیک نے ''القصر'' تعمیر کیا تھا اور سن ۵۵۵ھ میں سر مبارک اس میں دفن کیا گیا۔ شعرانی نے کہا ہے کہ جب مشرق میں سر مبارک سپرد خاک کیا گیا اور اس پر ایک زمانہ گزر گیا تو وزیر طلائع بن رزیک نے اس کی دیت ادا کی اور تیس ہزار دینار خرچ کئے اور اسے مصر منتقل کیا اور اس پر مشہد شریف تیار کروایا۔

لوگوں کا اس مشہد میں سر مبارک موجود ہونے میں اختلاف ہے بعض نے اس سے انکار کیا ہے بعض نے اس کی تصدیق کی ہے ان کا محض اخبار اور علامات پر ہی اعتماد ہے۔ ہمارے پاس کسی متصل صحیح سند کے ساتھ کوئی ایسی روایت موجود نہیں ہے جو علم و یقین کو واجب اور پختہ کرتی ہو اور دل اس سے مطمئن ہوتے ہوں بہر حال جہاں بھی آپ کا سر مبارک اور جسم اطہر ہو اس کا مقام تو دل اور روحیں ہی ہیں یہ اسرار و ضمائر اور افکار و خیالات میں بستا ہے۔ (واللہ اعلم)

''علی بن الحسین'' زین العابدین'' ۳۸۔۹۴ھ

آپ کی پرورش

آپ حضرت حسینؓ کے پانچ بیٹوں میں سے پانچویں بیٹے تھے۔ کربلاء کے دن آپ اپنے والد ماجد کے ہمراہ موجود تھے۔ ان میں سے تین تو اپنے باپ کے ہمراہ شہید کر دیئے گئے وہ ابو بکر، عبداللہ اور علی اکبر ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے علی کو بچا لیا۔ بخار نے انہیں جنگ میں شرکت کرنے سے روکے رکھا' ان کے ایک بھائی کا نام عمر تھا جو ان سے چھوٹے تھے' کربلا سے واپس آنے کے بعد

ان کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ وہ بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے' صرف حضرت علی بن زین العابدین سے ہی حضرت امام حسینؓ کی نسل پھیلی۔ آپ اپنے دادا کی خلافت کے زمانہ میں کوفہ میں ۳۸ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ کریمہ شہر بانو ایران کے آخری بادشاہ یزدجرد کی بیٹی تھیں۔ انہیں کی پیدائش کے بعد وہ حالت نفاس میں تھیں اور اسی نفاس میں انہوں نے وفات پائی۔ اپنے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری سالوں میں جو واقعات رونما ہوئے اور اپنے چچا حضرت حسنؓ کی خلافت اور جو کچھ اس میں وقوع پذیر ہوا' نیز حضرت معاویہؓ کے حق میں آپ کی خلافت سے دستبرداری کے جو جو واقعات ظاہر ہوئے وہ سارے کے سارے انہوں نے نہیں دیکھے کوفہ میں کچھ زیادہ دیر آپ کا قیام نہیں رہا' بلکہ اپنے والد ماجد' چچا اور اپنے خاندان کے ہمراہ مدینہ منورہ لوٹ آئے جہاں انہوں نے اپنے بچپن کا دوسرا دور اپنا لڑکپن اور جوانی گزاری' جہاں نبوت کے ورثے صحابہ اور تابعین کی نشانیاں' مسجد نبوی شریف' علم کے حلقے اور اہل جنت کے دو سرداروں' اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں یعنی اپنے باپ اور چچا کی نگہداشت و نگرانی انہیں میسر تھی۔ اب یہ نوجوان بہت نیک پرورش پاتا ہے۔ کتاب اللہ کو یاد کرتا ہے' صحابہ کرام سے جو حدیثیں سنتا ہے انہیں روایت کرتا ہے اور علم وفقہ حاصل کرتا ہے۔ یہاں تک علم وتقویٰ کے لحاظ سے تابعین کی نسل کے نوجوانوں میں سے سب سے بہتر نوجوان بن کر ابھرتا ہے نافع بن جبیر سے روایت ہے انہوں نے علی بن الحسین سے کہا "**غفر الله لک انت سید الناس و افضلهم تذهب الی هذا العبد فتجلس معه** یعنی زید بن اسلم۔ **فقال انه ینبغی للعلم ان یتبع حیثما کان**" اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمائیں' تم لوگوں کے سردار اور ان سب سے افضل ہو' تم اپنے ایک غلام کے پاس جا کر بیٹھتے ہو' یعنی زید بن اسلم' فرمایا۔ حصول علم کے لئے ضروری ہے کہ اس کا پیچھا کیا جائے جہاں بھی ہو۔

ان کی قدر ومنزلت اور ان کی محبت

حضرت علی بن الحسینؓ دن بدن علم وفقہ میں ترقی کرتے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کا شمار تابعین کے بڑے بڑے علماء اور فقہاء میں ہونے لگ جاتا ہے جب ان کے والد ماجد کی شہادت ہوئی تو وہ واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ کے ساتھ ان کی قرابت اور ان کے شہید والد ماجد جن کی سوائے ان کے کوئی اولاد باقی نہیں رہی تھی کی یاد سے اپنا تعلق برقرار رکھنے کی خاطر لوگوں کی نظروں میں ان کی عزت وقار اور مودت ومحبت میں اضافہ ہوتا ہی چلا گیا۔

آپ حصول علم کی طرف زیادہ توجہ دینے لگے۔عبادت میں بھی آپ کی مشغولیت اس درجہ بڑھ گئی کہ آپ کا لقب زین العابدین پڑ گیا...... آپ کی کنیت ابوالحسن تھی۔اپنے زمانہ میں حضرت زین العابدین کا جو مقام و مرتبہ تھا اس کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب ہشام بن عبدالملک اپنے بھائی ولید کی خلافت کے زمانہ میں حج کے ارادہ سے مکہ معظّمہ آیا۔اس نے رکن یمانی کو بوسہ دینا چاہا مگر بہت زیادہ بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکا اس کے لئے منبر بچھایا گیا اس پر چڑھ کر وہ بوسہ دے سکا۔اہل شام حلقہ باندھ کر اس کے گرداگرد کھڑے ہو گئے۔اتفاقاً اسی دوران حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے حضرت امام زین العابدین بھی تشریف لے آئے۔لوگوں نے آپ کے احترام واجلال کے پیش نظر آپ کے لئے راستہ کھلا چھوڑ دیا۔آپ خوبصورت لباس زیب تن کئے ہوئے تھے' آپ کی صورت بہت اچھی اور شکل بڑی پیاری تھی' اہل شام نے ہشام سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اس نے کہا میں اسے نہیں جانتا' مشہور شاعر فرزدق وہاں موجود تھا اس نے کہا میں انہیں پہچانتا ہوں۔اور یہ اشعار پڑھنے لگ گیا۔

هذا الذی تعرف البطحاء فطاته
والبیت یعرفه الحل والحرم

هذا ابن خیر عباد الله کلهم
هذا التقی النقی الطاهر العلم

اذا رأته قریش قال قائلها
الی مکارم هذا ینتهی الکرم

یغضی حیاء و یغضی من مهابته
فما یکلم الا حین یبتسم

مشتقه من رسول الله نبعته
طابت عناصر باؤ الخیم والشیم

هذا ابن فاطمة ان کنت جاهله
بجده انبیاء الله قد ختموا

کلتایدیه غیاث عم نفعهما
تستوکفان ولا یعروهما عدم

ماقال لا قط الا فی تشهده
لو لا التشهد کانت لأه نعم

من محشر جهم دین و بغضهم
کفر و قربهم منجی و معتصم
مقدم بعد ذکر اللہ ذکرهم
فی کل حکم و مختوم بہ الکلم

ان عد اهل التقی کانوا ائمتهم
اوقیل من خیر اهل الارض قیل هم
فلیس قولک من هذا بضائره
العرب تعرف من انکرت العجم

یہ وہ ہستی ہے جس کے قدموں کی چھاپ وادئ مکہ بھی پہچانتی ہے، بیت اللہ شریف اور حل و حرم بھی اسے پہچانتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں میں سے بہتر کا بیٹا ہے، یہ پرہیز گار، صاف ستھرا، پاکباز اور سردار ہے۔

جب قریش نے انہیں دیکھا تو ان کا ایک کہنے والا کہنے لگا۔ یہ وہ ہے جس کی خوبیوں پر سب خوبیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

حیاء کی وجہ سے اپنی نظریں نیچی رکھتا ہے مگر اس کی ہیبت کی وجہ سے اس کے آگے نظریں جھکائی جاتی ہیں، اور اس کی ہیبت کی وجہ سے اس سے بات تک بھی نہیں کی جاسکتی مگر صرف اسی وقت جبکہ وہ مسکرا رہا ہو۔ اس کی اصل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اس کے شجرے اور نسب کے سارے عنصر پاکیزہ ہیں۔ ساری خصلتیں اور عادتیں عمدہ ہیں۔

یہ فاطمہؓ کا بیٹا ہے اگر تو اس سے ناواقف ہے تو جان لے۔ اس کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام انبیاء اللہ کی نبوت ختم ہوگئی۔

اس کے دونوں ہاتھ بارش کی طرح سخاوت کرنے والے ہیں ان کا نفع عام ہے، جو ہر ایک کو پہنچتا ہے۔ ان کا فیض دھیرے دھیرے جاری ہے۔ یہ نہ دینے اور نہ ہونے سے واقف نہیں اس نے سوائے تشہد کے کبھی ''لا'' نہیں کہا۔ اگر تشہد نہ ہوتا تو اس کی ''نہیں بھی'' ''ہاں'' ہوتی۔

اس کا تعلق اس گروہ سے ہے جن سے محبت رکھنا ہی دین ہے اور جن سے بغض رکھنا کفر ہے جن کا قرب ذریعہ نجات اور پناہ گاہ ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد ہر حکم میں ان کا ذکر مقدم ہے اور تمام گفتگوؤں اور کلموں کے لئے یہی مہر تصدیق ہیں اگر پرہیز گاروں کا شمار کیا جائے تو یہ ان کے امام ہیں۔ یا یہ پوچھا جائے کہ اہل زمین میں سے سب سے بہتر کون ہیں، تو کہا جاتا ہے کہ یہی لوگ۔

اے ہشام تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہے۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ جس کو تو نہیں جانتا اسے عرب و عجم سب جانتے ہیں۔

کتاب وسنت کے ساتھ آپ کا تمسک

امام زین العابدین جناب نبی کریم جو کتاب وسنت لے کر آئے اور جس پر آپ کے دادا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آپ کے باپ حسینؓ قائم تھے اس پر سختی سے عمل کرنے والے تھے' عقیدہ' عبادت اور عمل کے لحاظ سے ذرہ بھر بھی اس سے نہیں ہٹتے تھے۔ بہت زیادہ دنیا سے کنارہ کش رہنے والے اور پرہیز گار تھے۔ آپ کی پھوپھی اس کثرت عبادت کے سبب جس سے آپ اپنے جسم کو تھکا دیتے تھے آپ پر خوف کھانے لگیں۔ اور آپ کی صحت کے بارے فکر مند ہو گئیں۔ چنانچہ انہوں نے صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت جابر بن عبداللہ کو آپ کے پاس بھیجا تا کہ اس بارے آپ سے گفتگو فرمائیں۔ آپ نے حضرت جابر سے فرمایا۔ میں اپنے والدین کی اقتداء میں ہمیشہ ان کے طریقہ پر چلتا رہوں گا یہاں تک کہ ان سے جا ملوں' شیخین حضرات ابوبکر و عمرؓ اور خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ کے بارے ان کی رائے بہت اچھی تھی' ان سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے' ان کے سارے اعمال و افعال کی بہت قدردانی کیا کرتے تھے تمام صحابہ سے بے حد محبت تھی ۔ جب حُبّ اہل بیت کی آڑ لینے والوں میں سے بعض نے حضرت ابوبکر و عمرؓ کے حق میں زبان طعن دراز کی تو امام زین العابدین نے ان سے تعرض کیا ان کے مکر کا انکشاف کیا اور ان سے اپنی برأت کا اعلان فرما دیا۔ حافظ ابن کثیر نے محمد البقار ین زین العابدین سے روایت کی ہے کہ ان کے والد ماجد کے پاس عراق کے کچھ لوگ حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر و عمرؓ کا تذکرہ کیا اور انہیں برا بھلا کہا۔ پھر حضرت عثمان کو بھی برا بھلا کہنے لگے۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ مجھے بتائیے کیا آپ لوگ مہاجرین اولین سے ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "الذین اخرجو من دیارھم و اموالھم یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا و ینصرون اللہ و رسولہ"

وہ لوگ جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ کی مدد کرتے ہیں' انہوں نے کہا۔ نہیں' پھر آپ نے فرمایا کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"الذین تبوء و الدار و الایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الھیم"

وہ لوگ جنہوں نے ان سے پہلے گھر اور ایمان کو اپنا ٹھکانہ بنایا ہے وہ ان سے محبت رکھتے

ہیں جنہوں نے ان کی طرف ہجرت کی، وہ کہنے لگے نہیں۔ فرمایا، تو پھر میں گواہی دیتا ہوں کہ تم
تیسرے فرقہ میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔ الذین جاء وا من
بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی
قلوبنا غلا للذین آمنوا۔ وہ لوگ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں اے رب ہمارے ہمیں بخش
دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے اور ہمارے دلوں
میں اہل ایمان کے لئے کینہ نہ رکھ۔ لہذا میرے پاس سے اٹھ جایئے اللہ تعالیٰ تمہیں برکت نہ
دے اور تمہاری منازل تمہارے قریب نہ کرے۔ فی الحقیقت، تم اسلام کا مذاق اڑانے والے ہو۔
اور تم اہل اسلام سے ہو ہی نہیں۔

جن لوگوں نے حضرت ابوبکر، عمر اور عثمانؓ کے حق میں زبان طعن دراز کی تھی، اور جو جھوٹ
اور تہمت وہ ان کے باپ اور دادا کے بارے میں گھڑتے تھے اس سے آپ نے تکلیف محسوس کی
اور ان کے بارے میں فرمایا۔ تمہیں کس چیز نے جھوٹ پر آمادہ کیا ہے اور کس چیز نے تمہیں اللہ
تعالیٰ پر اتنی جرأت دلائی ہے ہم اپنی قوم کے نیک لوگوں میں سے ہیں اور بس ہمارے لئے یہی
کافی ہے کہ ہمارا شمار اپنی قوم کے صالح لوگوں میں سے ہو۔

ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ یحیٰ بن سعید سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ علی بن
حسینؓ نے مجھ سے فرمایا۔ "ماقتل عثمان علی وجه الحق۔
کہ حضرت عثمانؓ حق کی بنیاد پر قتل نہیں کئے گئے، انہوں نے مسعود بن مالک سے بھی روایت
کی مسعود بن مالک نے کہا مجھ سے علی بن الحسینؓ نے پوچھا۔ سعید بن جبیر کا یہ عمل کیسا تھا؟ میں
نے جواب دیا ٹھیک تھا۔ پھر انہوں نے بتایا کہ یہ وہ آدمی ہے جس کا گزر ہمارے پاس سے ہوا
تھا۔ ہم ایک دوسرے سے فرائض اور دیگر ان چیزوں کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے جنہیں
اللہ تعالیٰ ہمارے لئے نفع مند بنا دیں۔ ہمارا کوئی ایسا عمل نہیں جس کی بنیاد پر یہ لوگ ہم پر الزام
سکیں اور پھر اپنے ہاتھ سے عراق کی طرف اشارہ کیا۔

آپ کا زہد اور آپ کی عبادت

حضرت علی بن الحسینؓ بڑے عابد، زاہد، وفا کیش، سخی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے
والے تھے، آپ کے معاصرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپؓ سب لوگوں سے بڑھ کر عبادت
گزار تھے۔ ابو نعیم نے "الحلیة" میں روایت کی ہے کہ عتبیؒ نے ہم سے بیان کیا ہے۔ انہوں
نے کہا۔ "کان علی بن الحسین اذا فرغ من وضوئه اخذته رعدة و نفضة فقیل

فی ذلک فقال :ماتدرون بین یدی من اقوم و من اناجی"

علی بن الحسین جب وضو سے فارغ ہوتے، تو آپ پر کپکپی طاری ہو جاتی اور آپ کا رنگ فق ہو جاتا۔ اس بارے میں آپ سے پوچھا گیا۔ فرمایا تم کیا جانو میں اب کس کے سامنے کھڑا ہونے والا ہوں اور کس سے سرگوشی کرنے لگا ہوں آپ کثرت سے روزے رکھنے والے اور راتوں کو قیام فرمانے والے تھے۔ آپ کی لونڈی سے جب آپ کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو اس نے بتایا کہ کبھی بھی دن کے وقت میں نے آپ کو کھانا پیش نہیں کیا۔ اور ہر گز رات کے وقت آپ کے لئے بستر نہیں بچھایا۔

طاؤس نے کہا، میں نے مسجد حرام میں میزاب رحمت کے نیچے ایک شخص کو دیکھا جو دعا مانگ رہا تھا اور اپنی دعا میں بہت گریہ وزاری کر رہا تھا جب وہ فارغ ہوا تو میں اس کے پاس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ علی بن الحسین ہیں میں نے کہا اے جناب رسول اللہ کی بیٹی کے بیٹے میں نے تمہیں اس حالت میں دیکھا ہے۔ حالانکہ تمہارے لئے تین چیزیں ہیں، مجھے امید ہے کہ وہ تمہیں خوف سے امن میں رکھی گی۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم جناب رسول اللہ کے بیٹے ہو۔ دوسری بات یہ کہ آپ کے نانا کی تمہارے لئے شفاعت ہوگی۔ تیسری اللہ تعالیٰ کی رحمت۔ فرمایا۔ اے طاؤس۔ سنو میں بے شک جناب رسول اللہ کا بیٹا ہوں۔ مگر صرف بیٹا ہونا مجھے نہیں بچا سکے گا۔ میں نے اللہ کے کلام میں اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے سنا ہے۔ (فلا انساب بینھم یومیذ ولا یتساء لون) اور جہاں تک میرے نانا کی شفاعت کا تعلق ہے تو یہ بات بھی مجھے عذاب سے نہیں بچائے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، (ولا یشفعون الالمن ارتضی)

وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر صرف اسی کی جس کے لئے سفارش کرنا اللہ تعالیٰ پسند کریں اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تعلق ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے شک یہ "قریب من المحسنین" نیکو کاروں کے قریب ہے، میں نہیں جانتا کہ میں نیکو کار ہوں یا نہیں۔ آپ کی پرہیز گاری اس درجہ تک پہنچ گئی تھی کہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا (جیسا کہ آپ سے روایت کیا گیا ہے) واللہ انی لا رجوان یعطی اللہ للمحسنین منا اجرین، واخاف ان یجعل علی المسئی منا وزرین.

بخدا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے نیکو کاروں کو دونا اجر عطا فرمائیں گے اور اس بات کا بھی ڈر ہے کہ ہم میں سے برائی کرنے والوں پر دو بوجھ ہوں گے۔

آپ دن اور رات میں تقریباً ایک ہزار رکعات پڑھا کرتے تھے۔ اس میں کوئی اچنبے کی بات نہیں، کیونکہ ہمیں اس بات کا اچھی طرح علم ہے کہ آپ کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر

کثرت سے قیام فرمایا کرتے تھے اور آپ کے والد ماجد پرہیز گاری اور تقویٰ کے کس درجہ پر فائز تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت اور اپنی امت کو کس قدر کثرت سجود کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

مسلم نے اپنی صحیح میں کعب اسلمی خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا۔

"کنت ابیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فأتیته' بوضوئه و حاجته فقال سلنی فقلت اسئالک مرافقتک فی الجنة' فقال اوغیر ذلک قلت هو ذاک' قال. فأعنی علی نفسک بکثرة السجود"

میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات گزارتا تھا میں ایک دفعہ آپ کے لئے وضو کا پانی اور دیگر ضرورت کی چیزیں لے آیا۔ فرمایا۔ مجھ سے مانگئے جو مانگنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کی۔ میں جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے علاوہ کچھ اور حاجت بھی ہے میں نے عرض کی بس یہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے نفس پر کثرت سجود کے ساتھ میری مدد کیجئے۔

سعید بن المسیب نے علی بن الحسین کے لئے زین العابدین کا لقب مطلقاً استعمال کیا ہے اور ان سے ابن تیمیہ نے یوں روایت کیا ہے۔

علی بن الحسین زین العابدین وقرة عین الاسلام' لکثرة ما اشتهر عنه من عبادة و زهد و ورع و تسامح و علو اخلاق.

علی بن الحسین عبادت گزاروں کی زینت اور اہل اسلام کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ یہ کثرت عبادت' دنیا سے بے رغبتی' پرہیز گاری' رحم و کرم اور بلندی اخلاق کے باعث ہے۔

جب آپؒ نماز پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو عطردان سے خوشبو لگاتے جو آپ نے مسجد میں ہی رکھا ہوا تھا۔ کستوری کی خوشبوئیں اس سے مہکتی تھیں۔ جب نماز پڑھنے لگتے تو اپنا زینت والا لباس اتار دیتے اور اظہار عجز کے لئے سخت قسم کا لباس زیب تن فرمالیتے۔

آپ سفر و حضر میں رات کی نماز نہیں چھوڑتے تھے۔ آپ بہت زیادہ دعا کرنے والے' عجز و نیاز کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے تھے' سجدہ بہت لمبا فرماتے اور دعا کرتے تھے۔ آپ کثرت سے روزے رکھنے والے اور خاص طور پر رمضان المبارک میں بہت زیادہ نیکیاں کرنے والے تھے۔ اکثر اوقات بھیڑ کا گوشت پکواتے اور فقراء و مساکین میں تقسیم فرمادیتے۔ اور خود روٹی اور کھجور کے ساتھ روزہ افطار کرتے۔ ایسے ہی آپ خود بہت حج اور عمرے کرنے

والے اوران کی طرف اپنے دوستوں کو بھی رغبت دلانے والے تھے۔ آپ نے ایک سے زائد بار اپنے والد ماجد اور عم محترم کی اقتداء میں پاپیادہ حج کئے' ویسے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر ۲۰ سے زیادہ حج کئے' ابونعیم نے "حلیۃ" میں روایت کی ہے کہ مدینہ منورہ سے مکہ جاتے ہوئے اپنی اونٹنی پر رحم کھاتے اسے مارتے نہیں تھے۔ دوران طواف اور حج کے سارے مواقف میں بہت زیادہ دعا کرنے والے اور رکن کو بہت بوسے دینے والے تھے۔ کنکریاں مارنے پیدل چل کر جاتے تھے۔ حج کے دوران خصوصاً اور ویسے دیگر سارے احوال و اوقات میں بہت زیادہ صدقہ کرنے والے تھے۔ ابن کثیر نے روایت کی ہے کہ رات کا صدقہ رب تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے دل اور قلب کو جلا بخشتا ہے اور قبر کو اور قیامت کے دن کے اندھیروں کو دور کرتا ہے۔ ابن سعد نے اپنے شیخ جنہیں "مستقیم" کہا جاتا تھا سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہم علی بن حسین کے پاس تھے۔ سائل جب ان کے پاس آتا تو آپ اسے دیکھ کر اسے کچھ دینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے اور فرماتے بے شک صدقہ سائل کے ہاتھ میں جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں پہنچ جاتا ہے۔ (۵۵)

جب آپ سائل کو صدقہ پیش کرتے تو پہلے اسے بوسہ دیتے اور پھر عطا فرماتے۔ ابونعیم نے حبیب بن الحسن سے "الحلیہ" میں روایت کی ہے انہوں نے ابوحمزہ الشمالی سے روایت کی۔ ابوحمزہ نے کہا۔ حضرت علی بن الحسین رات کے وقت چمڑے کا ایک تھیلا جس میں خیرات کرنے کے لئے روٹی رکھی ہوتی تھی اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے ہوتے تھے اور فرماتے بے شک پوشیدہ طور پر صدقہ دینا رب تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل سے روایت ہے کہ انہوں نے شیبہ بن نعامۃ سے روایت کی۔ شیبہ بن نعامۃ نے کہا۔ حضرت علی بن الحسین بخل سے کام لیتے تھے۔ مگر جب ان کی وفات ہوئی تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ مدینہ منورہ میں اہل بیت کے تقریباً سو افراد کو روزانہ کھانا مہیا کرتے تھے۔ جریر نے حدیث سنائی (یا ان کے پیشرو نے روایت کی) کہ حضرت امام زین العابدین کی جب وفات ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ ان کی پشت مبارک پر اس چمڑے کے تھیلے کے نشانات ہیں جو وہ عموماً رات کے وقت اپنی پیٹھ پر اٹھایا کرتے تھے۔

سلیمان بن احمد سے روایت ہے انہوں نے عمر بن ثابت سے روایت کی۔ عمر بن ثابت نے کہا۔ جب حضرت علی بن الحسین کا انتقال ہوا۔ لوگوں نے انہیں غسل دیا۔ تو ان کی پشت پر سیاہ رنگ کے نشانات دکھنے لگ گئے۔ لوگوں نے کہا۔ یہ کیا ہے تو کہا گیا کہ وہ ہمیشہ رات کے وقت آٹے کا تھیلا اپنی پشت پر اٹھاتے تھے تا کہ فقراء اہل مدینہ کو عطا کریں یہ اس کے نشانات ہیں اور

حدیث میں ہے کہ مدینہ والوں میں سے کچھ لوگ زندگی بسر کر رہے تھے۔ مگر انہیں یہ پتہ تک نہیں
تھا کہ ان کی روزی کہاں سے آتی ہے، جب ان کا انتقال ہوا تو جو کھانا پینا رات کے وقت انہیں ملتا
تھا وہ کھو بیٹھے۔ مدینہ والے کہا کرتے تھے۔ ہم خفیہ صدقہ سے اس وقت تک محروم نہیں ہوئے
جب تک علی بن الحسین کی وفات نہیں ہوئی۔ حجاج بن آرطاۃ نے ابی جعفر بن علی سے روایت کی
ہے کہ ان کے والد حضرت علی بن الحسین نے جو کچھ ان کے پاس تھا اللہ کے نام پر تقسیم کر دیا اور
فرمایا "ان اللہ یحب المومن المذنب التواب" بے شک اللہ تعالیٰ گنہگار اور بہت زیادہ
توبہ کرنے والے شخص سے محبت رکھتے ہیں۔

آپ کا لباس اور آپ کا وقار

حضرت علی بن الحسین بڑے عظیم المرتبت باہیبت حسین اور روشن چہرے والے تھے۔ کامل
تواضع اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ ان پر اللہ تعالیٰ کے جو انعامات تھے ان کے اظہار کو پسند
فرماتے تھے۔ ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن ابی سلیمان سے روایت کی ہے، عبداللہ
بن ابی سلیمان نے کہا۔ کہ حضرت علی بن الحسین جب چلتے تو آپ کا دست مبارک آپ کی ران
سے تجاوز نہ کرتا اور آپ اپنے ہاتھ کو ہلاتے نہیں تھے۔ گرمیوں میں آپ مصر سے لائے گئے
کپڑوں کا جوڑا زیب تن فرماتے۔ جب سردیوں کا موسم آتا تو انہیں خیرات کر ڈالتے۔ ابن سعد
نے مالک بن اسماعیل سے روایت کی ہے کہ آپ ایک ریشمی چادر پچاس دینار میں خریدتے
تھے۔ سردیوں کا موسم اس میں گزارتے پھر اسے بیچ کر اس کی قیمت خیرات کر دیتے تھے۔ اور مصر
کے اشمونی کپڑوں میں سے دو کپڑوں میں موسم گرما گزارتے اور لباسوں میں سے مذکورہ بالا د
لباسوں میں سے ہی کوئی لباس پہنتے اور قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرماتے "من حرم زینۃ
اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق" اللہ کی وہ زینت اور پاکیزہ چیزیں جو اس
نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں۔ کس نے حرام کی ہیں۔

تیل لگاتے اور غسل کے بعد جب احرام باندھنے کا ارادہ فرماتے تو خوشبو استعمال کر
کرتے، عموماً سفید عمامہ باندھا کرتے اور اپنی پیٹھ کے پیچھے اپنا عمامہ مبارک ڈھیلا چھوڑ د
(اور اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے) بہت باوقار، کشادہ رو اور ہشاش وبشاش چہرے والے تھے
وہ چہرہ تھا جس میں میراث نبوت اور اہل بیت کی عظمت جھلکتی نظر آتی تھی جو آپ کو بیک وقت
ہیبت ومحبت اور اجلال واحترام کا مرکز بنا دیتی تھی۔ جب آپ ہنستے تو آپ کی تمام تر ہنسی تبسم
ہوتا آپ کی نظر میں ہنسی انسان کے وقار کو ختم کر دیتی ہے اور اس سے علم میں کمی واقع ہوتی ہے

ابن سعد نے احمد بن جعفر سے روایت کی۔ انہوں نے فقیل بن غزوان سے انہوں نے کہا کہ علی بن الحسین نے فرمایا کہ جو ایک دفعہ ہنسا اس نے علم کو منہ سے نکال باہر پھینکا' آپ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنی ایک لونڈی آزاد کی اور پھر اس سے شادی کر لی۔ اور اپنی بیٹی کی شادی بھی اپنے ایک غلام سے کر دی' عبدالملک بن مروان نے انہیں خط لکھا جس میں ان کے اس فعل پر انہیں ملامت کی۔ آپ نے انہیں جواب میں قرآن کریم کی یہ آیت لکھی۔

"قد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنه" جناب رسول اللہ صفیہ بنت حیبی کو آزاد کیا تھا اور پھر اس سے شادی کر لی تھی۔ زید بن حارثہ کو آزاد کیا اور اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش کی شادی ان سے کر دی۔ یہ آپ کے متواضع ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے فقیہ ہونے کی بھی دلیل ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی آپ کے متواضع ہونے کا پتہ دیتی ہے کہ آپ حضرت عمرؓ کے مولیٰ اسلم کے حلقہ درس میں آ کر بیٹھا کرتے تھے چنانچہ قریش کے ایک آدمی نے آپ سے کہا کہ آپ قریش کو چھوڑ کر بنی عدی کے ایک غلام کے پاس بیٹھتے ہیں۔ آپ نے اسے جواب دیا انسان ہمیشہ وہاں بیٹھتا ہے جہاں سے اسے نفع ملے۔ اسی قسم کی ایک اور روایت بھی ہے جسے ابن سعد اپنی سند کے ساتھ سلیمان بن عبداللہ بن زرارہ سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے یہ زید بن حازم سے روایت کی زید بن حازم نے کہا کہ میں نے علی بن حسینؓ اور سلیمان بن یسار کو دیکھا کہ وہ قبر انور اور منبر کے درمیان چاشت بلند ہونے تک بیٹھے رہتے۔ آپس میں گفتگو کیا کرتے۔ جب اٹھنے کا ارادہ کرتے تو عبداللہ بن ابی سلمۃ ان کو سورۃ پڑھ کر سناتے جب وہ تلاوت سے فارغ ہوتے تو دونوں مل کر دعا کرتے۔

خلفاء اور امراء کے ساتھ آپؓ کے تعلقات

حضرت علی بن الحسین نے اپنی زندگی حصول علم' عبادت اور زہد و تقویٰ میں گزار دی اور ہر اس چیز سے اجتناب کرتے رہے جو خلفاء اور امراء کے غصہ کو آپ پر بھڑکانے کا موجب بن سکتی ہو۔ چونکہ آپ واقعہ کربلا کے ان احوال و خطرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے جن کا سامنا آپ کے والد ماجد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے' ان کے ہمراہی پاکباز اہل بیت اور روشن چہروں اور پیشانیوں والے ہیرووں کو ہوا' ایسے خطرات جن کے وقوع کا تصور بھی ناممکن تھا۔ آپ نے اپنی مبارک زندگی کا نصب العین ہی اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر پر راضی رہنے اور اس کے حضور سر تسلیم خم کرنا ٹھہرا لیا تھا۔ یہی وہ چیز ہے جو آپ کی گہرائی ایمان' صفائی عقیدہ' بلندی خلق' کینوں کو برانگیختہ کرنے' نفرت کا بیج بونے اور عداوتوں کو بھڑکانے سے آپ کے بلند و

برتر ہونے کی گواہی دیتی ہے۔ حالانکہ آپ کے دل کی گہرائیوں میں چھپے ہوئے گہرے زخم تھے آپ نے دوران فتنہ نیز فتنہ کے بعد مدینہ منورہ کا گھیراؤ' اس میں قتل وقتال اور خون ریزی وغیرہ جیسے حالات میں مشکل ترین اوقات گزارے تھے۔ یہ سارا کچھ اس وقت ہوا جب اہل مدینہ نے حکومت یزید کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ مگر نہ تو علی بن الحسین اور نہ ہی آپ کے چچا محمد بن الحنفیہ اور نہ ہی بنی ہاشم کا کوئی فرد ان میں شریک ہوا۔ بلکہ الٹا امام زین العابدین نے مروان بن الحکم اس کی خواتین اور اس کے ساز وسامان کی حفاظت کی۔

طبری نے محمد بن سعد سے انہوں نے محمد بن عمر سے روایت کی ہے کہ جب اہل مدینہ نے عثمان بن محمد کو نکال دیا تو مروان بن الحکم نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے کہا کہ وہ اس کے گھر والوں کو اپنے ہاں پناہ دے دیں مگر انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر اس نے علی بن الحسین سے بات کی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ میں یہ کروں گا۔ چنانچہ اس نے اپنی خواتین خانہ کو حضرت علی بن الحسین کے پاس بھیج دیا آپ اپنی ازواج طاہرات اور مروان کی ازواج کو لے کر مدینہ منورہ سے نکل کھڑے ہوئے اور انہیں مقام ینبع میں لے آئے اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں طائف پہنچایا جب حضرت زین العابدین کو امیر لشکر مسلم بن عقبہ کے پاس لایا گیا جس نے ہر طرح کا ظلم اور سختی روا رکھتے ہوئے انقلاب مدینہ کو دبا دیا تھا تو اس نے آپ کو خوش آمدید کہا تخت پر اپنے ساتھ بٹھایا اور کہا کہ امیر المومنین نے مجھے آپ کے حق میں وصیت کی ہے۔ پھر اپنا (گھوڑا) منگوایا۔ اس پر زین کسی گئی اس پر آپ کو سوار کروایا اور اسی پر آپ کو واپس گھر لوٹایا اور اہل مدینہ کے ساتھ جو بیعت شرط طے کی گئی تھی اس کے مطابق یزید کی بیعت کرنے کا آپ کو پابند نہیں بنایا۔ (۵۶)

طبقات الکبریٰ میں محمد الباقر بن علی بن الحسین سے روایت کی گئی ہے کہ حرۃ کے دن کے بارے ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کے اہل بیت میں سے کسی نے بھی اس دن جنگ میں حصہ لیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس دن کوئی بھی اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا۔ وہ اپنے گھروں میں ہی بند رہے۔ جب مسرف آیا۔ اس نے لوگوں کا قتل عام کیا تو حضرت علی بن الحسین کے بارے پوچھا اور کہنے لگا مجھے کیا ہوا میں ان کو کیوں نہیں دیکھ رہا۔ میرے والد ماجد کو جب اس کی آمد کی خبر ہوئی تو آپ اس کے پاس تشریف لائے اس وقت آپ کے ہمراہ علی بن الحنفیہ کے دونوں بیٹے عبداللہ اور حسن بھی تھے۔ جب اس نے میرے والد ماجد کو دیکھا تو انہیں خوش آمدید کہا اور کہنے لگا کہ امیر المومنین نے مجھے آپ کے ساتھ بھلائی کی وصیت کی ہے۔ میرے باپ نے جواب میں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو قائم رکھے۔ اس نے علی کے دونوں بیٹوں کو بھی خوش آمدید کہا پھر وہ سب

حضرات اس کے پاس سے چل دیئے۔ معاویہ بن یزید کے بعد مروان بن الحکم خلیفہ بنا۔ حضرت زین العابدین کے اس کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے اور مبنی بر محبت تعلق تھا۔ مروان نے حضرت امام زین العابدین کو یہ مشورہ دیا کہ وہ شادی کر لیں تا کہ ان کی نسل بڑھے۔ آپ نے قلت مال کی وجہ سے اس سے عذر کیا۔ مروان نے تقریباً دس لاکھ روپے آپ کو قرض دیئے۔ چنانچہ آپ نے شادی کر لی۔ پھر مروان نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ وہ ان سے بالکل واپس نہ لیں۔ عبدالملک بن مروان نے جو کہ بڑا عابد، زاہد اور فقیہ تھا اپنے زمانہ خلافت میں حضرت امام زین العابدین کی بڑی عزت وتکریم کی اور بنی ہاشم کے ساتھ بھلائی کی وصیت کی۔ امام زین العابدین نے اس پر اس کا شکریہ ادا کیا۔ عبدالملک نے ایک اونٹ دراھم اور پوشاکوں سے لدا ہوا آپ کی خدمت میں بھیجا اور یہ گزارش کی کہ اپنی نیک دعاؤں میں اسے یاد رکھیں۔ ولید بن عبدالملک نے اپنے زمانہ خلافت میں ہشام بن اسماعیل کو مدینہ منورہ کی گورنری سے معزول کر کے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو وہاں کا گورنر مقرر کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ہشام کو جواب طلبی کے لئے لوگوں کے سامنے کھڑا کریں۔ ہشام خوف زدہ ہوا کہ کہیں حضرت امام زین العابدین اس کی زیادتوں کا ذکر نہ کریں۔ مگر حضرت امام زین العابدین نے اپنے قریبی لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ہشام کو کوئی تکلیف نہ پہنچائیں۔ چنانچہ امام زین العابدین ہشام کے قریب سے گزرے اس وقت وہ لوگوں کے سامنے کھڑا تھا مگر آپ نے اس کی کوئی شکایت نہ کی۔ اس پر ہشام نے کہا۔

"الله یعلم حیث یجعل رسالته"

اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ کہاں اپنی رسالت رکھیں (یعنی ان شخصیتوں کو جانتے ہیں جو رسالت کے قابل ہیں)۔

آپؒ کے اقوال

حضرت علیؒ بن الحسین سے چند اقوال مروی ہیں جو آپ کی زیادتی عقل صداقت اور تقویٰ پر دلالت کرتے ہیں۔ حافظ ابن عساکر نے سفیان بن عیینۃ سے انہوں نے زھری سے روایت کی ہے۔ زہری نے کہا۔ میں نے عابدین کے سردار علی بن الحسین کو جو ایک دفعہ اپنے نفس کا محاسبہ کر رہے تھے اور اپنے رب سے سرگوشی کر رہے تھے یہ فرماتے سنا۔ "اے نفس دنیا کے ساتھ تیرا مطمئن ہو جانا حتمی بن چکا ہے اور اسے آباد کرنے کی طرف تیرا میلان اور جھکاؤ زیادہ ہو گیا ہے جو تیرے اسلاف سے گزر چکے ہیں ان سے تو نے کیوں نہ عبرت پکڑی اور ان سے جو تیرے ساتھی اور ہم نشین تھے جنہیں زمین نے اپنے اندر چھپا لیا اور وہ جو تیرے بھائی تھے۔ جن کی وجہ

سے تجھے دکھ درد کا سامنا ہوا اور وہ تیرے ہم نشین' تیرے ساتھی جو زمین کے پیٹ میں منتقل ہو
گئے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ سب کے سب زمین کی پشت پر تھے مگر اب اس کے پیٹ میں
ہیں۔ ان کی خوبیاں اس میں گویا اب بوسیدہ اور کرم خوردہ حلقے اور دائرے ہیں۔ نسلاً بعد نسل
موت کے ہاتھوں نے کتنوں کو کاٹ ڈالا کس قدر بوسیدگی کے سبب زمین کی ہیبت بھی بدل ڈالی
اور وہ جو قسم قسم کے لوگ تیرے ساتھ رہتے تھے انہیں اپنی مٹی میں غائب کر دیا اور قبروں کی طرف
رخصت کر دیا اپنی طرف مائل ہونے والے کو اس نے کس قدر دھوکہ دیا ہے' اپنے اوپر مٹنے والے کو
کس طرح پچھاڑ دیا ہے۔ اس نے ٹھوکر کھا کر گرنے والے کو اپنی ٹھوکر اور لغزش سے نہیں اٹھایا۔
ہلاکت کے گھڑھے سے اسے نہیں نکالا' اس کے دکھ سے اسے شفا نہیں بخشی۔ اس کی بیماری سے
اسے نجات نہیں دی' اپنی ذلت وعار سے اسے نہیں نکالا۔ (۵۷)

آپ کے مشہور اقوال میں چند ایک یہ بھی ہیں۔

اے بیٹے فاسق کی صحبت اختیار نہ کر وہ تمہیں ایک لقمہ یا اس سے بھی کم میں جسے وہ حاصل
نہیں کر رہا کے بدلے بیچ ڈالے گا اور نہ ہی بخیل کی کیونکہ وہ اپنے اس مال سے تجھے محروم کر دے گا
جس کا تو شدت کے ساتھ محتاج ہوگا اور نہ ہی جھوٹے کی کیونکہ وہ سراب کی مانند ہے جو دور والی چیز
تیرے قریب کرتی ہے اور قریب والی تجھے دور دکھاتی ہے اور نہ ہی احمق کی کیونکہ وہ یہ ارادہ رکھتا
ہے کہ تمہیں نفع دے مگر اپنی حماقت کے سبب تمہیں نقصان پہنچا دیتا ہے۔ اور نہ ہی رشتہ وتعلق
توڑنے والے کے کیونکہ وہ کتاب اللہ میں ملعون قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "فھل
عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم' اولئک الذین
لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم"

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ کرنے والے گنہ گار سے محبت رکھتے ہیں' فرمایا کہ نیکی کا حکم
کرنے اور برائی سے منع کرنے کو ترک کرنے والا کتاب اللہ کو گویا اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینکنے والا ہے
اور فرمایا۔ لوگوں کے سردار سخی اور پرہیز گار لوگ ہی ہوتے ہیں اور روز آخرت کے سردار دیندار
اہل فضل وعلم اور پرہیز گار لوگ ہوں گے کیونکہ علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ فرمایا جس میں چار
خصلتیں پائی جائیں اس کا ایمان کامل ہو گیا اس کے گناہ اس کے نامہ اعمال سے مٹا دیئے گئے۔
اور وہ اپنے رب عز وجل سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس سے راضی ہوگا۔ یہ وہ شخص
ہے جس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے اس چیز کو پورا کیا جو لوگوں کے لئے اس نے اپنے
اوپر لازم قرار دے دی تھی۔ لوگوں کے ساتھ اس کی زبان سچی ہے اس نے ہر اس چیز سے حیا کی
جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بری ہے اور لوگوں کے نزدیک بھی۔ نیز اس کا برتاؤ اپنے گھر والوں

کے ساتھ بھی اچھا رہا آپ کے چند اقوال یہ بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اعمال سے افضل عمل سنت پر عمل ہے جس چیز سے بعد میں، تجھے عذرخواہی کرنا پڑے اس سے اجتناب کر، کسی سے دشمنی نہ کر خواہ تیرا گمان بھی ہو کہ وہ تجھے نقصان پہنچا سکتا ہے اور کسی کی دوستی میں کمی نہ کر خواہ تجھے یہ گمان بھی ہو کہ وہ تجھے کوئی نفع نہیں دے گا۔ کیونکہ تجھے کیا پتہ کہ تجھے دوست سے کس وقت امید رکھنی چاہئے، حسد کرنے والا مرتبہ حاصل نہیں کرسکتا، بہت زیادہ کینے رکھنے والا بڑا مایوس اور غمگین ہو کے مرتا ہے۔

بڑا بھائی وہ ہے جو جب تو امیر ہو تو تیری دیکھ بھال کرتا ہے اور جب فقیر ہو جاتا ہے تو تجھ سے تعلق توڑ لیتا ہے۔

بری تقدیر کے ساتھ راضی رہنا درجات یقین میں سے سب سے بلند درجہ ہے۔

آپ کی وفات

حضرت علی بن الحسینؓ نے ۱۲ محرم چورانوے ۹۴ھ میں تقریباً اٹھاون سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ جونہی لوگوں نے آپ کی وفات کی خبر سنی جو آناً فاناً مدینہ منورہ کے کونہ کونہ میں پہنچ گئی تو ان کے دل رنج وغم سے بھر گئے۔ بے ساختہ ان کی زبانوں پر تعزیتی کلمات اور رنج و الم اور رحمت بھرے الفاظ جاری ہو گئے۔ انہوں نے ان کے محاسن بیان کرنے شروع کر دیئے۔ سارے لوگ ہر طرف سے اور خاص طور پر اہل مسجد آپ کے دولت کدہ میں جمع ہو گئے۔

آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ اس کی کسی کو اطلاع نہ دی جائے اور جنازہ لے جانے میں جلدی کی جائے۔ نیز روئی کے کپڑوں میں ان کو کفن دیا جائے اور ان کی نعش پر کستوری یا عطر وغیرہ نہ لگایا جائے لوگوں کی بہت بڑی تعداد نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور وہ بقیع الغرقد تک آپ کے جنازہ کے ساتھ گئے۔ آپ کے عم محترم حضرت حسنؓ اور چچازاد بھائی عبداللہ بن عباس کے پہلو میں آپ کے لئے قبر کھودی گئی۔ آپ کے بیٹے محمد الباقر آپ کی قبر میں اترے اور آخری آرام گاہ میں آپ کو اتارا اور آپ کے ساتھ ہی علم، نیکی اور تقویٰ کو بھی چھپا دیا، آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اور اس کی خوشنودی آپ کو حاصل ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

آپ نے اپنے پیچھے چودہ اولادیں چھوڑیں۔ جن میں سے دس لڑکے تھے، اسی نسل پاک سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حضرت حسین شہیدؓ کی نسل بڑھی۔ اور یہ نسل روئے زمین کے دور اور نزدیک کے خطوں میں ایسے منتشر ہوئی جیسے ستارے'' اللہ تعالیٰ اس پاک مبارک اور حسی و معنوی میل کچیل، اور گندگیوں سے مبرا نسل کی ایسے ہی حفاظت فرمائے اور اس میں برکت دے جیسے کہ

اس نسل پاک کے جد امجد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان کی نانی پاک فاطمۃ البتول اور ان کے اجداد کرام علی بن ابی طالب اور نواسے حسین شہید اور زین العابدین بن الحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حفاظت فرمائی۔ بے شک وہ سب خوبیاں والا اور بزرگ و برتر ہے۔

یہ ہیں علی بن الحسین زین العابدین جن کے بارے میں بڑے اختصار کے ساتھ اس قدر جلد بازی میں ہم نے گفتگو کی ہے اور ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ ہماری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے انہیں بہتر جزا عطا فرمائیں، بلاشبہ آپ ایک اچھا نمونہ اور ایک ایسی مثال اعلیٰ ہیں۔ جو لائق پیروی ہے۔ آپ کی ذات میں اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد ماجد کے بہت سارے اخلاق موجود تھے اللہ تعالیٰ نے اخلاق عالیہ اور صفات عظیمہ کے ساتھ آپ کو نوازا تھا۔ جن کے بل بوتے پر آپ نے میراث نبوت کی نہ صرف نسب کے لحاظ سے حفاظت کی بلکہ علمی، اخلاقی، صاحب فضیلت ہونے اور ایک ایسا نمونہ ومثال ہونے کے لحاظ سے بھی کی جو لائق تقلید ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اس بات کی توفیق بخشے کہ آئندہ مطبوعات میں بھی ہم اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مبارک اور منتخب شخصیت کی سیرت پر مزید روشنی ڈالیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے حقوق کما حقہ پورے کرنے کی ہمارے اندر طاقت نہیں۔ بلکہ یہ جو کچھ پیش خدمت ہے یہ تو ایک کم مایہ اور اس ساری فضیلت و شرافت کے احاطہ اور اس شجرہ مبارکہ کا کما حقہ پیچھا کرنے سے عاجز انسان کا مقدور بھر ہے۔

وفوق کل ذی علم علیھم۔

حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضرت خدیجہ نے چار بیٹیوں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ اور دو بیٹوں قاسم، عبداللہ جنہیں طیب اور طاہر کہا جاتا ہے کو جنم دیا بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ طاہر ایک اور بیٹے تھے۔ بیٹے تو سارے کے سارے بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے مگر بیٹیاں زندہ رہیں ان سب کی شادیاں بھی ہوئیں، سیدہ زینب کی شادی ان کے خالہ زاد ابو العاص بن الربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی سے ہوئی ان کی والدہ ہالہ بنت خویلد حضرت خدیجہ کی سگی بہن تھیں۔ حضرت زینب کے بطن سے ان کا ایک بیٹا اور بیٹی ہوئی۔ بیٹے کا نام علی اور بیٹی کا نام امامہ تھا۔ جہاں تک علی کا تعلق ہے تو وہ تو جب سن بلوغت کو پہنچے تو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ امامہ بقید حیات رہیں ان سے حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وفات سے کچھ عرصہ بعد شادی کر لی۔ ان کے بعد مغیرۃ بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب نے ان سے شادی کی۔ حضرت امامہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ (۵۸)

ابوالعاص بدر میں قریش کے ہمراہ نکلے تھے، جنگ بدر کے خاتمہ کے بعد دیگر جنگی قیدیوں کے ساتھ یہ بھی قید ہوئے۔ سیدہ زینب نے ان کے فدیہ میں وہ ہار بھیجا جو ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ نے ان کی شادی کے دن ان کو بطور ہدیہ دیا تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو سیدہ خدیجہ آپ کو یاد آ گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت رقت طاری ہو گئی۔ آپ ﷺ کے اردگرد جو صحابہ موجود تھے آپ ﷺ نے ان سے فرمایا "اگر تم مناسب سمجھو تو ان کے قیدی کو رہا کر دو اور ان کا مال جو انہوں نے فدیہ میں دیا ہے ان کو واپس لوٹا دو" سب نے اس پر لبیک کہا اور ابوالعاص کو آزاد کر دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے یہ شرط لگائی کہ وہ اپنی زوجہ محترمہ سیدہ زینب کو مدینہ منورہ میں اپنے والد ماجد کے پاس بھیج دیں۔ انہوں نے یہ وعدہ پورا کیا۔ اور آپ کو مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ (۵۹) مگر مکہ سے نکلتے وقت قریش نے حضرت زینب کا راستہ روک لیا۔ اونٹ کی مہار ان کے خاوند کے بھائی کنانہ بن الربیع پکڑے ہوئے تھے۔ سب سے بڑھ کر بے حیائی اور بے شرمی کا مظاہرہ ھبار بن الاسود اور نافع بن عبد قیس نے کیا۔ ھبار نے اونٹ کے پہلو میں چھڑی چبھو دی اور حضرت زینب کو اپنے نیزے سے ڈرایا۔ آپ اپنی ہودج سے نیچے گر پڑیں۔ آپ اس وقت حاملہ تھیں۔ نتیجتاً ان کا حمل گر گیا۔ اس پر کنانہ ھبار کے مقابلے میں آ گئے۔ اسے للکارتے ہوئے تیروں کی اس کے آگے بوچھاڑ کر دی۔ ابوسفیان نے اسے آواز دے کر کہا کہ وہ اپنے تیر اس وقت تک روک لیں جب تک کہ وہ ان سے بات نہ کر لیں۔ پھر وہ اس کے قریب آئے اور اس سے یوں گفتگو کی۔

"خرجت بالمرآة علی رئوس الناس علانیة وقد عرفت مصیبتنا و تکبتنا و ما دخل علینا من محن، فیظن الناس ان ذلک عن ذل آصابنا، وان ذلک ضعف منا وهن، واشا علیه ان یرجع بها حتی اذا سکن الناس خرج بها سرا"

آپ ایک خاتون کو لے کر تمام لوگوں کی موجودگی میں علانیہ طور پر نکل کھڑے ہوئے ہیں اور تمہیں ہماری اس مصیبت اور شامت کا پتہ ہے جو ہم پر نازل ہوئی ہے اور ہماری مشکلات سے بھی آپ اگاہ ہیں لوگ یہ خیال کریں گے کہ آپ کا یہ فعل یہ اس ذلت اور خواری کی وجہ سے ہے جس کا ہم شکار ہوئے ہیں اور یہ ہماری طرف سے کمزوری کے سبب سے ہے پھر اسے مشورہ دیا کہ وہ انہیں لیکر واپس چلا جائے۔

جب لوگ سکون پذیر ہو جائیں تو خفیہ طور پر انہیں لے کر نکلے کنانہ نے دیکھا کہ ان کے بھائی کی بیوی کا خون بہہ رہا ہے اور ان کا بچہ ساقط ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہ ان کو لے کر واپس لوٹ گیا۔ حضرت زینب چند دن ابوالعاص کے ہاں رہیں۔ بعد ازاں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ (۶۰) آپ مدینہ

منورہ میں قیام پذیر رہیں۔حتیٰ کہ چھٹی ہجری میں جمادی کا مہینہ آن پہنچا۔مسلمانوں کے لشکر کی قریش کے اس تجارتی قافلے سے مڈبھیڑ ہوگئی جس کی قیادت ابوالعاص کر رہے تھے۔مسلمانوں نے اس قافلے پر حملہ کر دیا اور اس سے مال غنیمت حاصل کر لیا۔مگر ابوالعاص بھاگ گئے وہ لوگ انہیں پکڑنے سے عاجز رہے۔ابوالعاص چھپے رہے اور انتظار کرتے رہے جب اندھیرا چھا گیا تو بھاگ کر حضرت زینب کے گھر پناہ لی۔حضرت زینب گھر سے نکلیں اس وقت مسلمان ان کے والد ماجد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز فجر ادا کر رہے تھے۔انہوں نے تمام مجمع کو سنانے کے لئے باآواز بلند کہا۔"ایھا الناس انی اجرت ابا العاص ابن الربیع."

اے لوگو میں نے ابوالعاص ابن الربیع کو پناہ دی ہے۔

جب جناب رسول کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا۔اے لوگو جو کچھ میں نے سن لیا ہے کیا تم نے بھی وہ سنا ہے۔مسلمانوں کے عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ ہم نے بھی سنا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا۔سنو قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی جان مبارک ہے اس کے بارے میں پہلے مجھے کچھ علم نہیں تھا۔یہاں تک کہ جو کچھ میں نے سنا وہ تم نے بھی سن لیا۔مسلمانوں کا گھٹیا ترین آدمی بھی مسلمانوں کے خلاف مرضی کے دشمن کو پناہ دے سکتا ہے۔چنانچہ اسی اصول کے تحت جس کو زینب نے پناہ دی ہے۔ہم نے بھی اس کو پناہ دے دی ہے۔پھر آپ ﷺ اپنی بیٹی حضرت زینب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔اے بیٹی انہیں باعزت طور پر رکھو اور یہ تمہارے پاس نہ آنے پائے کیونکہ تم اس کے لئے اب حلال نہیں رہی ہو۔اس دن چاشت کے وقت جب مسلمان مسجد میں جمع ہوئے۔جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص کو بلایا پھر جو مسلمان آپ کی خدمت میں موجود تھے انہیں یوں خطاب فرمایا۔

"ان ھذا الرجل مناحیث قد علمتم، وقد اصبتم لہ، مالا، فان تحسنوا و تردوا علیہ الذی لہ فانا نحب ذلک، وان ابیتم فھو فی اللہ الذی آفاء علیکم فانتم احق بہ.

یہ شخص جیسا کہ تم جانتے ہو ہم میں سے ہے، تم نے اس کا مال لے لیا ہے اگر اس پر احسان کرو اور اس کا مال اس کو لوٹا دو تو ہمیں یہ محبوب ہوگا اور اگر تمہیں یہ منظور نہ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مال غنیمت ہے جو اس نے تمہیں عطا فرمایا ہے اور تم اس کے مستحق ہو آپ ﷺ کا یہ حکم سن کر مسلمانوں نے سب مال اسے واپس کر دیا' اور ابوالعاص اپنے قافلہ کے ہمراہ اپنا پورا سامان لے کر واپس مکہ لوٹے' قریش کے سارے حقوق ادا کر دیئے۔پھر ان سے پوچھا۔اے گروہ قریش کیا تم میں سے کسی کا میرے ذمے کوئی مال باقی رہ گیا ہے۔انہوں نے جواب دیا۔نہیں تو انہوں

نے ان سے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں بخدا مجھے اسلام قبول کرنے سے صرف اس بات نے روکا ہوا تھا کہ تم شاید میرے بارے یہ گمان کرو کہ میں نے تمہارے مال کھانے کا ارادہ کرلیا ہے اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ مال تمہیں دلوا دیا ہے اور میں اس کی ادائیگی سے فارغ ہو گیا ہوں تو اب میں اسلام لاتا ہوں (۶۱) چنانچہ وہ بارادۂ ہجرت مکہ سے نکلے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کی زوجہ حضرت زینب پہلے نکاح صحیح کی وجہ سے انہیں لوٹا دیں (حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب ان کو واپس لوٹا دیں (۶۲) اور دوبارہ نکاح کی تجدید نہیں ہوئی۔ حضرت زینب آٹھ ہجری میں وفات پا گئیں۔ جناب نبی کریم ﷺ نے بہ نفس نفیس ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کے بعد ان کی بیٹی امامہ زندہ رہیں جن سے نبی کریم ﷺ بڑے لاڈ و پیار کرتے تھے۔ دراصل ان کی ذات میں ان کی رحلت کر جانے والی والدہ کی تصویر انہیں جھلکتی نظر آتی تھی۔ ''حضرت سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک دفعہ سنگ سلیمانی سے بنا ہوا ایک ہار بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں اسے اپنے گھر والوں میں کسی ایک کو بھیجوں گا، عورتوں نے کہا۔ ابو قحافہ کی بیٹی کو بھیجا جائے گا مگر آپ ﷺ نے امامتہ بنت زینب کو بلایا اور انکی گردن میں لٹکا دیا (۶۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے کندھوں پر اٹھاتے تھے اس حال میں کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے جب سجدہ میں جاتے تو ان کے نیچے اتار دیتے جب سجدہ کر لیتے تو انہیں دوبارہ اٹھا لیتے۔ (۶۴)

(رقیته المهاجرة الصابرة) (۶۵)

ہجرت کرنے والی اور صبر کرنے والی رقیہؓ

جہاں تک حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ کا تعلق ہے تو ان کی منگنی (جیسا کہ کہا گیا ہے) کہ شادی ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کی گئی۔ ان دونوں کی ماں ابوسفیان کی بہن ام جمیل بنت حرب بن امیہ تھی۔ قرآن پاک میں اس کا نام حمالتہ الحطب (لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے والی) رکھا گیا ہے، خواہ وہ منگنی ہو یا شادی بہر حال دونوں صورتوں میں اس وقت سے یہ رشتہ منقطع ہو گیا جب سے اللہ تعالیٰ نے ان کے والد ماجد نبی کریم ﷺ کی طرف وحی فرمائی۔ اور انہیں نبوت سے سرفراز فرمایا جس کے نتیجے میں رقیہؓ اور ام کلثومؓ کے سسر ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل نے رسالت اور رسول اکرم ﷺ کی مخالفت میں ایک بہت بڑا کردار ادا کرنے کی ذمہ داری اپنے سر اٹھالی۔ اور اپنے دونوں بیٹوں کو کہا کہ وہ نبی کریم ﷺ کو ناراض کرنے اور تکلیف پہنچانے کی

خاطر آپ کی دونوں بیٹیوں سے جدائی اختیار کریں اور اس لئے بھی کہ تا کہ اس حادثے کے باعث انہیں اپنے اہل وعیال اور گھر والوں کی فکر پڑ جائے اور آپ اپنی دعوت اپنے مشن سے باز رہیں مگر اسی وقت حضرت زینب کے خاوند ابوالعاص نے اس کی اس پیشکش کو ٹھکراتے ہوئے اس سے انکار کر دیا کہ وہ اپنی بیوی سے جدائی اختیار کریں اور فرمایا۔ خدا کی قسم میں اپنی رفیقۂ حیات کو ہر گز نہیں چھوڑوں گا۔ اور مجھے یہ بات پسند نہیں آ سکتی کہ میری اس بیوی کے بدلے قریش کی کوئی افضل سے افضل عورت بھی میری بیوی ہے۔ (۶۶)

عتبہ قریش کا بدترین نوجوان تھا۔ جناب نبی کریمؐ نے اسے بددعا دی کہ اللہ تعالیٰ اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط کر دے۔ چنانچہ اس کا باپ اور اس کی قوم سفر و حضر میں جناب نبی کریمؐ کی دعا بر آنے کے خوف سے اس کی حفاظت کرتے تھے۔ ایک سفر میں اس کے ساتھی اس کے گرد اگرد دائرہ کی شکل میں سو گئے۔ اور اسے اپنے وسط میں سلایا تا کہ کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہاتھ اس تک نہ پہنچ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک شیر بھیجا۔ وہ جو اس کے اردگرد تھے انہیں پھلانگ کر وہ اس تک جا پہنچا۔ اس کا سر پھاڑ دیا اور باقیوں کو کچھ نہیں کہا اور انہیں چھوڑ کر صرف اسے ہی چیر پھاڑ دیا۔ (۶۷) جہاں تک اس کے بھائی عتیبہ کا تعلق ہے تو وہ فتح مکہ کے دن اسلام لے آیا۔ ان دونوں کے ماں باپ ابولہب اور ام جمیل جناب رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینے، آپ ﷺ سے کینہ رکھنے اور آپ ﷺ سے مکر و فریب کرنے میں سب لوگوں سے بڑھ کر تھے۔ اسی لئے ان دونوں کے حق میں قرآن کریم کی یہ سورت نازل ہوئی۔

"تبت یدا ابی لهب و تب ما اغنی عنه ماله و ما کسب سیصلی نارا ذات لهب و امراته حمالة الحطب فی جیدها حبل من مسد" ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا تھا اس کے کچھ کام نہ آیا۔ عنقریب وہ اور اس کی لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے بیوی بھڑکتی ہوئی آگ میں گریں گے۔ اس کے گلے میں کھجور کی رسی ہے۔

اس کے بعد حضرت عثمان بن عفانؓ نے جلد ہی حضرت رقیہ سے شادی کر لی۔ یہ دونوں تمام دلہنوں سے بڑھ کر خوبصورت اور دلکش تھیں، شرف ایمان اور دید کی دلکشی کے ساتھ ساتھ شریف النسب اور کریم الاصل بھی تھیں۔ جب قریش کی ایذا اور مسلمانوں پر ان کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ ہجرت کرنے والوں میں سے سب سے پہلے مہاجر حبشہ حضرت عثمان اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ تھیں اور ان کے ساتھ مہاجرین اولین میں سے کچھ حضرات بھی تھے۔ آپؓ سفر میں ہی حاملہ ہو گئیں مگر یہ حمل ساقط ہو گیا۔ ان کے ہاں عبداللہ پیدا ہوئے۔ جب وہاں یہ خبر پہنچی کہ قریش

ایمان لے آئے ہیں تو لوٹنے والوں کے ساتھ آپ بھی لوٹ آئیں۔ واپس آ کر انہیں معلوم ہوا کہ قریش بدستور اپنی گمراہی پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کو مبتلائے عذاب رکھے ہوئے ہیں اوران کا تعاقب کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے رات تک صبر کیا۔ پھر ابوطالب اور ولید بن المغیرہ جیسے سرداران قریش نے ان کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ بعدازاں ہجرت مدینہ کا وقت آ گیا۔ سیدہ رقیہ نے اپنے شوہر حضرت عثمان بن عفانؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے لڑکے مرغ کے چونچ مارنے کی وجہ سے اپنی عمر کے چھٹے سال میں وفات پا گئے تھے۔ آپ غزوہٗ بدر کے وقت چیچک کی بیماری میں مبتلا ہو گئیں۔ اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ جناب رسول اللہ کے حکم سے ان کی تیمارداری کے لئے پیچھے رہ گئے اور جنگ بدر میں شرکت نہ کر سکے۔ جس وقت جناب رسول اللہ کے غلام زید بن حارثہؓ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری لے کر آئے۔ عین اسی وقت ان کی وفات ہوئی اور حضرت عثمانؓ ان کی قبر پر کھڑے ان کی تجہیز و تکفین میں مصروف تھے۔ ان کو جنۃ البقیع میں دفن کیا گیا۔ دو ہجرتوں والی سیدہ رقیہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ (۶۸)

ام کلثومؓ (۶۹)

حضرت ام کلثوم کا معاملہ اور ابولہب کے بیٹے عتبہ کے ان کو طلاق دینے کے بارے میں ہم پہلے جان چکے ہیں اس کے بعد وہ اپنے والد ماجد کے دولت کدہ میں ہی رہیں۔ آپ اور آپ کی والدہ ماجدہ قریش کی طرف سے جس تکلیف کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنا تھا اس میں آپ ﷺ کے شانہ بشانہ آپ کی شریک رہیں انہوں نے اپنی بہن کو حضرت عثمان کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کرتے دیکھا تھا اور گھاٹی میں محاصرے والے سال گزارنے کے بعد اپنی صالح اور پاکباز ماں کی وفات کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا پھر ہجرت مدینہ میں بھی حصہ لیا۔ وہاں اپنے والد ماجد ﷺ کے ساتھ قیام پذیر رہیں، جب ان کی ہمشیرہ حضرت عثمان کی بیوی حضرت رقیہ کی وفات ہوئی تو حضرت عثمانؓ ان کے فراق میں بہت غمناک ہوئے۔ اور حضرت عمرؓ نے جب اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ کو ان سے بیاہ دینے کی پیشکش کی تو انہوں نے اس کو ٹھکرا دیا۔ حضرت عمرؓ اس کی شکایت لے کر جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا "یزوجہ اللہ خیرا منھا، ویزوجھا اللہ خیرا منہ" اللہ تعالیٰ حضرت حفصہ سے بہتر کے ساتھ ان کی شادی کر دیں گے اور حضرت حفصہ کی شادی ان سے بہتر کے ساتھ کریں گے اور ایسے ہی ہوا۔ (۷۰)

چنانچہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی ام کلثوم حضرت عثمان کو بیاہ دی اور خود حفصہ

بنت عمر سے شادی کر لی۔ یہ معاملہ ماہ ربیع الاول سن تین ہجری میں طے پایا۔ (۷۱) انہوں نے حضرت عثمانؓ جیسے مجاہدانہ زندگی بسر کرنے والے شخص کے ساتھ زندگی گزاری۔ حضرت عثمان بہت سخی اور بڑے عمدہ انسان تھے۔ آپ نے ان کے ساتھ چھ سال گزارے اور ماہ شعبان سن نو ہجری میں وفات پائی۔ آپؓ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ (۷۲)

ابراہیم ابن رسولؐ

حضرت ابراہیم ابوالقاسم سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ ماریہ القبطیہ تھیں۔ سوائے حضرت ابراہیم کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد حضرت خدیجہ کے بطن سے تھی۔ صرف حضرت ابراہیم حضرت ماریہ کے بطن سے تھے۔ حضرت ابراہیمؓ ذی الحج کے مہینہ آٹھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کی دایہ سلمٰی نامی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی تھیں یہ ابورافع کی بیوی تھیں۔ حضرت ابورافع نے بیٹے کی پیدائش پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سنائی۔ اور مبارک باد دی تو اس کے صلہ میں آپؐ نے ان کو ایک غلام عطا فرمایا۔ (۷۳) جب حضرت ابراہیم سات دن کی عمر کو پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عقیقہ کیا۔ ان کے بال منڈوائے اور ان کے وزن کے برابر مساکین پر چاندی صدقہ کی ان کے بال لے کر زمین میں دفن کر دیئے اور ان کا نام بھی رکھا (۷۴) حضرت انسؓ سے روایت ہے انہوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی آپؐ نے فرمایا" ولدلی اللیلة غلام فسمیته باسم ابی ابراھیم" (۷۵) آج رات میرا لڑکا پیدا ہوا ہے۔ میں نے اس کا نام اپنے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا ہے۔ آپ کی ولادت کے بعد اس بات پر انصار کا ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ شروع ہو گیا کہ کون ان کو دودھ پلائے گا۔ انہوں نے اس بات کو محبوب جانا کہ وہ حضرت ماریہؓ کو جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے فارغ کر دیں کیونکہ جناب نبی کریم کی جوان کے ساتھ محبت تھی۔ اس سے وہ لوگ بخوبی آگاہ تھے۔ (۷۶) چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک لوہار کی بیوی ام سیف کے حوالے کر دیا۔

"حضرت ابراہیمؓ کی فضیلت میں وارد ہونے والی حدیث بخاری نے حضرت براء بن عازب سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابراہیمؓ کی وفات ہوئی تو جناب رسول اللہ نے فرمایا "ان لہ مرضعنا فی الجنة" بے شک ان کے لئے جنت میں ایک دودھ پلانے والی مقرر کر دی گئی ہے۔ (۷۷)

بخاری میں حضرت عبداللہ بن اوفی کی روایت سے یہ حدیث بھی موجود ہے جس میں انہوں نے کہا کہ حضرت ابراہیمؓ بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اگر یہ فیصلہ فرما دیا جاتا کہ حضرت محمد مصطفیٰ

ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوتو آپ ﷺ کے یہ فرزند ارجمند زندہ رہتے مگر چونکہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اس لئے یہ زندہ نہ رہے۔(۸-)

امام مسلم اور امام احمد نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے حضرت انسؓ نے جناب نبی کریم ﷺ سے روایت کی۔ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ان ابراھیم ابنی وانہ مات فی الثدی وانّ لہ لظرین تکملان رضاعہ فی الجنۃ" بے شک ابراہیم میرا بیٹا ہے اور وہ دودھ پینے کے زمانہ میں فوت ہوگئے ہیں اور بے شک ان کی دودودھ پلانے والیاں ہیں جو جنت میں ان کی دودھ کی مدت پوری کریں گی۔(۹-)

آپؓ کی وفات

حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ ﷺ بروز منگل، بیس ربیع الاول سن دس ہجری کو فوت ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر سترہ یا اٹھارہ مہینے تھی۔(۸۰)

حضرت انسؓ نے حضرت ابراہیمؓ کی موت کے بارے میں اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ابو سیف لوہار کے پاس آئے وہ حضرت ابراہیمؓ کے دائے تھے (یعنی آپ کو دودھ پلانے والی کے خاوند تھے۔) جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیمؓ کو ان سے لے لیا۔ انہیں بوسہ دیا۔ انہیں سونگھا۔ پھر اس کے بعد ہم دوبارہ اس کے ہاں آئے۔ اس وقت حضرت ابراہیمؓ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر جناب رسول اللہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے آپ سے عرض کی اور متعجبانہ انداز میں آپؐ سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی ایسا کر رہے ہیں؟ فقال یا بنی انھا رحمتہ" ثم اتبعھا باخریٰ، فقال "ان العین تدمع والقلب یحزن، ولا نقول الا مایرضی ربنا، وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون" (۸۰)

آپ نے جواب میں فرمایا، بیٹے۔ یہ رحمت ہے پھر اور آنسو بہائے اور فرمایا بے شک آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غم کھاتا ہے۔ ہم وہی کہیں گے جو ہمارے رب تعالیٰ کو راضی کرے۔ اے ابراہیم ہم تمہاری جدائی پر بہت غمزدہ ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ جناب نبی کریم نے پڑھائی اور جنت البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ(۸۱)

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جناب نبی کریم کی ساری اولاد سوائے حضرت فاطمہؓ کے آپ کی زندگی مبارکہ میں ہی وفات پاگئی تھی۔ ان کی وفات آپ ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد ہوئی۔ چنانچہ اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ ہی حضور ﷺ سے جاملیں۔ جناب نبی کریم کی نسل

انہیں کی اولاد حضرات حسنینؓ سے ہی پھیلی' جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر حضرت زینب کا تعلق ہے تو ان سے صرف ایک لڑکی امامہ نامی پیدا ہوئیں جو ابوالعاص کی بیٹی تھیں۔ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے ان سے شادی کر لی۔ ان سے حضرت علیؓ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ پھر انہوں نے مغیرہ بن نوفل سے شادی کی۔ اس کی بھی ان کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہ نے حضرت عثمان کے لئے ان کے بیٹے عبداللہ کو جنم دیا جو چھ سال کی عمر میں راہی ملک عدم ہوئے۔

جہاں تک ام کلثومؓ کا معاملہ ہے تو ان کے بطن سے حضرت عثمانؓ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ جو اس منشائے ایزدی کی متقاضی تھی۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ قول اشارہ کر رہا ہے۔ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" و کان اللہ بکل شئی علیما.

اللھم صلی علی سیدنا محمد و علی آزواجه و ذریته کما صلیت علی سیدنا ابراھیم و بارک علی محمد و علی ازواجه و ذریته کما بارکت علی ابراھیم انک حمد مجید (۸۲)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں میں سے آخری نبی ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

اے اللہ رحمت بھیج ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد پر جیسے تو نے ہمارے سردار حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھیجی اور حضرت محمد ﷺ پر اپنی برکت نازل فرما اور آپ کی ازواج پر اور آپ کی اولاد پر جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل فرمائی۔ بے شک تو سب خوبیوں سے اعلیٰ اور بزرگ و برتر ہے۔

حواشی

۱۔ خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد ا/ ۱۴۰ اور سیر اعلام النبلاء للذھبی' ۳/ ۲۴۶۔۲۴۸ دیکھئے۔

۲۔ ام الفضل کے خواب والی حدیث' الدولابی نے "الذریته الطاھرۃ" ص: ۲۰۷ میں اسے روایت کیا ہے۔ اس کے اسناد حسن ہیں۔

۳۔ جناب رسول کریم کے حسن' حسین اور محسن نام رکھنے کی حدیث۔ احمد نے المسند (ا/ ۹۸۔۱۱۸ اور الفضائل (۱۳۶۵) میں' الطبرانی ۲۷۷۳ میں اور البزار نے اس کو روایت کیا ہے۔ جیسا کہ یہ حدیث "کشف الاستار" ۱۹۹۷۔۱۹۹۸، میں مروی ہے' الطیالسی نے ۲۰۲۴ میں' ابن حبان (۲۲۲۷۔ موارد) میں' حاکم نے ۳/ ۱۶۵' ۱۶۸ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح الاسناد ہے ذہبی نے ان سے موافقت کی ہے۔ الہیثمی حضرت علیؓ کی روایت سے اسے مجمع الزوائد ۸/ ۵۲ میں لائے ہیں اور کہا ہے کہ اس حدیث کو احمد' البزار' اور الطبرانی نے روایت کیا ہے اور احمد اور البزار کے رجال صحیح والے رجال ہیں سوائے ہانی ابن ہانی کے اور وہ ثقہ ہیں۔

۴۔ ترمذی نے اس حدیث کو۱۵۱۴نمبر کے تحت (الاضاحی) کے باب (الاذان فی اذن المولود) ۸۲/۴ میں اسے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے ابوداؤد ۵۱۰۵نمبر کے تحت ''الادب'' کے باب (''الصبی یولد فیوذن لہ فی اذنہ'') (بچہ پیدا ہو اور اس کے کان میں اذان کہی جائے) میں، طبرانی ۹۸۶۷، البیہقی نے ۳۰۵/۹ میں اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف (۷۹۸۶) میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ابن القیم کا ''تحفۃ المودود'' ص ۳۱ دیکھئے۔

۵۔ ترمذی نے نمبر1519 کے تحت ''الاضاحی'' کے باب (العقیقۃ بشاۃ) ۸۳/۴ میں حضرت علی بن ابی طالبؓ کی حدیث سے اسے روایت کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے، ابو رافع اور احمد سے المسند (۳۹۰/۶۔۳۹۲) میں اور الطبرانی ۹۱۷، ۲۵۷۶) سے مروی ہے۔ الہیثمی نے اسے المجمع ۵۷/۴ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القیم کا ''تحفۃ المودود'' دیکھئے۔ (۹۷۔۹۹)

۶۔ امام نسائی نے (۱۶۵/۷۔۱۶۶) حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے ان الفاظ کے ساتھ (عق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن حسن والحسین بکبشین'' (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین کریمین سے دو مینڈھے بطور عقیقہ ذبح فرمائے) (ان کے اسناد قوی ہیں) اور انس ابن حبان سے ان کی صحیح (۱۰۶۱) میں اور البیہقی ۲۱۹۹/۹) سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ ''عق عن حسن وحسین بکبشین'' (حسن وحسین کی طرف سے دو مینڈھے بطور عقیقہ ذبح کئے) ان کے اسناد صحیح ہیں۔

۷۔ امام احمد نے المسند (۲۸۳/۶ میں ابن ابی ملیکۃ کے واسطہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ حضرت فاطمہؓ حسن ابن علی کو نچاتی تھیں اور ان سے کہتی تھیں۔ ''بابی شبہ النبی ولیس شبھا بعلی'' صحیح وہ ہے جو عنقریب آئے گا۔) جو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے جیسا کہ بخاری وغیرہ نے عقبۃ بن الحارثؓ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عصر کی نماز پڑھی۔ پھر باہر کلے ان کے ساتھ حضرت علیؓ بھی تھے۔ انہوں نے حضرت حسنؓ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا انہیں اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور فرمایا ''بابی شبیہ بالنبیؐ ولیس شبیھا بعلی'' حضرت علی ہنس رہے تھے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری ۹۶/۷ میں حضرت فاطمۃ کی حدیث (اس میں ارسال ہے) ذکر کرنے کے بعد کہا ہے۔ اگر یہ محفوظ ہو تو غالباً حافظ کا کلام اس جملہ ''ولیس شبہا'' کے متعلق ''الفتح'' میں دیکھئے۔ یہ ایسے ہی رفع کے ساتھ آیا ہے۔ حالانکہ صحیح نصب ہے۔ (یعنی شبیہ مگر صحیح شبہا ہے۔

۸۔ طبرانی نے ۴۲/۳۔۴۳ اور حاکم نے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث ص: ۸۹، رامہرمزی نے امثال الحدیث ص: ۱۳۲ میں اسے نقل کیا ہے۔ صاحب کنز العمال نے ۳۷۶۴۲۔۳۷۶۹۸۔۴۵۴۲۱۔۴۵۴۳۰ کے تحت اسے ذکر کیا ہے۔ تہذیب ابن عساکر ۲۰۵/۴ میں موجود ہے۔
الہیثمی نے مجمع الزوائد ۱۷۶/۹ میں اسے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں ابو مزرد ہے۔ جسے کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا، ان کے باقی رجال صحیح والے رجال ہیں۔ حزقۃ، حاکم ''معرفۃ علوم الحدیث'' میں رقمطراز کہتے ہیں۔ کہ میں نے ادباء سے اس حدیث کا معنی پوچھا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ حزقۃ کا معنی ہے اپنے قدم قریب قریب رکھنے والا اور چھوٹا ہونے کے باعث کوئی چیز بھی اس کی آنکھوں سے چھوٹی نہیں ہوتی۔ بعض ادیبوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ بقہ سے جناب نبی کریم ﷺ کی مراد حضرت فاطمہ تھیں۔ آپؐ نے حسن وحسین سے فرمایا۔ یا قرۃ عین بقتہ ترق (اے بقہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اوپر چڑھیئے۔ واللہ علم اس حدیث کی تشریح کے سلسلہ میں النھایہ ۳۷۸/۱ بھی دیکھئے۔

۹۔ یہ حدیث روایت کی جا چکی ہے۔

۱۰۔ التغابن (۱۵)

۱۱۔ ابوداؤد نے ۱۱۰۹ کے تحت الصلاۃ کے باب ''قطع الخطبتہ الامر یحدث'' (کسی کام کے پیش نظر خطبۃ منقطع کر دینا) ۶۶۴/۱ میں ترمذی نے ۳۷۷۶ نمبر کے تحت مناقب میں باب ''مناقب الحسن والحسینؓ'' میں، نسائی نے ۱۰۸/۳، الجمعۃ کے باب نزول الامام عن المنبر قبل فراغہ من الخطبۃ و قطعہ کلامہ ورجوعہ الیہ یوم الجمعۃ (امام کا جمعہ کے دن خطبہ سے فارغ ہونے سے قبل منبر سے اترنا، اپنی کلام کو قطع کرنا اور پھر دوبارہ اس کی طرف لوٹنا) میں اس حدیث کی تخریج کی ہے۔

ابن حبان نے بھی اپنی صحیح (۲۲۳۱۔موارد) میں اور احمد نے المسند ۵/۳۵۴ اور الفضائل میں ۱۳۵۸ نمبر کے تحت اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

۱۲۔ النہایۃ ۲۶۸۔۲۶۹ اس سے مراد کم عمر ہے۔چھوٹی عمر والے کو "لکع" کہا جاتا ہے۔اگر بڑے پر اس کا اطلاق کیا جائے تو اس سے مراد کم علم ہوگا۔

۱۳۔ احمد نے المسند ۲/۵۳۲ اور الفضائل (۱۴۰۷ میں اسے روایت کیا ہے۔الفاظ ان کے ہیں اس کی اصل بخاری و مسلم میں موجود ہے) بخاری نمبر ۲۱۲۲، ۵۸۸۴ فتح الباری (۴/ ۳۳۹، ۱۰/۳۳۲، مسلم نمبر ۲۴۲۱) ۴/۱۸۸۲۔

۱۴۔ احمد نے المسند (۱/ ۲۰۰ میں الدارمی نے ۱/ ۳۷۳ میں البیہقی نے ۲/ ۲۰۹، ۴۹۸ میں الدولابی نے الذریۃ الطاہرۃ ۸۱ میں ابوداؤد نے نمبر ۱۴۲۵ کے تحت ترمذی نے ۴۶۴ نمبر کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے۔نسائی ۳/ ۲۴۸ میں ابن ماجۃ ۱۱۷۸ میں طیالسی ۱۱۷۹ میں عبدالرزاق اپنی مصنف ۴۹۸۴ میں طبرانی ۲۷۰۱، ۲۷۰۲ میں ابن حبان ۵۱۲ میں اس کو روایت کرتے ہیں۔ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے، حاکم اپنی المستدرک ۳/ ۱۷۲ میں اس کو لائے ہیں۔اسے صحیح کہا ہے۔ذہبی نے ان سے سکوت کیا ہے۔حافظ ابن حجر نے اپنی "تلخیص الحبیر" ۱/ ۹۴۔۹۵ میں اس پر طویل گفتگو کی ہے۔

۱۵۔ تہذیب ابن عساکر ۴/ ۲۱۹، البدایۃ والنہایۃ ۸/ ۳۸، سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۵۳۔۲۶۲

۱۶۔ بخاری نے نمبر ۳۷۴۶ کے تحت فضائل الصحابۃ میں باب (مناقب الحسن والحسینؓ میں) اور الصلح باب (قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ابنی ھذا سید) اور اللہ عزوجل کے اس قول (فاصلحوا بینہما) کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔فتح الباری ۔/ ۶۱، ترمذی (نمبر ۳۷۷۳) مناقب میں (باب مناقب الحسن والحسینؓ میں ۵/ ۶۱۶، ابوداؤد نمبر ۴۶۶۲) "السنۃ" میں (باب ما یدل علی ترک الکلام فی الفتنۃ) اس چیز کا باب جو چیز فتنہ میں کلام نہ کرنے پر دلالت کرتی ہے) میں النسائی ۳/ ۱۰۷ جمعۃ میں باب (مخاطبۃ الامام رعیۃ ھو علی المنبر (امام کا منبر پر کھڑے ہو کر اپنی رعیت کو خطاب کرنا) میں طبرانی ۲۵۸۸۔ ۲۵۹۲۔۲۵۹۳ اور احمد ۵/ ۳۸، ۴۴۔۴۹۔۵۱ میں اس حدیث کو لائے ہیں۔

۱۷۔ آپ کے جود وسخاء کے بارے میں جو کچھ منقول ہے اسے صفۃ الصفوۃ ۱/ ۷۶۰ سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۵۳۔۲۶۰ اور ملتقی الاصفیاء ۳۸ میں دیکھئے۔

۱۸۔ حضرت امام حسنؓ سائل سے یہ کہہ کر معذرت کر سکتے تھے کہ اس وقت ان کے پاس کچھ نہیں۔اس وقت آپ کا عذر مقبول بھی ہوتا۔مگر اس کے باوجود آپ نے ایک ایسا طریقہ معلوم کیا جس سے سائل کی مشکل دور ہو سکتی تھی آپ نے اسے کچھ تعزیتی کلمات سکھا دیئے۔جب اس نے ان کلمات کے ساتھ تعزیت کی تو اسے جو ملنا تھا مل گیا۔

۱۹۔ ملتقی الاصفیاء (۳۹) دیکھئے۔

۲۰۔ سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۷۹، ملتقی الاصفیاء (۴۴) دیکھئے۔

۲۱۔ آپ کے پاپیادہ حج کرنے کی خبر دیکھئے۔صفۃ الصفوۃ ۱/ ۷۶۰، تہذیب ابن عساکر ۴/ ۲۱۷،۲۱۶، حلیۃ الاولیاء ۲/ ۳۷، البدایۃ النہایۃ ۸/ ۳۷ اور سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۵۳، ۲۶۷ میں پڑھئے۔امام بخاری نے اپنی صحیح میں تعلیق باندھی ہے کہ آپ نے پاپیادہ حج کیا، حالانکہ عمدہ قسم کی اونٹنیاں آپ کے آگے آگے موجود تھیں۔

۲۲۔ امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۶۱ میں واقدی سے نقل کرتے ہوئے اسے ذکر کیا ہے۔

۲۳۔ اسے تہذیب ابن عساکر ۴/ ۲۲۲۔۲۲۵، سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۶۴ میں دیکھئے۔

۲۴۔ اس کے لئے المستدرک الحاکم ۳/ ۱۷۵، مصنف عبدالرزاق ۱۱/ ۴۵۲ فضائل الصحابۃ امام احمد نمبر ۱۳۵۵، سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۷۱، ملتقی الاصفیاء ۴۰ دیکھئے۔

۲۵۔ اس کی روایت گزر چکی ہے۔

۲۶۔ حاکم اس کو المستدرک ۳/ ۱۷۵ میں لائے ہیں۔

۲۷۔ آپ کی وفات کے بارے صفۃ الصفوۃ ۱/ ۶۲، سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۷۷، الاستیعاب ابن عبدالبر ۱/ ۳۷۴ کی طرف رجوع کیجئے۔

۲۸۔ آپ کی سیرت کا درج ذیل کتب حدیث وسیر میں مطالعہ کیجئے، تاریخ بغداد ۱/ ۱۴۱، اسد الغابۃ ۲/ ۱۸، نسب قریش ۵۔ الکامل

۱۶۴/۴' الاستیعاب ۱/۳۹۲' مراۃ الجنان ۱/۱۳۱' البدایۃ والنہایۃ ۸/۱۴۹' الاصابہ ۱/۳۳۲' تہذیب التہذیب ۲/۳۴۵' شذرات الذہب ۱/۶۶' تہذیب ابن عساکر ۴/۳۱۴' سیرۃ اعلام النبلا ۳/۲۸۰' مروج الذہب ۲/۲۴۸' تاریخ الطبری ۵/۳۴۔۳۸۱'۴۰۰' حلیۃ الاولیا ۲/۳۹' التاریخ الکبیر ۲/۳۸۱' تہذیب الاسماء واللغات ۱/۱/۱۶۲' ملتقی الاصفیاء (۴۴) سے الوافی بالوفیات ۱۲/۴۲۳' صفۃ الصفوۃ ۱/۶۲۔

۲۹۔ تاریخ بغداد ۱/۱۴۱' الہیثمی "المجمع" ۹/۱۹۴ میں اسے لائے ہیں پھر کہا ہے کہ طبرانی نے اسے روایت کیا ہے اور ان کے رجال ثقہ ہیں۔

۳۰۔ بخاری اس حدیث کو ۳۳ نمبر کے تحت (الانبیاء) میں لائے ہیں فتح الباری ۶/۴۰۸' ابوداؤد نمبر ۴۷۳۷) "السنۃ" باب (فی القرآن) ۵/۱۰۴ ترمذی نمبر کے تحت ۲۰۶۰ "الطب" (باب ماجاء فی الرقیۃ والعین) تعویذ اور نظر لگ جانے کے بارے میں جو کچھ آیا ہے) ۴/۳۶۴' میں النسائی کے باب (عمل الیوم واللیلۃ) (رات دن کے عمل کے بارے میں) کے باب میں ص: ۲۹۱ ابن ماجۃ الطب باب (ماعوذ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما عوذ بہ میں اور احمد ۱/۲۳۶ میں اس حدیث کو لائے ہیں۔

۳۱۔ یہ حدیث روایت کی جا چکی ہے۔

۳۲۔ ترمذی نے نمبر ۳۷۰۹ کے تحت المناقب میں باب مناقب الحسن والحسین ۵/۶۱۸ میں اسے روایت کیا ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے۔ ابن حبان (۲۲۳۵) نے اس کی روایت کی ہے اور امام احمد نے المسند ۱/۹۹' ۱۰۸ میں اور الفضائل نمبر (۱۳۶۶) میں اسے نقل کیا ہے' الہیثمی مجمع الزوائد میں (۹/۱۰۶) حضرت علیؓ سے اسے لائے ہیں اور کہا ہے کہ طبرانی نے اسے روایت کیا ہے اور اس کے اسناد عمدہ ہیں۔

۳۳۔ حضرت براء بن عازب کی روایت میں ہے "بعید مابین المنکبین" یعنی پشت کا اوپر والا حصہ چوڑا تھا۔

۳۴۔ الکرادیس۔ ہر دو ہڈیاں جو دو جوڑوں میں ملیں۔ مثلاً دونوں مونڈھے' دونوں گھٹنے' دونوں چوتڑ۔

۳۵۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں ہے "ششن القدمین والکفین" ۳۷۰۷' مناقب میں مناقب الحسن والحسین ۵/۶۱ اس کے بھی وہی معنی ہے۔

۳۶۔ ترمذی' نمبر ۳۷۷۵) 'المناقب (باب مناقب الحسن والحسین) ۵/۶۱۷ ترمذی اسے حسن قرار دیا ہے۔

۳۷۔ ابن ماجہ ۱۴۴' المقدمۃ (باب فی فضائل اصحاب رسول اللہ ﷺ "فضل الحسن والحسین بنی علی بن ابی طالبؓ" ابن ماجہ نے "الزوائد" میں کہا ہے کہ اس کے اسناد عمدہ ہیں اور اس کے رجال ثقہ ہیں حاکم مستدرک ۳/۱۶۷ میں اس حدیث کو لائے ہیں۔ اسے صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان سے موافقت کی ہے' ابن حبان (۲۲۴۰۔ موارد) انہوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۳۸۔ النسائی ۲/۲۳۰۰۲۲۹' (افتتاح الصلوۃ میں) باب "ھل یجوز ان تکون سجدۃ اطول من سجدۃ" کیا یہ جائز ہے کہ ایک سجدہ دوسرے سے زیادہ لمبا ہو) اور احمد اسے "المسند" ۳/۴۹۳ میں' حاکم المستدرک ۳/۱۶۶ میں لائے ہیں اسے صحیح قرار دیا ہے' امام ذہبی نے اس میں ان کی موافقت کی ہے۔

۳۹۔ طبرانی' ابن مندۃ' ابن عساکر نے اس کی روایت کی ہے۔ جیسا کہ کنز العمال (۲/۲۴۷) میں بھی ایسے ہی مروی ہے الہیثمی نے "المجمع" میں کہا ہے "وفی اسنادہ من لا یعرف" اس کی اسناد میں وہ ہے جو مجہول ہے' ۹/۱۸۵

۴۰۔ پہلے روایت کی جا چکی ہے۔

۴۱۔ ذہبی نے اپنی کتاب "سیر النبلا" ۳/۲۵۱۔۲۵۸ میں واقدی سے نقل کرتے ہوئے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۴۲۔ خطیب بغدادی' تاریخ بغداد ۱/۱۴۱ میں' ذہبی نے سیر اعلام النبلا" ۳/۲۸۵ میں اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے اسناد صحیح ہیں' حافظ نے "الاصابہ" ۱/۳۳۳ میں اسے ذکر کیا ہے۔

۴۳۔ مذکورہ بالا عبارت شرف خلافت وحکومت سے کنایہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے اور پھر اس کے بعد اس کے رسول ﷺ کے فضل سے ہے جنہوں نے اسلام کی بنیاد رکھی۔ پھر آپؐ نے اپنے بعد لوگوں کو اپنا نائب بنایا۔

۴۴۔ اہل بیت کی طرف سے خلیفہ اعظم حضرت عثمانؓ کے دفاع کے سلسلہ میں اس اخلاص اور اس قربانی پر غور وفکر کیجئے اور اس کا اس سے موازنہ کیجئے جو دشمن اور عیب لگانے والے حضرت عثمانؓ ان کے دونوں ساتھیوں ابوبکر وعمر اجمعین کے بارے میں کہتے ہیں۔

۴۵۔ سیر اعلام النبلا ۴/۱۱۵۔۱۱۷' تاریخ الاسلام ۳/۲۹۶ کی طرف رجوع کیجئے۔ نیز محمد بن الحنفیہ کی طرف سے اس ادب اور اس

اعلیٰ وارفع برادرانہ عزت واحترام کا بھی ملاحظہ کیجئے۔

۴۶۔ سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۹۱ دیکھئے۔

۴۷۔ امام ذہبی نے اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۸۷ میں اس خبر کا تذکرہ کیا ہے۔
حضرت ابوھریرۃ کی طرف سے اہل بیت کی اس درجہ وفاداری ان کی محبت اور تعظیم ملاحظہ کیجئے ان کے بارے روافض کا جو طرز عمل ہے۔ اس سے نیز وہ جن اوصاف ومظالم کے ساتھ ان کا تذکرہ کرتے ہیں ان کا اس سے موازنہ کیجئے۔

۴۸۔ بخاری نے ۶۰۷۷، ۶۲۳۷ نمبر کے تحت الادب کے باب ''الھجر ۃ'' فتح ۱۰/ ۴۹۲ میں مسلم نے نمبر (۲۵۶۰) البر میں (باب تحریم الھجر فوق ثلاث) (تین دن سے زیادہ کسی سے سلام وکلام چھوڑنا) میں ترمذی نے نمبر (۱۹۳۳) البر (باب کراھیتہ الھجر للمسلم (مسلمانوں سے جدائی اختیار کرنا ایک ناپسند فعل ہے) کے باب میں اور ابوداؤد نے نمبر (۴۹۱۱) الادب کے باب فیمن یھجر آخاہ المسلم (ان لوگوں میں جو اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق کرتے ہیں) ۵/ ۲۱۴ میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

۴۹۔ ملتقی الاصیاء ۴۹، سیر اعلام النبلاء ۳/ ۳۱۸، الاصابہ ابن حجر دیکھئے۔

۵۰۔ صادق عرجون کی کتاب ''الخلیفۃ المفتری علیہ'' ابن بکر بن العربی کی الواصم من القواصم دیکھئے۔

۵۱۔ البدایہ والنہایہ ج ۴=۲ص: ۱۶۹۔۱۷۰ دیکھئے۔

۵۲۔ البدایہ والنہایہ ج ۴=۲ص: ۱۶۹۔۱۷۰ دیکھئے۔

۵۳۔ البدایہ والنہایہ ۱۶۱ دیکھئے۔

۵۴۔ شیخین نے اسے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔

۵۵۔ النساء: ۱۵۷

۵۶۔ البقرۃ: ۸۷

۵۷۔ الف البروج: ۴۔۸ ب سورۃ النور الایۃ ۱۲۔۱۴

۵۸۔ بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

۵۹۔ البدایہ والنہایہ ج ۴/ ۲/ ۱۷۰

۶۰۔ العواصم والقواصم ص: ۱۲۵

۶۱۔ الطبقات الکبریٰ ۵/ ۱۶۰

۶۲۔ تاریخ الطبری ۵/ ۴۳

۶۳۔ ابن حجر الہیثمی 'الصواعق المحرقہ ص: ۳۰۳ اور تاریخ یعقوبی ۳/ ۴۷

۶۴۔ ابن کثیر' البدایہ والنہایہ۔
ان کے حالات زندگی درج ذیل کتب میں دیکھئے ''نسب قریش'' ۲۲، ۱۵۷، ۱۵۸، ۲۱۹، ۲۳۱ طبقات ابن سعد ۸/ ۳۰، اسد الغابہ ۷/ ۱۳۰، تہذیب الاسماء واللغات ۲/ ۳۴۴، العبر ۱/ ۱۰، التاریخ الصغیر (۱/ ۷۔۸، ۱۷ مجمع الزوائد ۹/ ۲۱۲۔۲۱۶، العقد الثمین ۸/ ۲۴۲، المستدرک ۴/ ۴۲۔۴۶، الاستعیاب ۴/ ۳۱۲، الاصابہ ۴/ ۳۱۱

۶۵۔ المعرفۃ والتاریخ' یعقوب بن سفیان ۳/ ۲۶۹۔۲۷۰، دلائل النبوۃ' بیہقی ۷/ ۲۸۲، ابن اسحاق' السید' ص ۲۴۵، مجمع الزوائد ۹/ ۲۱۲، اسد الغابۃ ۷/ ۱۳۰

۶۶۔ احمد نے المسند ۶/ ۲۷۶، ابوداؤد نمبر ۲۶۹۲، البیہقی نے دلائل النبوۃ ۳/ ۱۵۴، الحاکم نے المستدرک ۳/ ۲۳۶، ۴/ ۴۴ میں اسے روایت کیا ہے' امام ذہبی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور حاکم کی موافقت کی ہے' ابن سعد نے الطبقات میں سواقدی کے واسطہ سے اس کی تخریج کی ہے۔

۶۷۔ مکہ سے آپ ﷺ کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی حدیث درج ذیل حضرات نے روایت کی ہے۔
الطبرانی نے ۲۲/ ۴۳۱، حاکم نے المستدرک ۴/ ۴۳ میں' طحاوی نے مشکل الآثار ۱/ ۴۴۔۴۶ میں' بیہقی نے دلائل النبوۃ ۳/ ۱۵۵

میں ابن ہشام نے ۲/ ۲۹۷ میں طبرانی نے ۲/ ۴۶۹-۴۷۱ میں اور البزار نے جیسا کہ کشف الاستار ۲۶۶۶ میں آیا ہے۔ الہیثمی نے "مجمع الزوائد" میں کہا ہے (۹/ ۲۱۳) کہ طبرانی نے "الکبیر" اور "الاوسط" میں اس کا بعض حصہ روایت کیا ہے اور البزار نے روایت کی ہے اور اس کے رجال صحیح والے رجال ہیں۔

۶۸۔ اس حدیث کو حاکم نے المستدرک ۳/ ۲۳۶-۲۳۷ میں حضرت عائشہؓ حضرت انسؓ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے۔ الہیثمی اسے "مجمع الزوائد" ۹/ ۲۱۳ میں حضرت ام سلمہؓ سے لائے ہیں اور کہا ہے کہ طبرانی نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور اس کے ایک راوی ابن لہیعۃ ہیں ان میں ضعف ہے۔ اس کے باقی رجال ثقہ ہیں، یہ سیرۃ ہشام ۲/ ۳۰۳ اور طبری ۲/ ۴۷۰-۴۷۱ میں ہے۔

ابوداؤد نے نمبر ۲۲۴۰ الطلاق میں باب (الی متی ترد علیہ امراتہ انا اسلم) میں ترمذی نمبر (۱۱۴۳) نے نکاح کے باب (ماجاء فی الزوجین المشرکین یسلم احدھما) (جو مشرک جوڑے کے بارے آیا ہے جب ان میں سے ایک اسلام قبول کرلے کا باب) ۳/ ۸۸۴ میں ابن ماجہ نے نمبر ۲۰۰۹ کے تحت النکاح کے باب (الزوجان یسلم احدھما قبل الاخر) (دو میاں بیوی سے جب ایک دوسرے سے پہلے اسلام قبول کرلے کا باب) میں البیہقی نے ۷/ ۱۸۷ الحاکم نے ۲/ ۲۰۰، ۳/ ۲۳۷، ۲۳۳، ۴/ ۴۶ میں، ابن سعد نے ۸/ ۳۱۳ میں ابن حزم المحلی نے ۳۱۵ میں اسے روایت کیا ہے۔

ترمذی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے اسناد میں کوئی خرابی نہیں۔

۶۹۔ ابن سعد نے "الطبقات" ۸/ ۴۰ میں احمد نے المسند میں اور ابویعلی اور طبرانی نے "الکبیر" میں اسے روایت کیا ہے مجمع الزوائد ۹/ ۲۵۵ شوکانی نے "در الصحابہ" میں کہا ہے کہ احمد اور ابویعلی نے عمدہ اسناد کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔

۷۰۔ بخاری "سترۃ المصلی" کے باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ علی عنقہ (جب چھوٹی بچی کو اپنی گدی پر اٹھایا کا باب) اور الادب کے باب (رحمتہ الولد و تقبیلہ) (بچے پر شفقت اور اسے بوسہ دینے کا باب) میں اور مسلم نمبر ۵۴۳ کے تحت المساجد کے باب "جواز حمل الصبیان" (بچوں کو اٹھانے کے جواز کا باب) میں اور امام مالک نے قصر الصلاۃ میں باب "جامع الصلاۃ" ۱/ ۱۷۰ میں اور ابوداؤد نمبر ۹۱۷-۹۲۰ الصلاۃ کے باب "العمل فی الصلاۃ" نماز میں کوئی کام کرنا اور نسائی "المساجد" میں اور "السہو" ۲/ ۴۵، ۳/ ۱۰ میں اس حدیث کو لائے ہیں۔

۷۱۔ آپؓ کی سیرت کا درج ذیل کتابوں میں مطالعہ کیجئے۔ طبقات ابن سعد ۸/ ۳۶، ۳۷ اسد الغابہ، شذرات الذہب ۱/ ۹، ۵۷ المستدرک ۴/ ۴۶-۴۸، الاصابہ ۴/ ۳۰۴، الاستیعاب ۴/ ۲۹۹، سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۵۰

۷۲۔ اس حدیث کو طبرانی نے ۲/ ۴۲۶-۴۲۷ ابن ہشام نے ۲/ ۲۹۶ نے روایت کیا ہے۔ الہیثمی نے "المجمع" میں ابن اسحاق کی روایت سے اس کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ طبرانی نے اسے روایت کیا ہے اور اس کے اسناد منقطع ہیں اور ابن عبدالبر نے الاستیعاب ۳=۲۲۹ میں اسے روایت کیا ہے۔

۷۳۔ حاکم نے المستدرک ۲/ ۵۳۹ میں اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ذہبی نے اس سے موافقت کی ہے، ابونعیم "دلائل النبوۃ" ۱۶۳ میں، البیہقی "الدلائل ۲/ ۳۳۱ میں اسے لائے ہیں۔

کشاف کی احادیث کی تخریج کے سلسلہ میں ابن حجر کا کلام "الکافی الشافی" میں "مجمع الزوائد" میں پڑھئے (۶/ ۱۸-۱۹)

۷۴۔ حاکم نے المستدرک ۴/ ۴۷-۴۸، طبقات ابن سعد ۸/ ۳۶، المعرفۃ والتاریخ یعقوب ابن سفیان نے ۳/ ۱۵۹، ۲۶۹، مجمع الزوائد ۹/ ۲۱۷، الاصابہ لابن حجر (۴/ ۳۰۴ میں اسے روایت کیا ہے۔

۷۵۔ آپؓ کی سیرت کا ان کتابوں میں مطالعہ کیجئے اسد الغابہ ۷/ ۳۸۴ العبر ۱/ ۵، ۱۰ طبقات ابن سعد ۸/ ۳۷-۳۹ الاستیعاب ۴/ ۴۸۶، الاصابہ ۴/ ۴۸۹ شذرات الذہب (۱/ ۱۰، ۱۳، ۱۶، ۱۷) تاریخ خلیفہ ۶۶ المستدرک ۴/ ۴۸-۴۹، مجمع الزوائد ۹/ ۲۱۷

۷۶۔ البخاری نمبر ۵۱۲۲ النکاح باب (عرض الانسان نبتہ او اختتہ علی اھل الخیر (انسان کا اپنی بیٹی اور بہن کو نیک لوگوں پر پیش کرنے کا باب) فتح الباری ۹/ ۱۷۵

۷۷۔ ابن سعد الطبقات ۸/ ۳۸، المستدرک ۴/ ۴۹، مجمع الزوائد ۹/ ۲۱۷

حاکم، المستدرک ۴/ ۴۸، ابن سعد ۸/ ۳۸

امہات المومنین رضی اللہ عنہن

زوجات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

خدیجۃ الکاملۃ

آپ ﷺ کی ازواج میں سے پہلی زوجہ ان میں سب سے افضل اور دونوں جہاں کی چار کامل عورتوں میں سے ایک ہیں۔ ان کے بارے میں پہلے تفصیلی بیان گزر چکا ہے۔ کیونکہ آپ پاک گھرانہ نبوی ﷺ کی تمام شاخوں کی اصل ہیں اور آپ ہی وہ اکیلی خاتون ہیں، جن کے ہوتے ہوئے آپ ﷺ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ آپؓ ہی وہ منفرد و یکتا عورت تھیں جنہوں نے کبھی بھی جناب نبی کریم ﷺ کو ناراض نہیں کیا۔ آپ ہی کے بطن سے آپ ﷺ کی ساری کی ساری اولاد ہوئی۔ سوائے حضرت ابراہیمؓ کے جو حضرت ماریہؓ کے بطن سے ہوئے (جیسا کہ معروف ہے)

''ماریہ آپ ﷺ کی لونڈیوں میں سے تھیں اور مصر کے بادشاہ مقوقس نے آپ ﷺ کی طرف جو تحائف بھیجے تھے ان میں یہ بھی شامل تھیں''۔ ہاں یہی تو وہ خدیجہ ہیں جنہیں اسلام قبول کرنے میں اپنے زمانہ کی ساری عورتوں پر سبقت حاصل ہے یہی تو وہ ہیں جنہوں نے دعوت و تبلیغ کے ابتدائی مراحل کی سختیاں اور مشکلیں برداشت کیں یہ وہ ہیں جو جناب رسول اللہ ﷺ کے حرم محترم ہونے کی حیثیت سے شعب ابو طالب میں محصور رہیں۔ یہی وہ خدیجہ ہیں کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ پر وحی لے کر اترتے تو ان کے رب تعالیٰ کی طرف سے انہیں سلام پہنچاتے۔ یہی وہ منفرد خاتون ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک ایسے گھر کی خوشخبری سنائی جو سونے سے بنایا گیا تھا۔ اس میں نہ کوئی شور ہو گا اور نہ کسی قسم کی مشقت آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے یہی وہ واحد خاتون ہیں جنہیں مکہ معظمہ میں سپرد کیا گیا۔ انہوں نے ہمیشہ حضور ﷺ کی اپنی ذات، اپنی حیثیت اور اپنے مال سے ڈھارس بندھوائی، آپ ﷺ کی مدد کی اور آپ ﷺ کی غمگساری کی۔

سودۃ بنت زمعۃ رضی اللہ عنہا

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو یہ سال غم والا سال کہلایا۔ اسی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ آپ کی تنہائی آپ ﷺ کی محبوبہ اور آپ ﷺ کے بچوں کی ماں سے آپ ﷺ کی جدائی پر خوف کھانے لگے اور بہت ہی فکر مند ہوئے۔ چنانچہ خولہ بنت حکیم نے جناب رسول اللہ ﷺ کی حالت اور جو مصیبت جناب پر ٹوٹی تھی اس کا مشاہدہ کیا اور ان کی آپ ﷺ کی

یہ غمخواری انہیں اس نوبت تک لے گئی کہ انہوں نے اس موضوع پر آپ ﷺ سے گفتگو شروع کر دی اور آپ ﷺ سے یہ عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں یوں محسوس کرتی ہوں کہ حضرت خدیجہ کے کھو جانے کے باعث آپ ﷺ ایک طرح کی کمی محسوس کر رہے ہیں۔ آپؐ نے غم بھرے لہجے میں جواب دیا۔ ہاں کچھ ایسا ہی ہے کیونکہ وہ میرے بچوں کی ماں اور گھر کی مالکہ تھیں۔ تب وہ آپ ﷺ سے پوچھنے لگیں۔ تو پھر آپؐ دوسری شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ ﷺ یہ سن کر قدرے متعجب ہوئے اور پھر اس عورت کے بارے میں ان سے پوچھنے لگ گئے جس کے ساتھ حضرت خدیجہ کے بعد آپ ﷺ شادی کر سکتے ہیں۔ خولہ نے جھٹ جواب دیا کہ دو عورتیں ہیں ایک ان دونوں میں سے باکرہ ہے اور دوسری ثیبہ ہے۔ باکرہ (کنواری) تو سب لوگوں سے بڑھ کر آپ کی محبوب شخصیت کی بیٹی ہیں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ وہ تو ابھی چھوٹی ہیں۔ خولہ نے عرض کی آپ ﷺ ان سے منگنی کر لیں پھر ان کے سن بلوغ تک پہنچ جانے کا انتظار کریں وہ جو ثیبہ ہیں وہ سودہ بنت زمعہ بنت قیس بن عبد شمس عامریہ قرشیہ ہیں۔ ان کی والدہ خولہ کی نسل سے ہیں۔ جس کے دادا حضرت عبدالمطلب ہیں، ان کی والدہ شموس بنت قیس بن زید بن عمر النجاریہ ہیں۔ خولہ نے جو تجویز آپ ﷺ کے سامنے رکھی۔ آپؐ نے اس سے اتفاق کیا، چنانچہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت اور آزمائشوں کو یاد کیا اور اس بات کو پسند فرمایا کہ آپ ﷺ انہیں ان کا داماد ہونے کا شرف بخشیں۔ اس طرح سودہ کی اسلام میں سبقت، حبشہ کی طرف اپنے خاوند کے ساتھ ان کی ہجرت اور اپنے خاوند اور چچازاد مسلم مہاجر سکران بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود العامری کی وفات کے بعد ان کے بیوہ پن کو آپ نے یاد فرمایا(۱) (خواہ حبشہ میں ان کی وفات والی روایت صحیح ہو یا حبشہ سے واپس آنے والوں کے ہمراہ مکہ لوٹ کر ان کی وفات ہوئی ہو۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا) بہر حال حضرت سودہ تو ایک عمر رسیدہ اور زیور صبر سے آراستہ بیوہ تھیں، کیونکہ اس عمر میں ان کے رانڈ ہو جانے بعد کسی شخص کے انہیں اپنے حبالہ عقد میں لینے کی کوئی امید ہی باقی نہیں رہی تھی، اس شکستہ دل اور صابر خاتون کے زخموں کا علاج سوائے نبی کریم ﷺ کے اور کون کر سکتا تھا اور سوائے آپ ﷺ کے اس وحشت میں ان کا مونس اور غمخوار اور کون ہو سکتا تھا۔ آپ ﷺ دیگر لوگوں کی طرح شادی نہیں کرتے تھے بلکہ آپ ﷺ کی شادیاں تو رشتوں کو ملانے کے لئے، ٹوٹے ہوؤں کو جوڑنے کے لئے ہوتی تھیں اور غمزدوں کے لئے رحمت کی نوید تھیں۔ حضرت سودہؓ کی رسم منگنی اور شادی دونوں بڑی آسانی اور سادہ طریقے سے طے پا گئیں۔ وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتی تھیں۔ بڑھاپے کی درشتی یکسر بھول گئیں۔ وہ کیوں نہ خوش ہوتیں، کیوں نہ سرور و نشاط محسوس کرتیں وہ تو سب مخلوق سے بڑھ کر

معزز و مکرم اور قریش کی سربرآوردہ ہستی اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی بیوی بننے والی تھیں۔ وہ تو اس نبی محترم ﷺ کا حرم بننے والی تھیں جن پر وہ ہر نماز میں درود و سلام پڑھا کرتی تھیں وہ محمد مصطفیٰ ﷺ جن کے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک مقام و مرتبہ کے سامنے گردنیں اٹھے بغیر ہی جھک جاتی ہیں۔ جناب نبی کریم ﷺ نے بحیثیت بیوی کے انہیں پسند فرمالیا ان کا اکرام و احترام کیا۔ چنانچہ وہ مکہ معظمہ میں آپ ﷺ کے دولت کدہ میں منتقل ہوگئیں۔ وہ بڑی خوش طبع اور بھاری بھر کم جسم والی خاتون تھیں۔ جناب نبی کریم ﷺ جب ان کو اس حالت میں چلتے پھرتے دیکھتے تو ان کے ساتھ ہنسی مذاق کیا کرتے۔

حضرت عائشہؓ اور آپ ﷺ کی دیگر زوجات کریمات کے آپ ﷺ کے دولت خانہ میں تشریف لانے کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ وہ ساری کی ساری جوانی، حسن و جمال، پھرتی اور سبک رفتاری کے لحاظ سے ان سے بڑھ کر ہیں، مگر قربان جائیے اس رحمت والے نبی کے، کہ اس سب کچھ کے باوجود انہوں نے دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ باری کے لحاظ سے کس طرح ان کے ساتھ مساویانہ سلوک کرتے ہیں۔ ہاں مگر انہوں نے ایک تجربہ کار عورت کا سا شعور رکھنے کی وجہ سے بھانپ لیا تھا کہ اس کے باوجود آپ ﷺ کا میلان انہیں ازواج مطہرات کی طرف زیادہ ہے۔ یہ سوچ کر وہ خوفزدہ سی ہوگئیں کہ کہیں جناب رسول اللہ ﷺ انہیں طلاق نہ دے دیں، بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ واقعی جناب رسول اللہ ﷺ ان کو طلاق دینے والے ہی تھے کہ وہ آپ ﷺ کے حضور یوں درخواست گزار ہوئیں۔ **امسکنی واللہ ما بی الی الازواج من حرص، ولکننی احب ان یبعثنی اللہ یوم القیامہ، زوجالک واھب لیلتی لعائشہ، وانی لا ارید ماترید النساء.**

مجھے اپنے پاس رکھئے، بخدا مجھے خاوندوں کا کوئی حرص نہیں۔ میں تو بس یہی چاہتی ہوں کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ مجھے اس حال میں اٹھائے کہ میرا نام آپ کی ازواج مطہرات کی فہرست میں شامل ہو۔ میں اپنی باری حضرت عائشہؓ کو بخشتی ہوں، میں وہ نہیں چاہتی جو عورتیں عموماً چاہتی ہیں۔

ابتدا میں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور ان کی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی تاکہ انہیں یہ احساس دلائیں کہ ان کا یہ ہبہ اور ان کی یہ پیشکش قبول کر لی گئی ہے مگر بعد ازاں دیگر ازواج کی طرح ان کی باری ان کو واپس دے دی تاکہ انہیں یہ جتائیں کہ آپ ﷺ ان کے ساتھ ظلم نہیں کر رہے اور نہ ہی ان سے بے اعتنائی برت رہے ہیں۔ (۲) انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ آخری حج بھی کیا۔ وہ اپنے جیسے دیگر کمزور لوگوں کی طرح امت پر بہت سارے اعمال حج کو آسان بنانے کا سبب بھی بنیں مثلاً مزدلفہ سے جلدی نکلنا، فجر سے پہلے

کنکریاں مارنا اور مکہ واپس لوٹنا وغیرہ وغیرہ۔(۳)

آپ ﷺ کی خدمت میں انہوں نے بحیثیت ایک فرمانبردار بیوی اور بحیثیت ام المومنین کے زندگی گزاری یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔ حضور ﷺ کے بعد آپ کافی دیر زندہ رہیں، حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری زمانہ میں ان کی وفات ہوئی۔(۴) اللہ تعالیٰ حضرت سودہ پر رحم فرمائے۔ کس حد تک انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کی۔ اور کس قدر وہ آپ ﷺ کی محبت اور قربت پر حریص تھیں اور کیسے وہ آپ ﷺ کی خواہشات پر مر مٹنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتی تھیں (رضی اللہ عنہا)

السیدہ عائشہ بنت الصدیق (۵)

سید عائشہ حضرت صدیق اکبر کی دختر نیک اختر

آپ سیدہ عائشہ بنت ابی بکر بن ابی قحافۃ بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر ہیں۔

ہم یہ پہلے جان چکے ہیں کہ حضرت سیدہ خدیجہ کی وفات کے بعد جنہوں نے جناب نبی کریم ﷺ کی منگنی کا معاملہ طے کیا تھا وہ خولہ بنت حکیم تھیں۔ اس سلسلے میں حضرت عائشہؓ کی والدہ ماجدہ ام رومان کے پاس آئیں اور حضرت عائشہؓ کی منگنی کے بارے جناب رسول اللہ ﷺ کی خواہش کا ان سے ذکر کیا۔ انہوں نے اپنے خاوند کے آنے تک ان سے مہلت مانگی۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو حضرت خولہ نے سارے معاملے کے بارے میں انہیں بتایا حضرت ابوبکر نے یہ گمان کیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ اور وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ممکن ہے یہ بھائی چارہ اس راہ میں رکاوٹ بنے۔ اسی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ پوچھا کہ ''کیا عائشہؓ حضرت محمد ﷺ کو آتی ہیں''؟ وہ تو آپ کے بھائی کی بیٹی ہیں، یہ سن کر خولہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئیں اور جو کچھ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تھا اس سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ وہ ان سے کہیں کہ تم اسلام میں میرے بھائی ہو اور میں اسلام میں تمہارا بھائی ہوں۔ لہذا آپ کی بیٹی سے میرا نکاح جائز ہے۔(۶) چنانچہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس دوبارہ گئیں اور حضور ﷺ کا فرمان انہیں پہنچایا۔ چنانچہ وہ گھر سے نکل پڑے خولہ کو پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں گئے ہیں، مگر جاتے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اپنی واپسی تک انتظار کرنے کو کہا،

لیکن ام رومان نے خولہ کو کہا کہ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے جبیر کے ساتھ عائشہ کی منگنی کی خواہش کی تھی اور بخدا حضرت ابوبکرؓ جو وعدہ کرتے ہیں اس کی خلاف ورزی بالکل نہیں کرتے۔ ان کے اس وقت گھر سے نکل جانے میں یہی راز پوشیدہ ہے کہ وہ مطعم کے پاس اس لئے گئے ہیں کہ ان کی بیوی ام جبیر بھی اس کے پاس موجود ہے تا کہ اس وعدہ سے اپنی خلاصی کرائیں۔ یہ دونوں میاں بیوی مشرک تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بیٹے کی حضرت عائشہ کے ساتھ شادی کی جو انہوں نے خواہش کی تھی اس بارے میں ان سے استفسار کیا۔ عورت فوراً بول اٹھی۔ اے قحافہ کے بیٹے! اگر ہم اپنے بیٹے کی شادی تمہاری بیٹی سے کر دیں تو ممکن ہے وہ اسے بے دین بنا دے اور اس دین میں داخل کر دے جس پر تم ہو۔ یہ سن کر ابوبکر نے کوئی جواب نہ دیا اور مطعم بن عدی سے کہا' سنا ہے یہ کیا کہہ رہی ہے' اس پر مطعم نے جواب دیا' جو وہ کہہ رہی ہے آپ نے بھی سن لیا ہے۔ اپنے اس وعدہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جلدی خوش خوش واپس آ گئے۔ گھر پہنچتے ہی خولہ سے کہا۔ اذهبی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم و قولی له مرحباً و اهلاً (۷)

جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جائیے اور انہیں ہماری طرف سے خوش آمدید کہئے۔ ان کی یہ پیشکش ہمارے سر آنکھوں پر۔

یہ خوشخبری لے کر خولہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ چنانچہ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ حضرت عائشہؓ کے ساتھ آپ ﷺ کا نکاح ہو گیا۔ نکاح کے وقت حضرت عائشہ کی عمر تقریباً چھ اور سات سال کے درمیان تھی۔ (۸)

راویان حدیث جن میں امام بخاری اور امام مسلم بھی شامل ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ فرشتہ ریشمی کپڑے کے ایک ٹکڑے میں حضرت عائشہ کی تصویر اٹھائے ہوئے ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ آپ ﷺ کی ہونے والی بیوی ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اسے عملی جامہ پہنائیے۔

ترمذی کی روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام حضرت عائشہؓ کی تصویر سبز رنگ کے ریشم کے کپڑے کے ایک ٹکڑے میں جناب نبی کریم ﷺ کے پاس لائے اور عرض کی۔ هذه زوجتک فی الدنیا والاخرة (۹)

یہ دنیا اور آخرت میں آپ ﷺ کی بیوی ہیں۔

ان کی والدہ ماجدہ ام رومان ہیں۔ جن کا شجرہ نسب یوں ہے' ام رومان بنت عامر من بنی مالک بن کنانة بن خزیمة بن مدرکة بن الیاس بن مضر (ام رومان بنت عامر

جو بنی مالک بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاسؑ بن مضر سے ہیں۔
جناب رسول کریم ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔
من سرہ ان ینظر الی امراۃ من الحور العین فلینظر الی ام رومان، جس کو یہ بات بھلی لگے کہ وہ حور عین میں سے کسی عورت کو دیکھنا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ ام رومان کو دیکھے۔
جس دن ام رومان کی وفات ہوئی جناب رسول کریم ﷺ ان کی قبر میں اترے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کی۔ (۱۰) حضرت عائشہؓ وہ بچی ہیں جو حضور ﷺ کے گھر میں حالت اسلام میں ہی سن شعور کو پہنچیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام لوگوں سے اسلام قبول کرنے میں جلدی کرنے والے تھے، ایسے ہی ان کی بیوی ام رومان بھی۔ چنانچہ وہ اپنی ولادت کے وقت سے ہی اسلامی ماحول میں پلی بڑھیں۔ وہ بعثت کے تقریباً پانچ سال بعد پیدا ہوئیں۔ بہت عقلمند اور فصیح و بلیغ تھیں، اشعار کی بڑی روایت کرنے والی اور اپنے خاندان بنی تیمؓ کی دیگر عورتوں کی طرح اپنے خاوندوں سے محبت کرنے والی تھیں۔
مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے واقعات وقوع پذیر ہوئے۔ جناب رسول کریمؐ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جائے امن یثرب میں پہنچ گئے۔ جو ان کی تشریف آوری کے باعث بقعۂ نور بن گیا۔ اسی وجہ سے اس کا نام مدینہ منورہ رکھا گیا۔ (اس کے روشن کرنے والے پر افضل ترین درود اور مکمل ترین سلام ہوں) جونہی جناب رسول کریم ﷺ اپنی جائے ہجرت میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ ﷺ نے اپنے مولی زید بن حارثہ اور ایک اور غلام ابورافع کو مکہ معظمہ بھیجا تا کہ آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کو وہاں سے لے آئیں۔ ان دونوں کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق نے بھی اپنے صاحبزادے عبداللہ کو بھیجا تا کہ ان کی زوجہ ام رومان اور دونوں صاحبزادیوں اسماء و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ کے رفیق سفر بنیں، اور سب کو مدینہ منورہ لے آئیں۔ جناب نبی کریم ﷺ نے مسجد کی بنیاد رکھی اور اس کے گرداگرد اپنے گھر تعمیر کئے۔ (۱۱) جب یہ قافلہ آل نبی ﷺ اور آل ابی بکر مکہ سے مدینہ منورہ پہنچا تو ابھی چند ماہ بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ جناب رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اس وقت حضرت عائشہ کی شادی پایہ تکمیل کو پہنچی۔ جبکہ ابھی وہ جھولے میں جھول رہی تھیں جو کھجور کی دو شاخوں کے درمیان باندھا گیا تھا۔ چنانچہ ان کی والدہ اور انصار کی چند عورتیں آئیں اور ان کی زبانوں پر یہ دعائیہ کلمات تھے۔ علی الخیر و البرکۃ وعلی خیر طائر یہ شادی باعث خیرت و برکت ہو اور اچھا شگون ثابت ہو۔ (۱۲) اب حضرت عائشہ نے معزز ترین، انتہائی مشفق، صالح ترین اور رؤف و رحیم خاوند کے زیر سایہ نئی زندگی کا آغاز

کیا جوان کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا۔ ان کے ساتھ کھیل کود کرتا اور ان کی ہم عمر بچیاں لے آتا جو ان کے ساتھ کھیلتیں اور کھیلنے کے لئے ان کے لئے گڑیاں بناتیں۔ حتیٰ کہ جب ایک دفعہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو دیکھا جو ایک ایسی گڑیا کے ساتھ کھیل رہی تھیں جو گھوڑے کی شکل کی تھی اور اس کے پر تھے۔ تو آپ ﷺ نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ اے عائشہ کیا پروں والا گھوڑا بھی ہوتا ہے تو انہوں نے برجستہ یہ جواب دیا کہ کیا آپ ﷺ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے بارے میں نہیں سنا۔ (۱۳) شروع شروع میں حضرت عائشہ صدیقہؓ دوسری زوجہ جو ان سے پہلے حرم نبوی میں موجود تھیں اور وہ سیدہ سودہ تھیں، کے وجود سے کسی قسم کی تنگی محسوس نہیں کرتی تھیں، مگر جب ان کی دوسری سوکنیں لائی گئیں تو انہوں نے اس خیال سے تنگی محسوس کرنا شروع کی کہ وہ اس لئے آئی ہیں کہ اس محبوب خاوند کی محبت سے جو حصہ انہیں حاصل ہے اس میں ان کی وہ شریک بنیں، مگر اس کے باوجود جناب رسول کریم ﷺ کے دل میں جو ان کا مقام و مرتبہ تھا وہ اس سے بخوبی واقف تھیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کی ازواج میں سے سودہ، حفصہ اور صفیہ کو ام سلمہ اور دیگر ازواج کے مقابلے میں اپنے ساتھ ملا لیا تھا وہ ان کی ہمنوا تھیں۔ ان کی مدد کرتیں اور ان کے موقف کو مضبوط کیا کرتیں، قصہ مغافیر جو عائشہ اور ان کی مددگاروں کے درمیان طے پایا۔ اس وقت پیش آیا جب حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی ازواج کے کاشانوں میں اپنے معمول کے پھیرا کرنے میں کچھ دیر فرما دیتے ہیں، کیونکہ آپ ﷺ بہ نسبت کسی دوسری زوجہ کے سیدہ زینب بنت جحش کے ہاں زیادہ دیر قیام فرماتے ہیں، وہ سمجھ گئیں کہ آپ ﷺ کو شہد بہت پسند تھا، اس لئے وہ شہد پلانے کے بہانے آپ ﷺ کو زیادہ دیر اپنے پاس ٹھہرا لیتی ہیں، چنانچہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ انہوں نے یہ بات طے کر لی کہ جناب رسول اللہ ﷺ انہیں شرف قربت سے نوازیں تو وہ آپ ﷺ سے کہیں کہ آپ ﷺ نے تو مغافیر کھایا ہے اور مغافیر ایک قسم کا پھل تھا جس کی بڑی ہی ناپسندیدہ بو تھی اور جناب نبی کریم ﷺ کو ناخوشگوار بو سے بہت نفرت تھی۔ جب آپ ﷺ نے ان کو بتایا کہ آپ ﷺ تو شہد پیتے ہیں تو ان سب نے یا ان میں سے بعض نے آپ ﷺ سے کہا (لعل نحلہ جرس العرفط) ممکن ہے کہ اس شہد کی مکھی نے مغافیر بوٹی کے پھول کا رس چوسا ہے۔ (اس پھول کو عرفط کہتے تھے) چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے اوپر شہد حرام کر لیا اسی طرح ایک دن حضرت حفصہ آئیں تو انہوں نے اپنے گھر میں حضرت ماریہ کو جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ پایا۔ بڑی ناراض ہوئیں۔ مگر آپ ﷺ نے ان کو اس طرح راضی کیا کہ حضرت ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور ساتھ ہی انہیں یہ معاملہ پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا مگر انہوں نے یہ بات حضرت عائشہ تک پہنچا دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر اپنے نبی ﷺ کو دے دی اور جیسا کہ

سورہ تحریم کی ابتدا میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے اس قسم کا توڑنا لازمی قرار دے دیا اور جناب رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ان کا جو مقام و مرتبہ تھا اس کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے پر ان کی زجر و توبیخ کی نیز انہیں آپ کی طرف سے طلاق اور جناب نبی کریم ﷺ کو ان کی بہ نسبت بہتر بیویاں عطا کرنے کی وعید بھی سنائی۔ نتیجہ جناب نبی کریم ﷺ نے پورا ایک مہینہ ان سے مفارقت اختیار فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان ازواج کے بارے میں یہ آیات کریمہ نازل فرمائیں۔ یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضاۃ ازواجک واللہ غفور رحیم قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم واللہ مولا کم وھو العلیم الحکیم. واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثاً فلما نبات بہ واظھرہ اللہ علیہ عرف بعضہ واعرض عن بعض، فلما نباھا بہ قالت من ابناک ھذا قال نبانی العلیم الخبیر ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما وان تظاھرا علیہ فان اللہ ھو مولاہ وجبریل و صالح المومنین والملائکۃ بعد ذلک ظھیر عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن مسلمات مومنات قانتات تائبات عابدات سائحات ثیبات و ابکارا (۱۴) اے غیب بتانے والے (نبی) تم اپنے اوپر کیوں حرام کر لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی۔

اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ بیشک اللہ نے تمہارے لئے قسموں کا کفارہ مقرر فرما دیا اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے اور جب نبیؐ نے اپنی ایک بیوی سے ایک راز کی بات فرمائی پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی۔ پھر جب نبیؐ نے اسے اس کی خبر دی۔ بولی۔ حضورؐ کو کس نے بتایا۔ فرمایا مجھے علم والے خبردار نے بتایا۔ نبی کی دونوں بیبیو اگر اللہ کی طرف رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل علیہ السلام اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔ انؐ کا رب قریب ہے کہ اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو انہیں تم سے بہت سی بہتر بیبیاں بدل دے۔ اطاعت والیاں، ایمان والیاں، ادب والیاں، توبہ والیاں، بندگی والیاں، روزہ داریں، بیاہیاں اور کنواریاں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جناب رسول کریم ﷺ کے دولت کدہ میں اپنے قیام کے دوران علم دین اور ادب دنیا میں سے ایک وافر حصہ حاصل کر لیا۔ آپ زمانہ صحابہ میں تمام عورتوں سے بڑھ کر فقیہ تھیں اور باوجود اپنے ناز و انداز، لاڈ و پیار اور غیرت کے آپ بڑی

ذکی شاگرد اور بیدار مغز معلمہ تھیں۔ آپ کے اور آپ کی دیگر زوجات کے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پورا ہوا۔ واذکرن مایتلی فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمة (۱۵) اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت۔

آپ بڑی دانشمند اور حاذق تھیں۔ سوال پوچھا بھی کرتیں اور بطور امتحان ان سے سوال کئے بھی جاتے تھے۔ واقعہ افک اس وقت پیش آیا جب وہ غزوہ بنی المصطلق سے واپس تشریف لائیں، جو کچھ منافقین نے ان کے حق میں کہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس سے ان کو بری قرار دے دیا۔ اس سے ان کے شرف ومجد میں اور اضافہ ہوگیا۔ (۱۶) جب جناب رسول کریمؐ بیمار ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے ایام بیماری حضرت عائشہؓ کے گھر گزارنے کے لئے اپنی ازواج سے اجازت طلب کی۔ سب نے اجازت دے دی۔ چنانچہ یہ سارا عرصہ آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے ہاں قیام پذیر رہے۔ حتیٰ کہ ان کی رات میں اور ان کے سینہ کے درمیان آپ ﷺ نے وصال فرمایا اور ان کے گھر میں ہی دفن ہوئے۔ بخاری ومسلم اور دیگر حدیث کی کتابوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ آپؓ نے فرمایا۔ توفی النبی فی بیتی و فی یومی و بین سحری و نحری نبی کریم ﷺ نے میرے گھر، میرے دن اور میری رات اور میرے سینے کے اوپر والے حصے پر وفات پائی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب کبھی آپ ﷺ بیمار پڑتے تو ہم میں کوئی ایک معوذتین پڑھ کر آپ کو دم کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ میں بھی معوذتین پڑھ کر آپ کو دم کرنے لگتی۔ اس پر آپ ﷺ نے آسمان کی طرف اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا۔ "فی الرفیق الاعلی رفیق اعلیٰ" کے حضور اور اسی دوران عبدالرحمٰن بن ابی بکر کا گزر ہوا۔ ان کے ہاتھ میں کھجور کی ایک تر شاخ تھی۔ ہم نے گمان کیا کہ غالباً آپ ﷺ کو اس کی حاجت ہے۔ میں نے وہ لے لی۔ اس کے سرے کو چبایا اور جھاڑ پونچھ کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی۔ آپ ﷺ نے بہت اچھے طریقے سے مسواک کی، پھر مجھے پکڑوا دی۔ اس کے بعد آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک نیچے گر گیا۔ یا مسواک آپؐ کے ہاتھ مبارک سے گر پڑی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دنیا میں آخری دن اور آخرت کے پہلے دن میں میرے لعاب اور آپ ﷺ کے لعاب کو جمع کر دیا۔ (۱۷) آپ جناب نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد تک کافی عرصہ زندہ رہیں اس میں حکمت الٰہیہ یہ تھی کہ تعلیم سنت کے سلسلہ میں آپ مرجع خلائق بنیں اور اسلام میں پہلی فقیہ ہوتیں۔ امام زہری نے فرمایا ہے کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علم اور تمام ازواج النبی ﷺ اور تمام دنیا کی عورتوں کے علم کو جمع کیا جائے تو حضرت عائشہؓ کا علم ان سب سے افضل وفائق ہوگا۔ (۱۸)

علماء صحابہ اور تابعین کے بڑے بڑے علماء آپؓ سے مسائل پوچھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے

انہیں لمبی زندگی عطا فرمائی۔ آخر کار ماہ رمضان سنہ ۵۷ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت ابوہریرہؓ نے پڑھائی کیونکہ اس وقت وہی امیر مدینہ تھے۔ رات کے وقت انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ (۱۹) اللہ تعالیٰ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر رحم فرمائے۔ ان سے راضی ہو اور انہیں راضی کرے۔ جنت الفردوس میں انہیں اعلیٰ وارفع ٹھکانا عطا فرمائے اور ہمیں مع ان کے اپنے دار کرامت اور جائے رحمت میں جناب سیدنا رسول اللہ ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء ورسل علیہم السلام اور صدیقین، شہدا اور صالحین کی رفاقت نصیب فرمائے۔ کیا ہی اچھا ہے ان کا ساتھ۔ اللہم آمین۔

السیدۃ العابدۃ حفصہ بنت عمر (۲۰)

آپ حفصہ بنت عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن عبداللہ بن عبداللہ بن قرط بن رباح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ زینب بنت مظعون بن حبیب بن وھب بن حزافتہ بن جمع ہیں۔ (۲۱) جناب رسول اللہ ﷺ سے پیشتر انہوں نے خنیس بن حزافہ بن قیس بن عدی السہمی رضی اللہ عنہ سے شادی کی تھی۔ خنیس جنگ احد میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (۲۲) جب حضرت حفصہ کی عدت ختم ہوئی تو ان کے والد ماجد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور حضرت حفصہ ان پر پیش کیں۔ حضرت ابوبکر خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چلے گئے، مگر ان کے دل میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خاموشی کی وجہ سے کچھ نہ کچھ خلش ضرور پیدا ہوئی۔ اب انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا رخ کیا۔ ان کی گھر والی حضرت سیدہ رقیہ بنت النبی ﷺ وصال پا چکی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی صاحبزادی سے شادی کرنے کی پیشکش کی، مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کہتے ہوئے عذر خواہی کی کہ میں ان دنوں شادی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے دل میں قدر رنجش محسوس کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خاموشی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انکار سے جو تکلیف انہیں پہنچی تھی اس کی شکایت لے کر جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے مسکراتے ہوئے انہیں تسلی دی اور فرمایا۔ (یتزوج حفصة من هو خير من عثمان و يتزوج عثمان من هو خير من حفصة) حفصہ سے شادی وہ کریں گے جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان سے شادی کریں گے جو حفصہ سے بہتر ہیں۔ (۲۳) چنانچہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم کی شادی

بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کردی اور خود حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرلی۔ جب بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملے تو یہ کہتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے معذرت کی۔ ولا تجد علی یا عمر فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر حفصۃ فلم اکن لافشی سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولو ترکھا لتزوجتھا (۲۴)

اے عمر! مجھ پر ناراض نہ ہونا' بے شک جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کا ذکر فرمایا تھا۔ میرے لئے مناسب نہیں تھا کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے راز کو افشاء کرتا۔ اگر جناب رسول اللہ ﷺ ان سے شادی نہ کرتے تو میں ان سے ضروری شادی کر لیتا۔ حضرت حفصہ یہ محسوس کرتی تھیں کہ وہ حضرت عائشہؓ کی ہم عمر اور ان کی ہم پلہ ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ جناب نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں سے حضرت حفصہ مجھے تکلیف (۲۵) دیتی تھیں۔ مگر جب حضرت حفصہ کی شادی کے بعد حضور ﷺ نے دوسری ازواج سے شادی کی تو حضرت حفصہ حضرت عائشہ کے گروہ میں شامل ہو گئیں' سیدہ سودہ اور سیدہ صفیہ بنت حیی بھی انکے ساتھ تھیں' باقی ازواج حضرت ام سلمہ اور زینب بنت جحش کے ساتھ۔ دوسرے گروہ میں تھیں۔ اسی غیرت کے باعث حضرت ماریہ اور مغافیر کا قصہ پیش آیا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ جہاں تک حضرت ماریہ کے قصے کا تعلق ہے وہ یوں ہے کہ وہ کسی کام کے لئے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت آپ ﷺ حضرت حفصہ کے گھر موجود تھے۔ حضرت حفصہ اس وقت گھر میں نہیں تھیں۔ جب تشریف لائیں تو اپنے گھر میں حضرت ماریہ کو حضور ﷺ کے ساتھ پایا۔ پردہ ڈھیلا چھوڑا ہوا تھا وہ غصہ کی حالت میں انتظار کرتیں رہیں۔ جب حضرت ماریہ چلی گئیں تو انہوں نے روتے ہوئے جناب نبی کریم ﷺ سے اپنی ناراضگی کا اظہار یوں کیا۔

وہ کہہ رہی تھیں ''کیا میرے گھر میں' میری باری میں' میرے بستر پر''

جناب نبی کریم ﷺ نے انہیں راضی کرلیا اور خفیہ طور پر انہیں بتایا کہ آپ ﷺ نے حضرت ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے باپ کی خلافت کی انہیں خبر دی مگر سارا معاملہ انہیں پوشیدہ رکھنے کو کہا۔ (۲۶) جناب رسول اللہ ﷺ سے حضرت ماریہ کا حمل بھی دیگر ازواج کی غیرت کا محرک بن گیا۔ خاص طور پر حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کی غیرت کا۔ کیونکہ دیگر ازواج ان کی مانند حاملہ نہ ہوئیں۔ جناب نبی کریم ﷺ کے حضرت ماریہ کو اپنے اوپر حرام قرار دینے سے حضرت حفصہ کو بہت خوشی ہوئی۔ انہوں نے جو بات حضور ﷺ نے ان کو بتائی تھی اس کی اطلاع حضرت عائشہؓ کو

دے دی مگر انہیں اسے مخفی رکھنے کا حکم دیا۔ وحی میں اس کا ذکر موجود ہے۔ سورہ تحریم اور قصہ مغافیر میں جو کچھ وارد ہوا ہے ہم اس کا ذکر پہلے کر چکے ہیں۔ بعض راویوں نے جناب نبی کریم ﷺ کے حضرت حفصہ کو طلاق دینے کا تذکرہ بھی کیا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ چلا تو وہ روئے اور اپنے سر پر مٹی ڈالی اور یہ فرماتے تھے "ما یعبا اللہ بعمر وابنتہ بعدھا" اللہ تعالیٰ اب اس کے بعد عمر اور ان کی بیٹی کی کچھ پرواہ نہیں کریں گے" اور یہ بھی منقول ہے کہ حضرت جبریلؑ نے جب آپ ﷺ سے یہ کہا کہ انہیں لوٹا لیجئے۔ (۲۷) کیونکہ وہ بہت روزہ دار اور بہت قیام کرنے والی ہیں اور جنت میں آپ کی بیوی ہوں گی تو آپ ﷺ نے ان سے رجعت فرمالی۔ بعض علماء طلاق کی اس خبر کی نفی کرتے ہیں مگر صحیح اور طے شدہ بات یہی ہے کہ آپ ﷺ نے مہینہ بھر اپنی بیویوں سے مفارقت اختیار فرمائی تھی۔ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات کے وقت حضرت حفصہ اور دیگر ازواج اپنے پیچھے چھوڑیں۔ حضرت حفصہ مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہیں۔ بہت عبادت کرنے والی اور اطاعت گزار تھیں صحیح قول کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت سنہ ۳۸ ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (۲۸) اللہ تعالیٰ حفصہ پر رحم فرمائے۔ کتنی مکرم اور کتنی عظیم خاتون تھیں وہ' اللہ ان سے راضی ہو اور انہیں اپنی رضا بخشے' اور ان کا مقام جنت الفردوس میں بلند فرمائے۔ آمین

ام المساکین (۲۹)

السیدہ زینب بنت خزیمہ

آپ ام المومنین السیدہ زینب بنت خزیمہ بن الحارث بن عبداللہ بن عمرو بن مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ ہند بنت عوف بن الحارث بن حماطہ الحمریہ تھیں۔ اس طرح آپ ماں کی طرف سے ام المومنین سیدہ میمونہ کی بہن ہیں۔ (۳۰) جناب رسول کریم ﷺ سے پہلے انہوں نے اپنے چچا حارث بن عبدالمطلب کے دو بیٹوں سے شادی کی۔ پہلے طفیل بن حارث سے' جب اس نے ان کو طلاق دے دی تو پھر اس کے بھائی عبیدہ بن الحارث نے ان سے شادی کر لی۔ (۳۱) کہا گیا ہے کہ اس میں بہت سارے اقوال ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ عبداللہ بن جحش نے جناب رسول اللہ ﷺ کے انہیں اپنی زوجیت میں لینے سے پہلے ان کے ساتھ شادی کی تھی۔ وہ ان کی زوجیت میں رہیں۔ حتیٰ کہ جنگ احد میں وہ شہید ہو گئے۔ (۳۲) پہلی روایت کے مطابق مشہور یہ ہے کہ عبیدہ بن الحارث نے ان سے نکاح کیا تھا۔ وہ

جنگ بدر کے سورماؤں میں ایک تھے اور وہی پہلے شخص تھے جنہیں جنگ بدر میں زخم لگے۔ زخمی ہونے کی حالت میں صحابہ ان کو اٹھا کر جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ انہوں نے ان کا سر جناب نبی کریم ﷺ کی ران مبارک پر رکھ دیا۔ میدان بدر سے مسلمانوں کی واپسی کے وقت وہ شہادت کی موت سے سرفراز ہوئے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے سیدہ زینب سے سن تین ہجری میں شادی کی۔ وہ آپ کے حرم میں تقریباً آٹھ ماہ رہیں اور سن چار ہجری میں ماہ ربیع الاخر میں ان کی وفات ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً بتیس سال تھی۔ (۳۳) مساکین کو کثرت کے ساتھ کھانا کھلانے اور ان کی نگہداشت کرنے کے باعث ان کا نام ام المساکین رکھا گیا۔ (۳۴) نبی کریم ﷺ کے دولت کدہ میں ان کا قیام چند ماہ رہا اسی سبب سے ان کے بارے میں لکھے گئے حالات بہت کم ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاھا اللہ ان سے راضی ہو اور انہیں اپنی رضا سے نوازے اور جنت الفردوس میں ان کا مقام بلند فرمائے اور ہمیں بھی ان کی، جناب نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے بھائی دیگر انبیاء علیہم السلام کی اور شہداء اور صالحین کی رفاقت نصیب فرمائے۔ کیا ہی اچھی ہے ان حضرات کی رفاقت (۳۵)

السیدہ ھند بنت ابی امیۃ (ام سلمہ رضی اللہ عنہا)

آپ ام المومنین سیدہ ھند بنت ابی امیۃ (ابوامیہ کا لقب ''زادالراکب'' یعنی سواروں کا زادِ راہ تھا) ابن المغیرۃ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہیں (۳۶) ان کی والدہ عاتکہ بنت عامر بن ربیعۃ بن مالک بن جذیمہ بن حلقمہ بن فراس الکنانیہ ہیں۔

ام سلمہ شرافت وسیادت، امارت اور آسائش کی گود میں پلی بڑھیں، ان کا باپ خدیفہ بن مغیرہ تھا جس کا شمار چند مشہور شہ سواروں میں ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے اس کا لقب زادالراکب تھا۔ اگر مسافر اس کے ہمراہ ہوتا تو اس کو سامان اپنے ساتھ رکھنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ کیونکہ حذیفہ کی سخاوت اور اس کے ساتھ اس کا احسان اور مہربانی اسے کافی رہتی۔ (۳۷) وہ اس گھر سے اپنے خاوند اور مجد و شرافت میں اپنے ہم پلہ اور چچازاد بھائی عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کے گھر منتقل ہوگئیں۔ ابوسلمہ جناب نبی کریم ﷺ کے رضاعی بھائی تھے۔ ان دونوں کو ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے دودھ پلایا تھا۔ (۳۸) وہ جناب نبی کریم ﷺ کی پھوپھی زاد بھی تھے۔ ان کی والدہ برۃ بنت عبدالمطلب بن ہاشم تھیں۔ جب آپ ﷺ غزوہ عشیرہ میں تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں انہیں اپنا نائب چھوڑا۔ پہلی دعوت کے دوران ام سلمہ اپنے خاوند کے ہمراہ اسلام لے آئیں۔ ان دونوں کا شمار اسلام میں سابقین اولین میں ہوتا ہے

ان کے خاوند صرف دس آدمیوں کے بعد اسلام لے آئے تھے۔ ان حضرات نے اسلام قبول کرنے میں ان سے سبقت حاصل کی تھی۔ یہ دونوں میاں بیوی حبشہ ہجرت کرنے والے پہلے مہاجرین میں سے تھے وہاں سلمہ پیدا ہوئے جن سے یہ دونوں اپنی کنیت کیا کرتے تھے۔ (۳۹) شعب ابی طالب میں مشرکین کی طرف سے مسلمانوں کے گھیراؤ کے خاتمہ کے بعد یہ دونوں واپس آ گئے، چنانچہ اس طرح مدینہ ہجرت کرنے والے اولین مہاجرین میں بھی ان کا شمار ہوتا ہے۔ ابو سلمہ بدر و احد کی جنگوں میں بھی شریک ہوئے۔ جنگ احد میں زخمی ہوئے۔ بعد ازاں اسی زخم کی تاب نہ لاتے ہوئے وفات پا گئے۔ ان کی صبر کرنے والی اور مہاجر بیوی ام سلمہ رانڈ ہو گئیں۔ جنہوں نے ہجرت کے دوران وہ تکالیف اٹھائیں جو اوروں کے حصہ میں نہیں آئیں۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ جب یہ اپنے خاوند کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف بہ ارادہ ہجرت نکلیں۔ (۴۰) تو ابو سلمہ نے ان کو اور ان کے بیٹے کو اونٹ پر سوار کرایا ہوا تھا وہ اس کی مہار پکڑے ہوئے تھے اسی اثناء میں ام سلمہ کی قوم بنی مغیرہ کے کچھ آدمیوں سے ان کی مڈبھیڑ ہو گئی وہ کہنے لگے۔ ھذہ نفسک قد غلبتنا علیھا، ارایت صاحبتنا ھذہ، علام نترکھا تسیر بھا فی البلاد.

یہ تمہاری عزت ہے ہمارے مقابلے میں تمہارے اثرات اس پر زیادہ ہیں، تو اس کے معاملے میں ہم پر غالب آ گیا ہے، مگر بہر حال یہ ہماری ہم قوم ہے۔ ہم کیسے اجازت دیں کہ تو جہاں چاہے اسے لئے پھرے۔

چنانچہ انہوں نے اونٹ کی باگ ان کے ہاتھ سے چھین لی اور انہیں ان کے ساتھ ہجرت کرنے سے روک دیا۔ جب ابو سلمہ کی قوم بنو عبدالاسد نے یہ دیکھا تو وہ غضبناک ہو گئے اور ان کے بیٹے سلمہ کے بارے میں ان سے جھگڑنے لگے انہیں ایک دوسرے کی طرف کھینچا۔ آخر کار ان کے ماموؤں سے انہیں چھین لیا اور وہ کہہ رہے تھے۔ بخدا ہم اپنے بیٹے کو ام سلمہ کے پاس نہیں رہنے دیں گے کیونکہ تم نے ان کو ہمارے ساتھی (ہم قوم) سے چھین لیا ہے۔ اس کھینچا تانی کے نتیجے میں بچے کا ہاتھ اپنی اصل جگہ سے ہٹ گیا کیونکہ فریقین بڑی سختی کے ساتھ بچے کو ایک دوسرے کی طرف کھینچ رہے تھے۔ نتیجتاً ابو سلمہ اکیلے مہاجر کی حیثیت سے وہاں سے نکلے۔ ام سلمہ کہتی ہیں۔ میرے، میرے خاوند اور بیٹے کے درمیان انہوں نے جدائی ڈال دی۔ میں ہر صبح نکلتی وادیوں میں بیٹھتی روتی رہتی۔ حتیٰ کہ ایک سال یا اس کے قریب ہونے کو آیا کہ اچانک بنی مغیرہ کا ایک فرد جو میرا چچا زاد تھا میرے پاس سے گزرا اس نے میرا وہ حال دیکھا جس میں، میں مبتلا تھی۔ مجھ پر اسے ترس آ گیا۔ اس نے بنی مغیرہ سے کہا، تم اس مسکین عورت کو کیوں نہیں بھیجتے۔ تم نے اس کے خاوند اور اس کے بیٹے کے درمیان جدائی ڈال دی ہے۔ وہ انہیں قائل کرتا رہا۔ آخر کار

انہوں نے ام سلمہ سے کہا، جائیے اپنے خاوند سے مل جائیے۔

ام سلمہ کہتی ہیں، میں نے اپنے اونٹ پر کجاوہ کسا، اپنے بیٹے کو اپنی گود میں بٹھایا۔ پھر مدینہ منورہ اپنے خاوند کی طرف جانے کے ارادہ سے نکل کھڑی ہوئی۔ اس وقت خدا تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی بھی میرے ساتھ نہیں تھا، حتیٰ کہ جب میں مقام تنعیم میں پہنچی تو مجھے عثمان بن طلحہ ملے۔ انہوں نے کہا کہ اے امیہ کی بیٹی کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا میں مدینہ منورہ اپنے خاوند کے پاس جانے کا ارادہ رکھتی ہوں تو انہوں نے پوچھا کیا تمہارے ساتھ کوئی ہے؟ میں نے کہا، نہیں، بخدا سوائے خدا تعالیٰ اور اس بچے کے اور کوئی نہیں ہے۔ وہ کہنے لگا۔ بخدا تمہیں ایسے نہیں چھوڑا جا سکتا، چنانچہ انہوں نے بڑے عمدہ انداز میں ان کی رفاقت کی۔ حالانکہ ابھی تک وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہیں قباء تک پہنچایا۔ ابو سلمہ وہاں رہتے تھے۔ ام سلمہ ان کے ساتھ ایک صابرہ ماجدہ کی حیثیت سے زندگی گزارتی رہیں۔ حتیٰ کہ جنگ احد میں ان کے ایک بازو میں تیر لگا۔ علاج معالجہ کے بعد زخم کا خون رک گیا۔ اس کے بعد جناب نبی کریم ﷺ نے ابو سلمہ کو قطن کی طرف ایک سریہ میں بنو اسد پر حملہ کرنے کے لئے امیر لشکر بنا کر بھیجا۔ آپ نے ان پر فتح حاصل کی اور کامیاب و کامران واپس لوٹے مگر ان کا زخم پھٹ گیا اور اسی سے ان کی وفات ہوئی۔ جناب رسول اللہ ﷺ ان کی وفات کے بعد ان کے پاس تشریف لائے ان کی آنکھیں بند کیں، ان کے لئے دعا فرمائی اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت ابو سلمہ کی وفات ۴ھ آٹھ جمادی الاخرۃ کو ہوئی (رضی اللہ عنہ)

جناب رسول کریم ﷺ نے توجہ فرمائی اپنی قوم کی ایک معزز خاتون ام سلمہ کا حال دیکھا اور یہ خیال فرمایا کہ وہ آپؐ کے پھوپھی زاد اور رضاعی بھائی کی بیوہ ہیں، مسافرہ اور شہر میں اکیلی ہیں۔ جہاں ان کا کوئی پرسان حال نہیں اور نہ ہی ان کی کفالت کرنے والا کوئی ان کا قریبی یہاں موجود ہے ان کے چھوٹے چھوٹے یتیم بچے ہیں، جو کسی ایسے شخص کی احتیاج رکھتے ہیں جو ان کی دیکھ بھال کرے اور ان کی حفاظت کا ذمہ لے۔ چنانچہ آپ ﷺ ان کی عدت ختم ہونے کے منتظر رہے جب عدت ختم ہوئی تو منگنی کے لئے انہیں پیغام بھجوا دیا، وہ یہ گمان بھی نہیں کر سکتی تھیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انہیں شادی کا شرف حاصل ہو سکتا ہے اور یہ ان کی کس قدر نیک بختی ہوگی کہ وہ مومنین اور مومنات کی ماں بنیں، کیونکہ جناب رسول اللہ کا مومنین اور مومنات پر عظیم حق ہے اور آپ ﷺ کا اپنی بیویوں پر جو حق ہے وہ سب سے بڑا ہے تو پھر کیا وہ اس حق کو پورا کرنے کی طاقت رکھتی تھیں یہی بات وہ سوچنے پر مجبور ہو گئیں وہ تو اپنے حال سے پوری طرح باخبر تھیں جو ممکن ہے خاوند کی خوشی کسی حد تک خراب کر دے تو پھر کیا آپ ﷺ سے شادی کی خوشی

کا جو شرف انہیں حاصل ہونے والا تھا وہ یہ بات ان کو بھلا سکتا تھا کہ وہ خوشی کو مکدر کرنے والے ان حالات کا برملا اظہار کردیں۔ تا کہ کل وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ کے حضور اس حقیقت کی بنیاد پر معذور سمجھی جائیں کہ انہوں نے تو سچائی اور خیر خواہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی یہی سبب ہے کہ جو بھی جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انہیں منگنی کا پیغام دینے آیا تو انہوں نے اس کو ان الفاظ کے ساتھ جواب دیا۔ مرحبا برسول الله صلی الله علیه وسلم میں جناب رسول اللہ ﷺ کو خوش آمدید کہتی ہوں۔ میرے اندر تین خصلتیں ہیں۔

۱۔ میں بہت زیادہ غیرت کھانے والی عورت ہوں۔

۲۔ میں بچوں والی عورت ہوں (یعنی میرے بچے ہیں جن کی نگہداشت میرے ذمہ ہے)۔

۳۔ میں ایک ایسی عورت ہوں جس کا یہاں کوئی وارث نہیں جو اس کی شادی کا اہتمام کرے۔

اس سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں منگنی کا پیغام بھجوایا تھا۔ انہوں نے انکار کر دیا تھا، مگر ان کی طرف سے انکار سے وہ اپنے لئے نہیں جتنے جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے غضبناک ہوئے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ غالباً وہ آپ ﷺ کی پیشکش کو ٹھکرا رہی ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے وہ ان کی ماموں زاد تھیں۔ بڑی سختی سے انہیں کہا، کیا تم ہی وہ ہو جو جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شادی کرنے کا انکار کرتی ہو جس انداز میں بھی کرتی ہو، انہوں نے کہا اے خطاب کے بیٹے میرے ساتھ یہ یہ معاملہ ہے اور اپنے سب عذر بیان کئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے۔ ان سے فرمایا۔ اپنی جس غیرت کا تم نے ذکر کیا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ تم سے دور کردیں جن بچوں کا تم نے ذکر کیا ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو کافی ہوں گے اور یہ تیسری بات جو تم نے بیان کی ہے کہ تمہارا کوئی وارث اس وقت موجود نہیں ہے تو تمہارا نہ کوئی موجود وارث ایسا ہو سکتا ہے اور نہ غائب جو مجھے ناپسند کرے۔ (۴۱)

چنانچہ شادی کے بعد جناب نبی کریم ﷺ نے ان کے یتیموں کی نگہداشت کی، انہیں بڑی اچھی طرح پالا پوسا ان کی خوب دیکھ بھال کی، حتیٰ کہ ایک دن ام سلمہ نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ وہ حضرت زہرا اور ان کے دونوں صاحبزادوں حضرات حسنین کریمین کو اپنے قریب کئے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ رحمته الله و بر کاته علیکم اهل البیت انه حمید مجید تم پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو، اے اہل بیت، بے شک وہ سب خوبیوں والا اور بزرگ و برتر ہے۔ انہوں نے عرض کی اور وہ رو رہی تھیں۔ اس وقت ان کی بیٹی زینب بھی ان کے ہمراہ تھیں، یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے ان کو اپنے قرب خاص سے نوازا ہے اور مجھے اور میری بیٹی کو چھوڑ دیا ہے۔ اس پر

آپ ﷺ نے ان سے فرمایا' بے شک تو اور تیری بیٹی بھی اہل بیت میں سے ہیں۔ (۴۲) چنانچہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن کر زندگی بسر کرتی رہیں' ان کے لئے یہ بہت بڑا شرف ہے کہ حضرت ابولبابۃ کی قبول توبہ کے بارے میں وحی ان کے گھر میں ہی نازل ہوئی۔ (۴۳) ان کے صحیح الرائے اور اس کے بابرکت ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ حدیبیہ کے دن اپنے مدینہ منورہ سے نکلنے کے بارے میں اس وقت تک کسی کو نہ بتائیں جب تک کہ آپ قربانی نہ کرلیں اور اپنے بال نہ منڈوالیں اور یہ اس طرح ہوا کہ جب آپ ﷺ نے لوگوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ قربانی کریں اور بال بھی منڈوائیں تو انہوں نے ایسا نہ کیا۔ ان کا یہ گمان اس طرح پورا ہوا کہ جب ام سلمہؓ کے مشورہ کے مطابق جناب رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ بالا دونوں کام کردیئے تو سب لوگوں نے اس کام میں اس قدر تیزی دکھائی کہ خود ایک دوسرے کے بال مونڈنے لگ گئے اور قریب تھا کہ ایک کے ہاتھوں دوسرے کو تکلیف پہنچ جاتی۔ آپؓ جنگ خیبر' فتح مکہ' غزوہ ہوازن اور حجتہ الوداع کے مواقع پر آپ ﷺ کی معیت میں رہیں۔ جب امام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں فتنہ بپا ہوا تو انہوں نے اپنا بیٹا عمران کی حفاظت کے لئے ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ۶۲ھ تک زندہ رہیں' جب ان کی وفات ہوئی تو ان کی عمر تقریباً ۸۴ سال تھی۔ (۴۴) اللہ تعالیٰ ام سلمہؓ پر رحم اور فردوس ہائے جنان میں ان کے مقام و مرتبہ کو بلند فرمائے اور ہمیں اور ان کو انبیاء علیہم السلام صدیقین' شہداء اور صالحین کی رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین کیا ہی اچھی ہے ان کی رفاقت۔

الحسیبۃ الکریمۃ اطولھن یدا

شریف الاصل معزز' لمبے ہاتھ والی یعنی سخی

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا (۴۵)

آپ ام المومنین ہونے کی حیثیت سے اپنی اور ولی نکاح ہونے کے اعتبار سے جناب نبی کریم ﷺ کی تمام عورتوں سے زیادہ معزز ہیں۔ وہ آپ ﷺ سے آپ ﷺ کی دیگر ازواج کے بارے میں کہا کرتی تھیں' (لیست امر آۃ منھن الا زوجھا ابوھا او اخوھا او اھلھا غیری زوجنی اللہ من السما) (۴۶)

میرے علاوہ ان میں سے کوئی بھی عورت ایسی نہیں مگر اس کی شادی یا تو اس کے باپ یا اس کے بھائی یا اہل خاندان نے کی' مگر میری شادی کا آسمان سے خود اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ اہتمام

فرمایا۔ آپ سیدہ زینب بنت جحش بن راب بن یعمر بن صبرۃ بن مرۃ بن کثیر بن غسم بن دودان بن اسد بن خزیمہ۔ امہات المومنین میں سے اور جناب نبی کریم ﷺ کی پھوپھی زاد ہیں' ان کی والدہ امیمۃ بنت عبدالمطلب جناب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھوپھی تھیں۔ (۴۷) جناب نبی کریم ﷺ نے اس وقت ان کے ساتھ شادی کی جب آپ ﷺ کے مولیٰ اور متبنیٰ بیٹے زید بن حارثہ نے ان کو طلاق دی۔ یہ شادی آپ ﷺ نے خدا تعالیٰ کے حکم سے متبنیٰ بیٹوں والی اس رسم کو باطل کرنے کے لئے کی جس کی رو سے متبنیٰ بیٹے کی بیوی اس کے باپ پر حرام ہوا کرتی تھی۔ ان کے خاوند زید بن حارثہ کا ایک خوبصورت قصہ ہے جس کا یہاں بیان کرنا بہت احسن معلوم ہوتا ہے۔

زید بن حارثہ کی والدہ ان کو لے کر اپنے میکے والوں بنی طی کو ملنے کے لئے گھر سے نکلیں راستہ میں بنی قین بن جسہ کے بعض غارت گروں نے ان کو پکڑ کر بچپنے کی حالت میں ہی انہیں بیچ ڈالا۔ حکیم بن حزام نے ان کو خرید لیا۔ ان سے ان کو ان کی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے لے لیا۔ بعد ازاں انہوں نے اسے اپنے شوہر امین سیدنا محمد بن عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بطور ہبہ پیش کر دیا۔ زید بن حارثہ کا باپ شاعر تھا اور اپنی قوم بنی کلب کے اشراف میں اس کا شمار ہوتا تھا وہ اپنے چچا کے ساتھ اس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا وہ پھرتے پھراتے مکہ میں آن پہنچا وہاں ان کو پالیا' انہیں معلوم ہوا کہ ان کے سردار اور آقا الصادق الامین حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب قریشی ہیں' وہ دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے یوں عرض گزار ہوئے۔ **یا ابن عبدالمطلب یا ابن سید قومه' انتم جیران الله' تفکون العانی' و تطعمون الجائع' وقد جئناک فی ابننا فتحسن الینا فی فدائه.**

اے عبدالمطلب کے بیٹے' اے اپنی قوم کے سردار' تم خدا تعالیٰ کے پڑوسی ہو تم قیدیوں کو چھڑاتے ہو' بھوکے کو کھانا کھلاتے ہو' ہم اپنے بیٹے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔"

اس پر جناب حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ نے ان سے فرمایا۔ "**او غیر ذلک**" کیا اس کے علاوہ بھی کچھ چاہتے ہو۔ انہوں نے عرض کی' وہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں ان کو بلاتا ہوں اور انہیں اختیار دیتا ہوں۔ اگر وہ تمہیں اختیار کر لے تو وہ تمہارا ہے اور اگر مجھے اختیار کر لے تو بخدا جو مجھے اختیار کرے تو میں اس پر ہرگز کسی کو اختیار نہیں دیتا۔ خوشی خوشی وہ اس پر متفق ہو گئے۔ چنانچہ زید کو بلایا گیا۔ آپؐ نے ان سے ان کا تعارف کروایا اور حضرت محمد الامین ﷺ نے ان کو اختیار دیا کہ وہ جس کو چاہے اختیار کر لے۔ انہوں نے اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو چن لیا۔ اس پر ان کے باپ نے ان سے کہا۔ کیا تو اپنے باپ' اپنی ماں' اپنے شہر اور اپنی قوم کو چھوڑ کر غلامی اختیار کرتا

ہے؟ دیکھئے کس طرح اپنے آقا امین ﷺ کے احسان اور حسن معاملت نے ان کو ان کے گھر والے' ان کا خاندان اور ان کا شہر بھلا دیئے۔ انہوں نے غلامی کو آزادی پر ترجیح دی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اپنے آقا امین ﷺ کی ذات گرامی'' میں ''اپنے اہل خاندان' باپ' بھائی قریبی اور جو بھی کوئی اور ان کی نظروں میں زیادہ ذی عزت اور بڑا ہو سکتا تھا'' انہیں سب سے بڑے مل گئے تھے۔ اس وقت ان کے آقا و مولیٰ محمد الامین ﷺ نے لوگوں کو گواہ بنا کر یہ اعلان کیا کہ میں نے ان کو آزاد کر دیا ہے اور ان کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے۔ اس دن سے وہ آپؐ کے بیٹے' وارث و موروث (جن سے ورثہ حاصل کیا جائے) بن گئے۔ اس دن سے آپؐ نے لوگوں میں یہ اعلان کر دیا کہ زید حضرت محمد ﷺ کے بیٹے ہیں۔ اسلام کا ظہور ہوا تو وہ اسلام میں آپ ﷺ کے سب سے پہلے مولی تھے۔ (۴۸) جناب نبی کریم ﷺ نے ان کے اور اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔ نیز ان کی عزت و تکریم کے طور پر اپنی پھوپھی زاد ان سے بیاہ دی۔

اسی بارے میں قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ **وما كان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله و رسوله امرا آن يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله و رسوله فقد ضل ضلالا مبينا** (۴۹)

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی میں بہکا۔

یہ شادی تو ہو گئی مگر حضرت زینب بڑی تنگی محسوس کرتی تھیں اور اپنی ذات' اپنے خاندان کے لئے بڑی فضیلت' برتری اور بلندی مرتبہ سمجھتی تھیں یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو ان سے بلند تر خیال کرتیں اور اس کی جناب رسول اللہ ﷺ سے شکایت کیا کرتیں۔ آپ انہیں صبر اور اچھے برتاؤ کی تلقین فرمایا کرتے۔ بعض قدماء اور محدثین کا یہ خیال ہے کہ اس کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ نے جب ان کی طرف نظر فرمائی تو ان کی محبت آپؐ کے دل میں جاگزیں ہو گئی۔ یہ ایسی روایات ہیں جو قصہ گویوں کی قصہ گوئی میں خیانت اور یہودیوں کی ملمع سازی سے زیادہ کچھ وقعت نہیں رکھتیں وہ تو اس سے بھی زیادہ قبیح باتیں انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب کرتے چلے آئے ہیں۔ اس روایت کے راویان طبری' زمخشری وغیرہ جیسے لوگوں کے ضبط اور صداقت کے بارے میں جو کچھ بھی کہا جائے گا مگر طے شدہ قواعد و اصول جو انبیا علیہم السلام کی عصمت کو ثابت کرتے ہیں۔ وہ ان جیسے قصوں کے حقیقت سے لاتعلق ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ کسی اور آدمی کی بیوی سے جناب نبی کریم ﷺ کا عشق اس عصمت کے منافی ہے جس کا مطلب ان

کے ظاہر و باطن کا گناہوں سے بلکہ گناہ کی مثل کسی بھی چیز سے پاک ہونا ہے۔ اگر ہم میں سے کسی ایسے شخص کے بارے میں جو اپنے دل میں معزز بنا پھرتا ہے کہا جائے کہ وہ اپنے دوست کی بیوی پر عاشق ہو گیا ہے تو یقیناً عامتہ الناس ایسے شخص سے اجتناب کریں گے اس کا وقار ان کی نظروں میں گر جائے گا اور اگر وہ نبی اور رسول ہو تو پھر اس کا کیا حال ہوگا اور پھر اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس خاص قسم کی حفاظت کا کیا مطلب اگر وہ اسے ایک ایسی نازیبا حرکت کرنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے برعکس آپ کو یہ حکم دیا۔ ولا تمدن عينيك الى مامتعنابه ازواجا منهم ہم نے جو انہیں جوڑ جوڑے نعمتیں دی ہیں ان کی طرف اپنی نظریں نہ پھلایئے۔

یہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں پہلا جھوٹ ہی نہیں جسے کتابیں قدیم وقتوں سے بیان کرتی چلی آ رہی ہیں اور کاتبین حدیث بھی غیر ارادی طور پر اس کی مدافعت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ بلاشبہ اس قسم کی باتیں دشمنان انبیاء علیہم السلام نے گھڑی ہیں۔ جن سے ان کا مقصد اس عصمت کو زک پہنچانا ہے، جو ان کی رسالت کا ایک لازمی جزو ہے۔ معاصرین میں سے اپنے ایمان میں بعض مخلص لوگ بھی جب اس قسم کے قصے ثابت کرنے بیٹھتے ہیں تو رسولوں کی بشریت کے وہم میں مبتلا ہو کر ان پر مہر تصدیق ثبت کر دیتے ہیں مگر اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ رسل علیہم السلام باوجود اس حقیقت کے کہ وہ انسان ہوتے ہیں انہیں وہ خصوصیت حاصل ہے جو کسی دوسرے انسان کو حاصل نہیں اور وہ یہی عصمت ہے جو ہر اس چیز کے منافی ہے جو باعث ذلت یا رذالت ہو سکتی ہے یا جس کی وجہ سے ان پر عیب لگایا جا سکتا ہے چہ جائیکہ اس کے برعکس چیز جس کی وجہ سے وہ گنہگار ہوں۔ حضرت سیدہ زینب کے بارے ان کا یہ قصہ ممکن ہے کہ نبی اللہ حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ سے کسی قدر مشابہت رکھتا ہو جیسا کہ انہوں نے گمان کیا (حالانکہ اکثر مفسرین کرام اس کا رد بلیغ کر چکے ہیں) ان کا خیال ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نظر جب اوریا نامی شخص کی بیوی پر پڑی تو آپ نے اسے پسند فرما لیا اور پھر باوجود بیویوں کی ایک کثیر تعداد رکھنے کے کس طرح اس سے شادی کرنے کا آپؑ نے حیلہ کیا۔ اس من گھڑت قصے کے جو بھی واقعات ہیں اور ان میں جو بھی طرز عمل اختیار کیا گیا ہے وہ یقیناً اس عصمت کا پردہ چاک کر دیتا ہے جو انبیاء علیہم السلام کے لئے لازم ہے اور طہارت نبوت کی عمارت کو گرا دیتا ہے۔ جناب رسول کریم ﷺ کی بشریت کے ثبوت کے لئے اس قسم کے اقوال کی ہرگز کوئی حاجت نہیں۔ یہ زینب کوئی ایسی نہیں تھی کہ جنہیں نبی کریم ﷺ نے شادی سے پہلے ہزاروں مرتبہ نہ دیکھ لیا ہو اور اب شادی کے بعد ان کے ظاہر و باہر حسن و جمال پر آپؐ کی نظر مبارک پڑ گئی ہو۔ اور معاذ اللہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر فریفتہ ہو گئے ہوں ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ یہ بات شان نبوت کے خلاف ہے۔ اگر معاملہ ایسا ہوتا جیسا کہ وہ گمان کرتے ہیں تو کنوارے پن میں ہی آپؐ نے ان سے شادی کر لی ہوتی اور زینب تو اس شادی کی بڑی خواہش رکھتی تھیں اور اس پر بڑی حریص بھی تھیں۔ آیت کریمہ نے واضح کیا ہے کہ یہ شادی امر الٰہی سے تھی۔ کسی انسانی خواہش کو اس میں کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ اگر اس شادی کے حالات ونتائج اور اپنی قوم کی عادات اور رسوم ورواج کی مخالفت سے آپؐ نے کسی حد تک تنگی بھی محسوس کی جو اس قضیہ کی اصل تھی، تو کیا اللہ تعالیٰ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک شادی شدہ عورت کے ساتھ عشق کرنے سے تنگ دلی نہیں تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ما کان علی النبی من حرج فیما فرض اللہ له سنة اللہ فی الذین خلوا من قبل و کان امر اله قدرا مقدوراً الذین یبلغون سالات اللہ و یخشونه ولا یخشون احدا الا اللہ و کفی باللہ حسیبا (۵۰) نبی پر کوئی حرج نہیں اس بات میں جو اللہ نے اس کے لئے مقرر فرمائی۔ اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے وہ جو اللہ کا پیغام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ کرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔

یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے فرض قرار دیا ہے اور ملحقہ سیاق کلام میں اس کو بیان کیا ہے بلکہ اس کی علت اور اس کا سبب پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ اس سے پہلے آیت میں یوں ہے۔ فلما قضی زید منها وطراً زوجنا کها (۵۱) پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول سے اس شادی کی علت بیان کی۔ لکیلا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیائم اذا قضوا منهن وطرا کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے پالکوں کی بیبیوں میں جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے۔

آنے والی آیت میں اللہ تعالیٰ کے اس قول نے اس معاملہ کو فرض قرار دیا۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبین و کان اللہ بکل شئی علیما. (۵۲) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اس سارے سیاق کلام میں اصل مسئلہ کسی کو منہ بولا بیٹا بنانے کے کسی بھی اثر کے بطلان اور بیٹے کی بیوی اس کے باپ پر حرام ہونے کے سلسلہ میں صلبی بیٹے اور متبنی بیٹے کا معاملہ ایک دوسرے سے مختلف ہونے کا مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مستقبل میں جو کچھ واقع ہونے والا تھا اس کے وقوع سے

پہلے اپنے نبی علیہ السلام کو اس کی خبر دے دی یہ خبر محض مطلع کرنے کے لئے تھی۔ کوئی چیز فرض قرار دینے کے لئے نہیں، تاکہ مستقبل میں جو کچھ وقوع پذیر ہونے والا تھا جب اس کا وقت آئے تو اس کے وجود میں آنے سے پہلے ذہنی طور پر آپ کو تیار کر لیا جائے۔ یہی وہ بات تھی جس کو جناب نبی کریم علیہ السلام نے پوشیدہ رکھا تھا اور باوجود انجام کا علم ہونے کے آپ نے یہ کوشش نہ فرمائی کہ اسے زید کو اپنی بیوی کو طلاق کا حکم دینے کا ایک وسیلہ اور ذریعہ بنائیں چنانچہ جب زید نے انہیں طلاق دی تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حضرت زینب سے آپ کی شادی کی خبر آپ کو دے دی تاکہ قوم کے دلوں میں اس شادی کے انوکھے پن کے سبب منگنی اور اس کے لئے دوڑ دھوپ کی جو تکلیف آپ کو ہو سکتی تھی اس سے وہ آپ کو مستغنی کر دے۔ نیز اس شادی کی تکمیل میں جناب رسول اللہ علیہ السلام کی اپنی خواہش کا کوئی عمل دخل نہ ہو تاکہ آپ ہر قسم کی تہمت سے دور اور شعور باطنی کے لحاظ سے مبرا ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تدبیر سے سارا معاملہ اپنے ذمے لے لیا۔ یہاں تک کہ انجام کار شادی طے پا گئی۔ جناب نبی کریم علیہ السلام نے مستقبل میں جو کچھ ہونے والا تھا اس کے علم کو بھی مخفی رکھا اور عنقریب جو کچھ لوگ کہیں گے اور اس سے جو تنگی آپ کو محسوس ہو گی۔ اس کا بھی اظہار نہ فرمایا چنانچہ حضرت زینب جناب علیہ السلام کے دولت کدہ میں بطور ایک محبوب معزز اطاعت گزار پرہیز گار عابدہ زاہدہ صاحب حرفہ اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھانے والی ایک عورت کی سی زندگی بسر کرنے لگیں وہ صدقہ کرنے کی غرض سے اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی ازواج مطہرات کے بارے میں آپ کا یہ قول مبارک یتبعنی اطولکن یدا (تم میں سے سب سے زیادہ جس کے ہاتھ لمبے ہیں میرے بعد آئے گی) پورا ہوا۔

حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ کے وصال کے بعد جب ہم اکٹھی ہوتیں تو دیوار میں اپنے بازو پھیلا دیتیں۔ انہیں لمبا کرتیں تاکہ لمبی لگیں ہم ہمیشہ ایسا ہی کرتی رہیں۔ حتیٰ کہ حضرت زینب کی وفات ہو گئی۔ حالانکہ وہ چھوٹے قد کی عورت تھیں (اور اللہ ان پر رحم فرمائے ہم سے زیادہ لمبی نہیں تھیں۔) بس ہم سمجھ گئے کہ لمبے ہاتھ سے آپ علیہ السلام کی مراد صدقہ تھا۔ آپ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں) رنگ اور سلائی کا کام بھی کرتیں اور ان سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ صدقہ کر دیتی تھیں۔ (۵۲)

محدثین نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کا وظیفہ انہیں بھیجا جو تقریباً بارہ ہزار درہم تھے۔ انہوں نے ان کو کپڑے میں ڈھانپ دیا پھر برزہ بنت رافع سے فرمایا۔ "ادخلی یدک فاقبضی منه قبضة فاذهبی الی آل فلان و آل فلان من ایتامها و ذوی رحمها" اپنا ہاتھ ان میں ڈالئے۔ اس میں سے مٹھی بھر لیجئے۔ پس فلاں کی یتیم آل

اور فلاں کی یتیم اولاد اور ان کے رشتہ داروں کے پاس اسے لے جائیے۔ اور انہوں نے پھر جب ان کے حکم کے مطابق ان کو تقسیم کر دیا۔ ان میں سے کچھ درھم بچ رہے تو برزہ نے ان سے عرض کی۔ اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمائیے۔ بخدا ہمارا بھی اس میں حصہ ہے۔ حضرت زینب نے ان سے فرمایا جو کپڑے کے نیچے ہے وہ تمہارا' برزہ کہتی ہیں' ہم نے کپڑا اٹھایا تو ہم نے دیکھا کہ تقریباً (۸۵) پچاسی درہم کے لگ بھگ ہیں۔ پھر زینب نے دعا مانگنے کے لئے اپنے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی۔ اللهم لا یدر کنی عطا لعمر بعد عامی هذا.(۵۳)

''اے اللہ اس سال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کوئی وظیفہ مجھے نہ پہنچے۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور اسی سال سن بیس ہجری میں ان کی وفات ہوگئی' ان کی وفات پر سب سے زیادہ پسندیدہ مرثیہ وہ ہے جو ان کی ہم مثل اور ان کی سوکن حضرت عائشہؓ نے کہا' جس کا مطلع یوں ہے۔ ''لقد ذهبت حميدة متعبدة مغزع اليتامىٰ والا رامل'' رضی اللہ عنہا کہ آپ اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئیں کہ آپ عبادت گزار اور یتیموں اور رنڈیوں کا ملجا ماویٰ تھیں۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ كانت زينب بنت جحش تساميني فی المنزلة عند رسول الله صلى الله عليه وسلم' ولم آر امراة قط خيراً فی الدين من زينب واتقى لله' واصدق حديثاً واوصل للرحم' واعظم صدقة واشد ابتذلا لنفسها فی العمل' والذی تصدق به و تتقرب به الی الله تعالیٰ حضرت زینب بنت جحش جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاں مقام و مرتبہ حاصل کرنے میں میرے ساتھ مقابلہ کیا کرتی تھیں۔ میں نے ہرگز کوئی عورت دینداری' اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والی' بات کے لحاظ سے سب سے زیادہ سچی' رشتوں کو بہت زیادہ جوڑنے والی' بہت زیادہ صدقہ کرنے والی اور اپنے آپ کو کام میں بہت زیادہ لگانے والی (جو صدقہ دے اور اس سے اس کا مقصود قرب الٰہی ہو) حضرت زینب سے بڑھ کر نہیں دیکھی۔(۵۴)

اللہ تعالیٰ زینب پر رحم فرمائیں اور ان سے راضی ہوں' اور نبیوں' صدیقوں' شہیدوں اور صالحین کے ہمراہ جنات الفردوس میں ان کے درجے بلند فرمائیں' رفاقت کے لحاظ سے یہ لوگ کتنے ہی اچھے ہیں۔

السیدۃ جویریۃ بنت الحارث المصطلقیۃ رضی اللہ عنہا(۵۵)

آپ ام المومنین جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن جذیمہ ہیں (جو مصطلق سے ہیں) بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو ہے الخزاعیۃ المصطلقیۃ ہیں۔

جناب نبی کریم ﷺ سے پیشتر آپ مسافع بن صفوان جوان کا چچازاد تھا کی زوجیت میں تھیں۔ (۵۶) جنگ مریسیع واقع ہوئی۔ اس میں بنوالمصطلق شکست کھانے کے بعد قیدی بنا لئے گئے۔ کیونکہ خزاعہ قبیلہ کی دیگر شاخوں کو چھوڑتے ہوئے صرف وہی تھے جو رسول اللہ ﷺ کے برخلاف قریش کی مدد کیا کرتے تھے۔ جناب نبی کریم کو خبر ملی کہ ان کا سردار حارث ابن ابی ضرار مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ تو جناب نبی کریم ﷺ نے اس سے پہل کر دی اور پانی کے ایک چشمہ جسے مریسیع کہا جاتا تھا کے پاس پہنچ کر اس پر حملہ کر دیا جب انہیں شکست ہوئی تو جوان میں سے بچ گئے وہ بھاگ کھڑے ہوئے' ان کی عورتوں کو قیدی بنا لیا گیا۔ ان قیدیوں میں برۃ بنت الحارث بھی تھیں۔ (۵۷) ابن ہشام کہتے ہیں کہ ان کے والد ان کا فدیہ ادا کرنے کے لئے اونٹ لائے۔ جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو اپنے اونٹوں میں سے دو اونٹ انہیں بہت پسند آئے وادی عقیق کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں ان دونوں کو چھپا لیا اور بقایا اونٹ لے کر جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔

جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ دو اونٹ کہاں ہیں جو وادی عقیق میں چھپائے ہیں۔ اس پر حارث نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (۵۸) بخدا اس کی سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو خبر نہیں تھی۔ اس وقت آپ ﷺ نے ان کی بیٹی برۃ سے منگنی کی اور ان کا نام جویریہ رکھا۔ (۵۹) ابوداؤد وغیرہ کی روایت بیان کرتی ہے کہ جب قیدی تقسیم کئے گئے تو حضرت جویریہ ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئیں۔ اس نے ان سے اس پر مکاتبت (معاہدہ) کی کہ وہ نو اوقیہ اپنی جان کا فدیہ دے کر آزادی حاصل کر لیں۔ چنانچہ وہ جناب نبی کریم کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئیں کہ آپ ﷺ اس ادائیگی کے سلسلہ میں ان کی مدد فرمائیں۔ انہوں نے آپ ﷺ سے یہ گزارش کی کہ آپؐ ان کی طرف سے بطور مہر مطلوبہ رقم ادا فرما دیں' پھر آپؐ ان کے ساتھ شادی کر لیں۔ آپؐ نے اس کو قبول فرما لیا۔

مسلمانوں نے جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کی شادی کی خبر سنی تو اس وقت ان کی قوم کے قیدی ان کے قبضے میں تھے وہ بولے یہ تو جناب رسول اللہؐ کے سسرال والے ہیں) چنانچہ انہوں نے سب کو آزاد کر دیا۔ اسی وجہ سے سیدہ عائشہ فرماتی ہیں)۔ "فما نعلم امراۃ کانت اعظم برکۃ علی قومھا منھا" ہم کوئی عورت ایسی نہیں جانتے جو ان سے بڑھ کر اپنی قوم کے لئے برکت والی ثابت ہوئی ہو۔ نتیجہ یہ کہ ان کی ساری کی ساری قوم اسلام لے آئی' آپ جناب رسول اکرم ﷺ کے بعد کافی دیر زندہ رہیں' حتیٰ کہ سن ۶۵ ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ رضی اللہ عنہا۔

السیدہ صفیہ بنت حیئ رضی اللہ عنہا (۶۰)

آپ سیدہ صفیہ بنت حیئ بن اخطب بن سعنۃ بن ثعلبہ بن عبید بن کعب بن ابی حبیب بنی نضیر سے ہیں جو ہارون بن عمران کی اولاد سے ہیں یہ یہود کی ایک سرکردہ شخصیت تھی۔ آپ کی والدہ برہ بنت سموال تھیں۔ (۶۱) آپ یہودی شاعر سلام بن متکم کی بیوی تھیں' اس کے بعد انہوں نے کنانہ بن ابی الحقیق سے شادی کی جو حصن القموص کا مالک تھا۔ یہ خیبر کے قلعوں میں سے ایک محفوظ ترین قلعہ تھا۔ (۶۲) کنانہ جنگ خیبر کے دن کام آیا جناب نبی کریم ﷺ نے سات ہجری جنگ خیبر میں ان کے قید ہونے کے بعد ان سے شادی کی۔ آپ دحیہ الکلبی کے حصہ میں آئی تھیں کہا جاتا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنی طرف سے ان کا معاوضہ ادا کر دیا۔ آپؐ سے یہ عرض کی گئی کہ وہ قریظہ اور نضیر کی سردار ہیں اور صرف آپ ﷺ کے ہی لائق ہیں تو آپؐ نے ان کو آزاد کر دیا اور ان سے شادی کر لی۔ (۶۳)

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ وہ اپنی چچازاد بہن کے ہمراہ لائی گئیں جو حصن القموص کے قیدیوں میں سے تھی۔ ان کی رہبری حضرت بلال رضی اللہ عنہ کر رہے تھے جب مقتولین جنگ کے پاس سے ان کا گزر ہوا تو وہ رونے لگیں اور اپنا منہ پیٹنے لگیں جناب نبی کریم ﷺ نے صفیہ کو اپنے پیچھے سوار کرالیا اور انہیں کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ تب لوگوں نے معلوم کرلیا کہ جناب نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنے لئے پسند فرمالیا ہے اور آپ ﷺ نے بلالؓ سے فرمایا۔ جب تو دونوں عورتوں کو لے کر ان کے مقتولین کے پاس سے گزر رہا تھا تو تیرے دل سے رحمت کھینچ لی گئی تھی۔ (۶۴) بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت صفیہ نے اس سے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ چاند ان کی گود میں گر پڑا ہے۔ انہوں نے اس کا تذکرہ اپنے خاوند سے کیا تو اس نے ان کے منہ پر طمانچہ مارا اور ان سے کہنے لگا کہ تو اپنی گردن پھیلاتی ہے (یعنی اس بات کی تمنا کرتی ہے) کہ تو عرب کے بادشاہ کے پاس ہو۔ ان کی آنکھوں میں ابھی تک اس طمانچہ کا اثر نمایاں تھا۔ حتیٰ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو قیدی بنالیا۔ (۶۵) راستہ میں ہی جناب رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ ان کے ساتھ شب باشی فرمائی۔ جسے ''الصہبا'' کہا جاتا ہے۔ مدینہ منورہ میں انہیں حارثہ بن النعمان کے گھر اتارا گیا۔ عورتوں نے ان کے حسن و جمال کی شہرت سن رکھی تھی وہ انہیں دیکھنے آئیں۔ حتیٰ کہ حضرت عائشہؓ ان کے دیکھنے کے لئے بھیس بدل کر اور نقاب اوڑھ کر تشریف لائیں۔ جناب نبی کریم ﷺ نے انہیں پہچان لیا اور ان سے پوچھا۔ اے صاف ستھرے چہرے والی تو نے اسے کیسے پایا۔ انہوں نے غیرت کھاتے ہوئے کہا۔ میں نے ایک یہودی عورت دیکھی ہے۔ جناب

رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا۔ ایسے نہ کہو وہ اب اسلام لے آئی ہیں اور ان کا اسلام بہت اچھا ثابت ہوا ہے۔ (٦٦) حفصہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ حضرت صفیہ کے یہودی الاصل ہونے پر اعتراض کیا تو وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روتی ہوئی آئیں اور عرض کرنے لگیں وہ مجھ سے کیسے بہتر ہو سکتی ہیں۔ میرا خاوند تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، میرے باپ حضرت ہارون علیہ السلام اور چچا حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ (٦٧) جناب نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ مگر وہ ہمیشہ آپ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج میں معزز و مکرم رہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتنہ کے زمانہ میں وہ اپنے گھر اور ان کے گھر کے درمیان سیڑھی لگا کر انہیں کھانا اور پانی پہنچاتی تھیں۔ ان کی وفات سن پچاس ھ میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ حضرت صفیہ پر رحم کرے اور ان سے راضی ہو۔ جناب نبی کریم کے ساتھ ان کی مبارک شادی نے انہیں بڑا اعلیٰ و مقام و مرتبہ عطا کر دیا ان کے قبول اسلام نے انہیں اتنی بلندی بخشی کہ وہ پاکباز امہات المومنین، اور پاک وصاف گھرانہ، گھرانہ نبوی والوں میں سے ہو گئیں۔

السیدہ رملہ بنت ابی سفیان

ام حبیبہ

آپ سیدہ رملہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس ہیں۔ آپ کی کنیت ام حبیبہ ہے۔ ان کی والدہ صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس ہیں۔ بعثت سے سترہ سال پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ ان کی قوم کے حلیف عبید اللہ بن جحش نے ان کے ساتھ شادی کی۔ جو ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش کے بھائی تھے، بعد ازاں ام حبیبہ نے اپنے خاوند کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں ان کی بیٹی حبیبہ پیدا ہوئیں اسی وجہ سے انہیں ام حبیبہ کہا جاتا ہے۔ بعد میں عبید اللہ بن جحش مرتد ہو گیا۔ اس نے عیسائیت قبول کر لی، مگر وہ اسلام پر قائم رہیں۔ اسی وجہ سے ان دونوں کے درمیان رشتہ ازدواج منقطع ہو گیا۔ کثرت شراب نوشی کے باعث کچھ عرصہ بعد عبید اللہ بن جحش ہلاک ہو گیا۔ جناب نبی کریم ﷺ نے انہیں منگنی کا پیغام بھجوایا۔ نجاشی شاہ حبشہ آپ کی طرف سے وکیل بنے۔ نجاشی خفیہ طور پر اسلام قبول کر چکے تھے۔ نجاشی نے ام حبیبہ کو پیغام بھجوا دیا۔ انہوں نے خالد بن سعید بن العاص بن امیہ کو اپنا وکیل مقرر کیا تاکہ شادی والا یہ معاملہ نپٹائیں۔ نکاح کی اس مجلس میں مہاجرین حبشہ نے شرکت کی۔ نجاشی نے جناب رسول اکرم ﷺ کی طرف سے مہر کی رقم ادا کی اور دعوت ولیمہ کا اہتمام بھی کیا۔ اس کی بیگمات نے خوشبو اور دیگر اشیاء ام المومنین مہاجرہ ام حبیبہ کو بطور تحفہ بھیجیں۔ دن گزرتے چلے گئے، حتیٰ کہ سات

ہجری کا وہ دن بھی آن پہنچا جس دن ام حبیبہ دیگر مہاجرین کے ہمراہ مدینہ منورہ واپس لوٹیں۔ ان واپس لوٹنے والوں میں جناب نبی کریم ﷺ کے چچازاد اور آپ کے ہم شکل جعفر بن ابی طالب بھی شامل تھے۔ جونہی یہ وفد مدینہ پہنچا تو عین اسی وقت جناب رسول کریم ﷺ بھی خیبر سے فتح یاب ہو کر واپس تشریف لائے۔ آپ ﷺ جعفر کی طرف بڑھے۔ انہیں گلے سے لگاتے ہوئے فرمایا۔ تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو میں نہیں جانتا کہ میرے لئے زیادہ خوشی کی بات کونسی ہے۔ فتح خیبر یا آمد جعفر'' (۶۸)

اس کے بعد دن گزرتے چلے جاتے ہیں' قریش حدیبیہ والا عہد نامہ توڑ دیتے ہیں۔ ابوسفیان بگڑے ہوئے کو سنوارنے کے لئے مدینہ منورہ آتا ہے۔ سب سے پہلے اس خیال سے اپنی بیٹی ام حبیبہ کے گھر آتا ہے کہ ممکن ہے وہ حضور ﷺ سے اس کی سفارش کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ اس معاہدہ کو دوبارہ پختہ فرماتے ہیں اور مدت معاہدہ بھی بڑھا دیتے ہیں۔ جنگ کے بادل چھٹ جاتے ہیں جب ابوسفیان اپنی بیٹی کے گھر داخل ہوتے ہیں تو جناب نبی کریم ﷺ کے بستر مبارک پر بیٹھنے کا ارادہ کرتے ہیں مگر وہ اس کو ناپسند کرتی ہیں بستر لپیٹ دیتی ہیں۔ اس پر ان کے باپ بہت زیادہ حیران ہوئے اور ان سے پوچھتے ہیں کیا تم نے مجھے بستر سے ہٹانے کے لئے بستر لپیٹا ہے یا بستر مجھ سے ہٹانے کے لئے؟ وہ ان کو جواب دیتی ہیں "**هو فراش رسول الله صلى الله عليه وسلم، وانت رجل مشرک فلا ينبغي لک ان تجلس عليه**" یہ جناب رسول اللہ ﷺ کا بستر مبارک ہے' تم ایک مشرک آدمی ہو' تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم اس بستر پر بیٹھو۔ وہ ان کو بڑی حسرت کے ساتھ جواب دیتے ہیں۔ میرے گھر سے آنے کے بعد تمہیں کوئی برائی پہنچ چکی ہے) یعنی تم گمراہ ہو چکی ہو۔ (۶۹) جناب رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد وہ مدینہ منورہ میں سن چوالیس ہجری تک زندہ رہیں۔ وہاں ان کی وفات ہوئی۔ (۷۰)

السيدة ميمونة الهلالية (۷۱)

آپ سیدہ میمونہ بنت الحارث بن حزن بن بجیر بن الہرم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعۃ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس عیلان بن مضر ہیں ان کی والدہ ہند بنت عوف بن زہیر بن الحارث بن حماطہ الحمیریۃ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ کنانیۃ تھیں۔ سیدہ میمونہ حضرت عبداللہ ابن عباس' خالد بن الولید اور جعفر طیار کے بیٹوں کی خالہ تھیں' ان کا نام برہ تھا۔ جناب نبی کریمؐ نے ان کا نام میمونہ رکھا۔ (۷۲) یہ ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ کی ماں کی طرف سے بہن بھی تھیں۔ حضرت میمونہ ابھی جوان تھیں ان کی عمر بیس سال کے لگ بھگ تھی کہ وہ رانڈ ہو گئیں۔ ان کا خاوند ابارھم بن عبدالعزی العامری تھا جو ان کا چچا تھا۔ (۷۳) سن سات ہجری عمرہ القضا میں جناب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا۔ (۷۴) اور عمرہ القضاء سے واپسی کے وقت سرف نامی جگہ میں جو تنعیم کے قریب تھی ان سے مقاربت فرمائی (۷۵) راوی بیان کرتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے ساتھ منگنی کی خوشخبری لے کر آنے والا ان کے پاس خوشخبری لایا تو وہ اس وقت اونٹ پر سوار تھیں۔ انہوں نے خوشی سے سرشار ہو کر اپنے آپ کو اونٹ پر گرا دیا اور یہ فرما رہی تھیں کہ "اونٹ اور جو کچھ اونٹ پر ہے جناب رسول اللہ کا ہے۔" اپنے رب کے سایہ رحمت میں منتقل ہونے کے وقت تک آپؐ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کرتی رہیں، مقام سرف میں ان کی وفات ہوئی اور گنبد کی اسی جگہ دفن ہوئیں جہاں وہ بطور دلہن جناب رسول اللہ کی خدمت میں پیش کی گئی تھیں۔ (رضی اللہ عنہا) (۷۶)

یہ تھیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، امہات المؤمنین جن کی تعداد تقریباً گیارہ بنتی ہے۔ ان میں سے دو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی وفات پا گئی تھیں۔ ایک حضرت خدیجہؓ تھیں جو مکہ مکرمہ میں فوت ہوئیں۔ دوسری زینب بنت خزیمہ تھیں۔ جن کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی تو گویا آپؐ کے وصال کے وقت تک آپؐ کی نو بیویاں موجود تھیں۔ یہود و نصاریٰ میں سے اسلام پر طعن کرنے والے اور اسلام کے ساتھ کینہ رکھنے والے گمراہوں کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی اتنی تعداد پر طعن واعتراض کا موقع ہاتھ آ گیا جس کو بنیاد بنا کر وہ مقام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دست درازی کرتے ہیں انہیں شبہات پیدا کرنے کے لئے ایک محرک اور پلیٹ فارم مل گیا جس کے پردے میں وہ اکثر مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرتے رہتے ہیں اور غیر مسلموں کے دلوں میں اسلام کے خلاف کینہ کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ مسلمانوں کی بہت ساری اولاد کو یہ اور اس قسم کے دیگر شبہات اچانک اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں جن کو ٹھکرانے کی انہیں طاقت نہیں ہوتی تو یہ طعن وتشنیع کرنے والے اس قابل ہی نہیں تھے کہ ان کی طرف کوئی توجہ دی جاتی۔

ان کا کینہ اس قدر گہرا ہو چکا ہے اور مکر وفریب کی اس منزل پر پہنچ چکے ہیں کہ حق کے سامنے وہ اب سرنگوں ہو ہی نہیں سکتے اور باطل سے کبھی مڑ ہی نہیں سکتے، ان کا انکار اور ان کی عداوت اس قدر بڑھ چکی ہے کہ کوئی علم اب ان کے لئے نفع مند ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ رب العزت ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ فلما جاء ھم ماعرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین جب ان کے پاس تشریف لائے وہ جن کو وہ پہچانتے تھے تو اس سے منکر ہو بیٹھے۔ پس اللہ کی لعنت ہو منکروں پر۔

اسی طرح ان کے حق میں یہ بھی فرمایا۔ فانھم لا یکذبونک ای یعلمون انک

رسول اللہ ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون (بے شک وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے، یعنی جانتے ہیں کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ بلکہ ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں) اس شبہ کی اصل حقیقت کی وضاحت کے سلسلہ میں ہمارا دعویٰ ہے کہ بلاشبہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ازواج کی کثرت اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ ﷺ بڑے مہربان، کمال خلق والے اور اللہ تعالیٰ کے سچے نبی تھے۔ آپؐ کی عمر مبارک پچیس برس کی ہو چکی تھی، مگر یہ بات آپؐ کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکی کہ آپؐ معاذ اللہ کبھی کسی عورت کے پیچھے دوڑے ہوں یا کسی گناہ کے قریب بھی پھٹکے ہوں۔ آپؐ معصوم تھے آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے اس وقت شادی کی جب انہوں نے خود اپنے آپ کو آپؐ پر پیش کیا۔ آپؐ نے بذات خود ان کی خواہش نہیں کی تھی۔ شادی کے وقت آپؐ کی عمر مبارک پچیس برس کی تھی اور وہ عمر میں آپؐ سے پندرہ برس بڑی تھیں۔ چنانچہ آپؐ نے اپنا طویل زمانہ جوانی ان کے ساتھ بسر کیا یہاں تک کہ آپؐ کی عمر شریف پچاس برس سے بھی متجاوز ہو گئی جب وہ فوت ہوئیں تو اس وقت ان کی عمر پینسٹھ برس کی تھی۔ اگر حضرت محمد ﷺ معاذ اللہ ایسے ہوتے جیسا کہ وہ لوگ گمان کرتے ہیں تو آپؐ نے یقیناً ان کی زندگی میں ہی دوسری تیسری اور چوتھی شادی کر لی ہوتی۔ کیونکہ یہی وہ زمانہ ہوتا ہے جس میں اس شخص کا عورتوں کی طرف شدید میلان ظاہر ہوتا ہے جسے عورتوں کی شدید خواہش ہو اور ان کی طرف اس کا جھکاؤ ہو۔ مگر آپ ﷺ کا اپنی جوانی اور اپنے بڑھاپے کے پچیس سے زائد سال اکیلی خدیجہ کے ساتھ بسر کرنا اور صرف انہی پر انحصار کرنا ان لوگوں کا انتہا درجہ کا رد ہے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مسلموں اور غیر مسلموں میں سے عقل سلیم رکھنے والوں اور طالبان حق کو بہت زیادہ مطمئن کرنے والا ہے۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد جن عورتوں سے آپؐ نے شادی کی ان میں سے ہر ایک سے شادی کا کوئی نہ کوئی محرک اور سبب تھا جس کے پیش نظر آپؐ نے ان سے شادی کی۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد آپؐ نے حضرت سودہ بنت زمعہ سے شادی کی ان کا شمار سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی عورتوں میں ہوتا ہے۔ قبول اسلام کے بعد انہوں نے اپنے خاوند سکران بن عمرو کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کا خاوند وہیں مر گیا، آپ بھاری جسم والی قدر کم حسین اور بوڑھی عورت تھیں۔ مردوں کو ان کی کوئی خواہش نہیں ہو سکتی تھی۔ ان کی بیوگی میں ان سے شادی اور حبشہ سے بے یار و مددگار ان کی واپسی کی وجہ سے آپؐ کی ان سے شادی ان کے زخموں پر گویا ایک گونہ مرہم تھی۔ وہ اپنے دادا حضرت عبدالمطلب کی طرف سے آپؐ کے اوپر والے ماموں کی بیٹی تھیں۔ اس کے بعد آپؐ نے حضرت عائشہؓ بنت ابی بکر سے شادی کی۔ آپؐ کی تمام عورتوں میں سے صرف وہی ایک کنواری تھیں جن سے آپؐ نے شادی کی، ان سے آپؐ کا

شادی کرنا ان کے والد کی عزت افزائی اور ان کے اکرام کے طور پر تھا اور آپؐ اور ان کے درمیان جو رشتہ دوستی تھا اس کو مستحکم بنانے کی خاطر اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت، سبقت فی الاسلام، صداقت اور عظیم قربانیاں جو انہوں نے اسلام کی خاطر پیش کی تھیں ان کے اعتراف کے پیش نظر تھا۔ اس شادی کے سبب سے حضرت عائشہؓ اور ان کے والد ماجد سے زیادہ کوئی بھی خوش بخت نہ تھا وہ عائشہؓ جنہیں امہات المومنین کی سرداری کا شرف حاصل ہوا اس شادی نے ان کے والد ماجد اور جناب رسول اللہ ﷺ کے درمیان جو عہد نامہ ہائے محبت تھے انہیں اور مضبوط کیا۔ حتیٰ کہ اس امت میں وہ اعلیٰ منازل پر پہنچے، پھر حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے خاوند حنیس بن حذافہ کے جنگ احد میں شہید ہو جانے کے بعد آپؐ نے ان سے شادی کی، ہم یہ پہلے ملاحظہ کر چکے ہیں کہ کیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے پہل انہیں حضرت ابوبکر اور عثمان رضی اللہ عنہما پر پیش کیا مگر ان دونوں حضرات نے ان کی پیشکش قبول نہ کی (۷۷) اور پھر کیسے انہوں نے اس کی شکایت حضور ﷺ سے کی اور آپؐ نے ان سے فرمایا کہ ان کے ساتھ وہ شادی کرے گا جو ان دونوں (حفصہؓ و عمرؓ) سے بہتر ہو گا۔ پھر آپؐ نے ان کے پاس اپنے بعد اس امت کے دو عظیم ترین شخصیوں کے درمیان مساوات قائم کرنے اور حفصہ مہاجرہ اور بیوہ کی ڈھارس بندھوانے کی خاطر ان سے منگنی کی۔

اس کے بعد آپؐ نے زینب بنت خزیمہ سے شادی کی ان کے خاوند عبید بن الحارث ان تین شہ سواروں میں سے ایک تھے جنہوں نے بدر میں جنگ کی ابتدا کی تھی۔ وہ زخمی ہوئے اور اس کے فوراً بعد شہید ہو گئے۔ حضرت زینب اپنی شادی کے آٹھ ماہ بعد حضور ﷺ کی زندگی میں ہی وفات پا گئیں، پھر آپؐ نے ام سلمہ سے شادی کی، ان کے خاوند ابوسلمہ تھے وہ جناب نبی کریم ﷺ کے پھوپھی زاد تھے۔ ان کو ساتھ لے کر انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی بعد ازاں انہوں نے مدینہ منورہ ہجرت کی۔ ابوسلمہ نے جنگ بدر و احد میں شرکت کی اور اس زخم کی وجہ سے وفات پا گئے جو جنگ احد کے بعد انہیں لگا۔ ام سلمہؓ نے اپنی دونوں ہجرتوں اور جائے ہجرت میں اپنے خاوند ابوسلمہ کی وفات کی وجہ سے جو نقصان اور رنج و غم برداشت کئے تھے وہ ان سے منگنی کر کے جناب رسول اللہ ﷺ نے دور کر دیئے۔ ابوسلمہ کی اولاد بھی تھی جو نبی کریم ﷺ نے اپنے پھوپھی زاد اور رضاعی بھائی ابوسلمہ کے ساتھ اظہار وفا کے لئے اور اس اعلیٰ خاندان اور مستحکم عزت و شرافت والی عظیم عورت کی عزت افزائی اور ہجرت میں بڑی بڑی قربانیاں دینے اور تکالیف پر صبر کرنے اور مسافری میں بیوہ پن کی سختیاں جھیلنے کی وجہ سے ان کو اپنے اہل و عیال میں شامل کر لیا، بعد ازاں آپؐ نے اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش کے ساتھ شادی کی۔ جیسا کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ

کے محبوب اور آپؐ کے مولی زید بن حارثہ کے قصہ میں ملاحظہ کر چکے ہیں اور ہم نے یہ بھی مشاہدہ کیا ہے کہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا آپ کی شادی کرانے کا مقصد اس جاہلی عادت کو ختم کرنا تھا جس کے مطابق متبنیٰ بیٹے کی بیوی اس کے باپ پر حرام ہوا کرتی تھی' پھر آپؐ نے جویریہ بنت الحارث المطلقیہ کے ساتھ شادی کی وہ جنگی قیدیوں میں شامل تھیں۔ آپؐ نے ان کو آزاد کر دیا پھر قائدین بنو المصطلق میں سے ایک قائد ان کا باپ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے ان کے ساتھ ان کے باپ سے منگنی کے بارے میں بات کی اور قبائل کے سرداروں کے ساتھ اپنے تعلقات مضبوط بنانے کے لئے ان سے نکاح کر لیا۔ اب ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ آپ کا ان کو آزاد کرنا کس طرح ان کی قوم کی رہائی کا سبب بنا۔ صحابہ کرام نے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں دیگر قیدیوں کو رہا کر دیا۔ ایسے ہی اس میں گویا مسلمانوں کی ایک طرح کی تعلیم تھی اور یہ بنی المطلق کے لئے باعث برکت بھی ثابت ہوا وہ بنی مصطلق جو مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بعد ازاں آپؐ نے حبیبہ بنت ابی سفیان کی حبشہ سے واپسی کے بعد ان کے ساتھ شادی کی۔ ان کے ساتھ یہ شادی ان کی عزت و تکریم' ان کی دلجوئی اور سردار مکہ ابو سفیان کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق استوار کرنے کی غرض سے تھی۔ اس شادی نے اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ اس کی عداوت کو کم کر دیا اور اس کی تالیف قلب کا سبب بنی۔ بعد ازاں اس نے مسلمانوں کے خلاف کبھی بھی تلوار نہیں اٹھائی۔ حتیٰ کہ فتح مکہ کے دن جب ایمان اس کے دل میں داخل ہو گیا تو پھر اس کا شمار عظیم مجاہدین فی سبیل اللہ اور اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کی خاطر عظیم مجاہدین فی سبیل اللہ اصحاب الرای اور قائدین میں ہونے لگا۔ جنگ یرموک اور فتح شام کے سلسلے میں بعد میں ہونے والے معرکوں میں اس کے بہادر بیٹے بھی اس کے ساتھ تھے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ بنت حیی بن اخطب کے ساتھ شادی کی جو قائدین یہود میں سے تھا۔ یہ خیبر کے جنگی قیدیوں میں آئی تھیں۔ آپؐ نے انہیں آزاد فرما کر ان سے شادی کی نتیجہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور امہات المومنین الطیبات الطاہرات میں سے ہو گئیں۔ آپ کا ان سے شادی کرنا ان کے باپ کا اپنی قوم میں جو مقام و مرتبہ تھا اس کا ان کو بدلہ دینے کی غرض سے تھا جو سردار قوم تھا نیز قوم یہود میں سے جو اس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا چاہئے جنہیں وہ اپنے ہاں تورات وانجیل میں لکھا پاتے تھے' اس کو آپ کی پیروی کی گویا یہ ایک کھلی دعوت تھی (وہ اس نبی کو ایسے پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو) یہ شادی ان کی عداوتوں کو کم کرنے کی طرف ایک اقدام تھا اور کینوں کی جو آتش ان کے دلوں میں بھڑک رہی تھی اس کو بجھانا تھا۔ امید یہ تھی کہ وہ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے جن کے ساتھ ان کا عہد تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول سے ان کی حالت بیان فرمائی ہے۔ وکانوا

من قبل یستفتحون علی الذین کفروافلما جاء ھم ماعرفوا کفروابه فلعنة الله علی الکافرین (۷۸) ''اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت ہو منکروں پر'' بعد ازاں آپؐ نے میمونہ بنت الحارث الھلالیہ کے ساتھ عقد کیا۔ وہ اپنے خاوند کی رفاقت سے اس وقت محروم ہو گئیں جبکہ ابھی انکی عمر چھبیس سال کے لگ بھگ تھی۔ آپؐ نے عمرہ القضاء سے واپسی کے وقت مقام تنعیم میں ہجرت کے ساتویں سال ان کے ساتھ شادی کی وہ عبداللہ بن عباس اور خالد بن الولید اور جعفر طیار کی اولاد کی خالہ اور ام المومنین زینب بنت خزیمہ کی ماں کی طرف سے بہن تھیں۔ وہ یقیناً اس عظیم عزت و تکریم کے لائق تھیں وہی آخری عورت تھیں جن سے آپؐ نے شادی کی۔ اس سیاق کلام میں جو بات لائق ذکر ہے وہ یہ یاددہانی کرانا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنی ان ازواج سے قرآن کریم کی چار عورتوں کے ساتھ شادی کی قید لگانے سے پہلے شادیاں کی تھیں۔ جب قرآن کریم کا یہ حکم اترا تو اس وقت آپؐ کو طلاق کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ الٹا قرآن کریم بغیر کسی حرج کے آپؐ کے لئے ان کے حلال ہونے کا حکم لے کر اترا۔ فرمایا۔ یاایھا النبی انا احللنا لک ازواجک اللاتی آتیت اجورھن وما ملکت یمینک مما افاء الله علیک وبنات عمک و بنات عماتک وبنات خالک و بنات خالاتک اللاتی باجرن معک وامراة مومنة ان وھبت نفسھا للبنی ان آرادا النبی آن یستنکحھا خالصة لک من دون المومنین قد علمنا ما فرضنا علیھم فی ازواجھم و ما ملکت ایمانھم لکیلا یکون علیک حرج و کان الله غفورا رحیما. (۷۹) اے غیب بتانے والے (نبی) ہم نے تمہارے لئے حلال فرمائیں تمہاری بیبیاں جن کو تم مہر دو اور تمہارے ہاتھ کا مال کنیزیں جو اللہ نے تمہیں غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی اور ایمان والی عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کرے اگر نبی اسے نکاح میں لانا چاہے۔ یہ خاص تمہارے لئے ہے امت کے لئے نہیں۔ ''ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں کے لئے مقرر فرمایا ہے ان کی بیبیوں اور ان کے ہاتھ کے مال کنیزوں میں'' یہ خصوصیت تمہاری اس لئے کہ تم پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آپؐ کی نو بیویوں کا بیک وقت آپ کی قید نکاح میں باقی رہنا' آپؐ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت اور آپؐ کی بیویوں کی بھی خصوصیت تھی۔ اور یہ اسطرح کی ایک خصوصیت تھی جیسے قیام اللیل کا آپؐ کے لئے واجب ہونا' صدقہ کا آپؐ اور آپؐ کے اہل بیت پر حرام ہونا اور آپؐ کے مال میں احکام وراثت کا جاری نہ ہونا' آپ کی خصوصیات میں سے ہیں اور جیسے برائی

کرنے پر دگنا عذاب ہونا اور قرآن کی رو سے نیک اعمال پر دگنا ثواب ہونا آپ ؐ کی بیویوں کی خصوصیت تھی چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔ یا نساء النبی من یأت منکن بفاحشة مبینة یضاعف لها العذاب ضعفین و کان علی الله یسیراً و من یقنت منکن لله و رسوله و تعمل صالحا نوتها اجرها مرتین و اعتدنا لها رزقا کریما. (۸۰)

پھر ان ازواج کے علاوہ کسی اور عورت سے شادی کی حرمت پر قرآن کریم نے یوں حکم دیا۔

لا یحل لک النساء من بعد و لا ان تبدل بهن من ازواج و لو اعجبک حسنهن الا ماملکت یمینک و کان الله علی کل شئی رقیبا (۸۱) ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ ان کے عوض اور بیبیاں بدلو اگرچہ تمہیں ان کا حسن بھائے مگر کنیز تمہارے ہاتھ کا مال اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

اگر ہم آپ ﷺ کے لئے کئی بیویاں حلال ہونے کی حکمت پر غور کریں تو ہم دیکھیں گے کہ یہ نہایت ہی کامل و اکمل، بہت ہی عمدہ اور نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی رحمت و شفقت اور احسان کی ایک اعلیٰ مثال ہے کیونکہ آپ ﷺ کو اگر اپنی ازواج میں سے بعض کو طلاق دینے کا پابند بنا دیا جاتا تو یقیناً یہ طلاق ان مہاجر عورتوں پر واقع ہوتی جو بیوہ ہو چکی تھیں اور حسن و جمال میں بھی انہیں کوئی وافر حصہ نہیں ملا تھا اور یہ بات جناب نبی کریم ﷺ کا ان کے ساتھ شادی کرنے کا جو مقصد تھا اس کے منافی ہوتی نیز ان کے مقام و مرتبہ کو کم کرنے کا سبب بنتی اور اس اعلیٰ و اشرف گھرانے (جس کی مانند کوئی گھرانہ زمین آج تک نہیں پہچان سکی) اور اشرف المرسلین اور خاتم النبین کے ساتھ نسبت اور تعلق کا جو شرف اللہ تعالیٰ نے ان کو بخشا تھا اس کو مجروح کرنے کا بھی باعث ہوتی۔ اپ ﷺ کی طرف سے طلاق کا صدور آپ کے خلق عظیم اور آپ کی رحمت و رافت کے منافی ہوتا جو سارے جہانوں کو شامل ہے۔ معاذ اللہ کہ آپ ؐ کا شمار طلاق دینے والے میں ہو۔ اس پر میں اس بات کا بھی اضافہ کروں گا کہ اللہ عز و جل نے ازواج نبی صلی ﷺ اور تمام مومنین کے درمیان ایک شعوری مامتا کا تعلق قائم کر دیا تھا۔ قرآن کریم نے اس کا نقشہ ان الفاظ میں کچھ یوں کھینچا ہے۔ النبی اولی بالمومنین من انفسهم و ازواجه امهاتهم "نبی صلی اللہ ﷺ مومنین کی جانوں سے بھی ان کے زیادہ قریب ہیں اور آپ ﷺ کی ازواج ان کی مائیں ہیں" پھر آپ ؐ کے بعد آپ ؐ کی ازواج کو مومنین پر ہمیشہ کے لئے حرام قرار دیا اور ان سے نکاح کرنے کو جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے باعث ایذا اور عظیم شرف نبوت پر دست درازی شمار کیا اور اسے بہت بڑا معاملہ قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ "و ما کان لکم ان تؤذوا رسول الله و لا ان تنکحوا ازواجه من بعده ابدا ان ذلکم کان عندالله عظیما (۸۲) اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول

اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی انکی بیبیوں سے نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی شادی کا معاملہ بھی جو آپؐ سے تینتالیس برس چھوٹی تھیں (اس وقت ان کی عمر دس سال سے بھی کم تھی) ان معاملات میں سے ہے، جن کو بنیاد بنا کر دشمنان اسلام اور وہ جن کے دلوں میں ہر چیز کو بہ نگاہ حقارت دیکھنے کا مرض ہے مقام نبی ﷺ پر دست درازی کرتے ہیں، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دشمنان نبی کے شبہ کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے کتاب عزیز میں اس کی مثال یوں بیان فرمائی ہے۔ "کمثل العنکبوت اتخدت بیتا فان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانو یعلمون"

افسوسناک بات یہ ہے کہ بہت سارے مسلمان بھی جب ان سے اس معاملے کے بارے سوال کیا جائے یا شیطان ان کے دلوں میں وسوسے ڈالے تو وہ اس سے متعجب اور مدہوش ہوتے ہوئے شک وشبہ میں پڑ جاتے ہیں۔ ان سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا اور نہ ہی اس کی طرف وہ کوئی راہ پاتے ہیں بعض دفعہ ان میں سے کچھ گرے ہوئے کناروں والے گڑھے پر پہنچ جاتے ہیں اور یہ انہیں جہنم میں گرا دیتا ہے۔ والعیاذ باللہ

اس مسئلے کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ اے مسلمانو! اس مسئلہ کی طرف دشمن کی آنکھوں سے نہ دیکھو اور نہ فساد و بگاڑ کی عینکیں لگاؤ، جو انہوں نے تمہارے لئے محض اس لئے تجویز کی ہیں کہ سفید کو سیاہ دیکھو اور خوبصورت تمہیں بدصورت نظر آئے، حلال کو حرام سمجھو، دور کو نزدیک، چھوٹے کو بڑا اور ممکن کو ناممکن۔

ان کی طرف ان قصے کہانیاں، گمراہی میں گری ہوئی اخفا و ابہام، دھوکہ دہی اور جھوٹ موٹ پر مبنی فلم اور ڈرامے لکھنے والوں کی عینکوں سے نہ دیکھو، اس سے باخبر رہو کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کی (ہر کافر، فاسق اور جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا) آواز نہ بن جاؤ۔ یہ شادی جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے بھی باعث برکت تھی اور خود حضرت عائشہؓ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھی مبارک، نیز قیامت تک تمام مسلمانوں کے لئے باعث برکت رہے گی۔ جہاں تک جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے اس کے بابرکت ہونے کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ ایک کنواری عورت کے ساتھ یہ آپ کی پہلی شادی تھی۔ آپ کی پاک بیویوں میں سے وہی اکیلی ایک غیر شادی شدہ عورت تھیں۔ اسی وجہ سے تمام ازواج میں سے وہ آپ کی محبوب ترین زوجہ تھیں جو اپنی توجہ، اپنی نیازمندی و فرمانبرداری، نرم روی اور رحمت کے ساتھ آپؐ پر ہمیشہ نچھاور رہتیں، حتیٰ کہ ان کے اس مرتبہ پر آپ کی تمام

عورتیں ان سے رشک کرنے لگیں اور اس ترجیح یافتہ سوکن کے ساتھ عورتوں کی سی غیرت کا مظاہرہ کرتیں اور مسلمانوں میں سے وہ کون ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ کی خوشی پر خوش نہیں ہوتا اور آپؐ جس سے مانوس ہیں اس سے مانوس نہیں ہوتا' آپ کی رضا سے راضی نہیں ہوتا اور جو آپؐ چاہتے ہیں وہ نہیں چاہتا' یقیناً کوئی بھی ایسا نہیں سوائے اس شخص کے جو صرف محبت کے دعویداروں میں سے ہو یا کمزور ایمان لوگوں میں سے ہو یا ان میں سے جن کے دلوں میں بیماری ہے۔ العیاذ باللہ۔

کون یہ جرأت کر سکتا ہے کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے یا آپ کی امت کے لئے کسی بھی شخص کے لئے جبکہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کرتا ہو وہ چیز حرام ٹھہرے جو اللہ نے ان کے لئے حلال قرار دی ہے اور کون اس سے انکار کر سکتا ہے کہ اس شادی کی دونوں طرفیں (دودھیال ہو یا ننھیال) تمام لوگوں کے اطراف میں سے اعلیٰ و افضل ہیں' یہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں جنہوں نے ایسی شادی آپؐ اور آپؐ کے ماسوا کے لئے حلال ٹھہرائی ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں جو بخاری' مسلم اور ترمذی کی اس حدیث میں وارد ہو چکا ہے۔ "ان جبریل جاء بصورتها فی خرقه من حریر خضراء الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال هذه زوجتک فی الدنیا والآخرة" کہ جبریل علیہ السلام سبز رنگ کے ریشمی کپڑے کے ایک ٹکڑے میں حضرت عائشہؓ کی تصویر لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یہ دنیا و آخرت میں آپؐ کی زوجہ ہیں' پھر یہ نبی تو وہ نبی ہیں۔ جنہیں وحی کی تائید حاصل ہے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو جناب رسول اللہ ﷺ کے رفیق' آپؐ کے سچے دوست' آپ کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے آپؐ کے غار کے ساتھی اور آپؐ کے تمام اصحاب میں سے افضل ہیں۔ یہ وہ حقائق ہیں جس پر قرآن کریم کی شہادت (اور شہادت کے لحاظ سے اللہ کافی ہے)' جناب رسول اللہ ﷺ کی شہادت اور تمام صحابہ کی شہادت موجود ہے جہاں تک چوتھی طرف کا تعلق ہے تو وہ حضرت عائشہ ام المومنین ہیں جو اپنے زمانہ کی تمام عورتوں میں سے عظیم عورت ہیں۔

جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو ایک کم عمر لڑکی پر اس حیثیت سے غیرت کھاتے ہیں کہ اس سے ایسا شخص شادی کرے جو اس کے باپ کا ہم عمر ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ قاعدہ و قانون تو ایسا نہیں (یعنی اتنی چھوٹی عمر کی لڑکی سے اتنی بڑی عمر کے مرد کا شادی کرنا) مگر یہ استثناء ہے اور بعض دفعہ بہت سارے استثناءات قواعد و قوانین سے اعلیٰ و ارفع ہوتے ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کے ساتھ بہت عمدہ برتاؤ کیا کرتے تھے اور حضرت عائشہؓ ہرگز عمر کے فرق کو محسوس نہیں فرماتی تھیں' کیونکہ ان کا مہربان' پاکیزہ اور پاکباز خاوند جس کو اللہ تعالیٰ نے شریعت و حکمت

عطا کی تھی اور اپنی تائید سے نوازا تھا یہ اس کے بس میں تھا کہ وہ اپنی بیوی کے لئے بہترین خاوند ثابت ہو اور اپنے گھر والوں کے لئے اچھا مرد، بالکل ایسے ہی جیسے کہ وہ ساری مخلوق کے لئے تمام انبیا علیہم السلام میں سے بہتر نبی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ ﷺ کی حضرت عائشہؓ کے ساتھ شادی آپ ﷺ کی نبوت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔ بلاشبہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بس میں تھا کہ آپ حضرت عائشہؓ کے ساتھ زندگی بسر کریں اور ان کو ایک لمحہ بھی یہ محسوس نہ ہو کہ اس شادی سے ذرہ بھر بھی انہوں نے کچھ کھویا ہے اور یہ پھر اس وقت جبکہ ایک عورت جوانی کے خواب دیکھ رہی ہو اور حسن و جمال سے اسے وافر حصہ ملا ہو تو جناب رسول اللہ ﷺ بھی تو ہر چیز میں جوان تھے اور اس پر طرہ یہ کہ آپ وہ نبی تھے جن کی طرف وحی کی جاتی تھی، اپنی قوت اور ہیئت کے لحاظ سے جوان تھے، اپنی قوت حیویہ اور اپنی نشاط و حرکت میں جوان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ قوت شباب عطا کی تھی جس سے اکثر نوجوان عاجز تھے اور غالباً یہ آپ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت تھی۔ صحابہ کرام یہ رائے رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو چالیس مردوں جتنی طاقت عطا فرمائی ہے۔ اسی وجہ سے آپؐ جب بھی چاہتے ایک رات میں اپنی تمام بیویوں کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کے ساتھ اس انداز سے زندگی بسر کرتے تھے کہ ان میں سے کسی ایک کے حق میں بھی آپؐ سے کبھی بھی کمی واقع نہیں ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ حسن و جمال عطا کیا تھا جو آج تک کسی انسان کو بھی عطا نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ حضرت یوسف علیہ والسلام وعلی نبینا الصلاۃ والسلام کو بھی عطا نہیں ہوا تھا۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا وصف یوں بیان کرتے ہیں۔ (**کان رسول الله صلى الله عليه وسلم مربوعا ولقد رايته فى حلة حمرا، ما رايت شيئا قطا احسن منه**)

جناب رسول اللہ ﷺ درمیانہ قد کے تھے میں نے ایک دفعہ ان کو سرخ رنگ کی پوشاک پہنے دیکھا۔ تو مجھے ان سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نظر نہ آئی۔ جہاں تک حضرت عائشہؓ کے لئے اس شادی۔ کے بابرکت ہونے کا تعلق تھا۔ تو یقیناً اسی شادی کی وجہ سے انہوں نے بہت بڑا اشرف حاصل کیا جس کی عموماً ایک عقلمند عورت متمنی ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ آپ اولاد آدم کے سردار اور نبیوں میں سے آخری نبی ﷺ کی بیوی بنیں، مومنین کی ماؤں میں سے ان کی ایک ماں بنیں، قرآن قیامت تک اس نام سے ان کا ذکر کرتا رہے گا اور اس رشتہ کے وسیلے سے آپ ﷺ کی ازواج طیبات طاہرات کے ساتھ انہوں نے جنت کی اعلیٰ وارفع منازل حاصل کیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں بہتان سے آپ کی برائت کے سلسلہ میں تیرہ آیتیں نازل فرمائیں۔ ان میں سے ہر آیت ایک مسلمان خاندان کی تربیت کے لئے اور ایک مسلم سوسائٹی تیار کرنے کے لئے ایک کامل

درس کی حیثیت رکھتی ہے تاکہ وہ سوسائٹی پاکیزگی اور خوبی وفضیلت میں ایک قابل تقلید اور افضل نمونہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے یہ گواہی دی کہ آپ ایک پاکباز اور پاکیزہ خاوند کی پاکدامن اور پاکباز بیوی ہیں۔ کس قدر عظیم گواہی ہے یہ اور مبارک ہو حضرت عائشہؓ کو ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی یہ گواہی اور یہ خوشخبری۔ "والطیبات للطبین والطیبون للطیبات والئک مبرئون مما یقولون لھم مغفرۃ ورزق کریم" (۸۳)

"پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں جو وہ کہتے ہیں اس سے وہ بری ہیں۔ ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے" اس آیت مبارکہ کے صدقے اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کو شرف عظیم سے نوازا، جب بھی تلاوت کرنے والے سورۃ نور یا سورۂ احزاب کی تلاوت کرتے ہیں اور جب بھی جناب رسول اللہ ﷺ سے حضرت عائشہؓ کی احادیث بیان کرتے ہیں تو حضرت عائشہؓ کے شرف میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس شادی کی برکات میں سے ایک برکت حضرت عائشہؓ کے لئے یہ بھی ہے کہ آپ اپنے معزز خاوند کی طرف سے عورتوں کے لئے ایک سفیر کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ان کے خاص احوال کے بارے میں وہ آپؐ سے پوچھا کرتیں اور آپؐ کی طرف سے جواب ان کو پہنچاتیں یا ان عورتوں کو آپ کی خدمت میں حاضر کیا کرتی تھیں۔ آپؐ سے سوال کرتیں۔ اس شادی کی برکات میں سے ایک یہ بھی تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپؐ کی زندگی مبارکہ میں بھی اور آپؐ کے وصال کے بعد بھی عورتوں کے لئے مفتی رہیں اور مردوں کی بھی استاد بنیں لوگ دور دراز جگہوں سے اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر مسائل فقہ پوچھنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اس شادی کی برکات میں سے ایک برکت یہ بھی تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم ﷺ کی اپنے گھر میں، اپنے اہل کے ساتھ ان کی عبادت، ان کے قیام، ان کی دنیا سے کنارہ کشی، ان کی آہ و بکا، ان کے زہد و تقویٰ ان کے سفر و حضر ان کے غزوات و حروب، ان کے خورد و نوش، ان کے لباس، ان کے حج و عمرہ اور ان کے سارے احوال میں سے ہر حال کے بارے میں جو بھی چھوٹی چھوٹی باتیں تھیں وہ مسلمانوں تک پہنچاتیں۔ بلاشبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپؐ کی شادی اللہ کا ایک حکم تھا جس کا مقصد اپنے نبی ﷺ کی زندگی مبارکہ کو محفوظ رکھنا اور اس کے دقائق و لطائف کی پہچان تھی۔ جس کا یقینی علم بلاشک وشبہ حضرت عائشہ کے پاس تھا۔ ان کے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اس شادی کی ایک برکت یہ تھی کہ اس رشتہ نے ایمان، دوستی، صدیقیت، رشتہ داری اور سسرالی تعلق میں اضافہ کیا۔ یہ رشتے گہرے پہ گہرے ہوتے چلے گئے اور مضبوط سے مضبوط تر ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ آخری بات جو جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی اس

بیماری میں فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ کو اپنے ہاں بلا لیا وہ یہ تھی کہ آپ ؐ نے مسلمانوں کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مقام و مرتبہ، آپ کی فضیلت، آپ کے نیک کاموں اور آپ کے کارناموں سے آگاہ کیا اور حکم دیا کہ مسجد کا ہر دروازہ سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ کے بند کر دیا جائے جو شروع سے مسجد کی مغربی جانب ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق ہمیشہ موجود رہے گا۔ یہ دروازہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت کے ساتھ معروف ہے۔

مسلمان عورتوں کے لئے قیامت تک اس شادی کی ایک برکت یہ ہے کہ آپ انیس سال کی عمر میں حضور ﷺ سے بیوہ ہوئیں اور پھر چھیاسٹھ سال کی عمر تک زندہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اور آپ ؐ کی دیگر تمام عورتوں پر شادی حرام کر دی تھی۔ آپ نے اس حال میں زندگی گزاری کہ آپ پاکباز، معزز، پاکدامن، منزہ، پروقار راضی برضا اور صابرہ رہیں۔ اپنا حصہ غیر مردوں سے طلب نہیں کیا مگر جناب رسول اللہ ﷺ سے اپنا پورا پورا حصہ زوجیت اور وہ شرف حاصل کیا جس کی گرد راہ تک بھی نہیں پہنچا جا سکتا۔ جنت میں اعلیٰ مقام و مرتبہ کی حقدار بنیں اس سبب سے آپ ہر اس مسلمان عورت کے لئے ایک مثال اعلیٰ اور عمدہ نمونہ کی حیثیت رکھتی ہیں جس کا خاوند اس کے عین عالم جوانی میں اسے داغ مفارقت دے جاتا ہے اور وہ اپنی اولاد کے ہاتھوں مجبور ہو کر دوسری شادی سے گریز کرے یا مرد اس نوشتہ الٰہی کے پیش نظر جو اس کے حق میں لکھا جا چکا ہے اس سے روگردانی کرے۔ اس بات نے اس حقیقت کو ثابت کر دیا کہ عورت ایک عظیم انسان ہے جس کے نفس کی باگ اس کے اپنے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ جس کی طبیعت اس پر حکمرانی نہیں کر سکتی اور نہ ہی خواہش اس کو جھکا سکتی ہے یہ اس لئے کہ تاکہ وہ دنیاوی ساز و سامان اور اس کی زیب و زینت میں بے رغبتی کی ایک مثال اعلیٰ ثابت ہو۔ حضرت عائشہؓ ایسی کیوں نہ ہوتیں وہ ابوبکر صدیقؓ کی نسل سے ہیں۔ نبیوں کے بعد جو اس امت کے وہ سب سے بڑے آدمی ہیں کہ جس کی مثل زمین نے کبھی بھی کوئی انسان نہیں پہچانا۔ انہیں سے حضرت عائشہؓ نے صفائی نفس، صدق ایمان، بلندیٔ مقصد، شرافت و سیادت بطور میراث حاصل کی تھیں۔ وہ کاشانہ نبوت اور مہبط وحی میں منتقل ہو گئیں اور دنیا میں سب انسانوں سے کم دلچسپی لینے والے ایک انسان جو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگیں اور قرآن جس دن یہ حکم لے کر نازل ہوا کہ ازواج النبی ﷺ کو اختیار ہے کہ چاہیں تو زیب و زینت اختیار کریں یا چاہیں تو اللہ تعالیٰ کے اس کے رسول ﷺ اور دار آخرت کو اختیار کریں، تو اس دن انہوں نے درس عظیم حاصل کیا۔ چنانچہ وہ پہلی خاتون تھیں جنہوں نے دنیا اور اس کی زیب و زینت کو ٹھوکر مار دی اور اللہ تعالیٰ اس کے رسول

علیہ وسلم اور دار آخرت کو چن لیا اور اس معاملہ میں اپنے والدین سے بھی مشورہ کرنے سے انکار کر دیا اس وقت وہ غیر عاقل اور کم عمر نہیں تھیں بلکہ سن بلوغ کو پہنچی ہوئی، عقلمند اور سب عورتوں میں سے ذہین اور سب سے بڑھ کر عالمہ اور فاضلہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور آپ کی دیگر تمام پاکباز اور پاکدامن ازواج سے بھی۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے دولت کدہ میں

اس سیاق کلام میں جن چیزوں کا تذکرہ مناسب، عمدہ اور خوب معلوم ہوتا ہے وہ آپ کے اسلوب حیات اور آپ کے طریقہ وزندگی کا بیان ہے اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ آپ کے طرز معاشرت کی وضاحت ہے۔ زندگی کے ساز وسامان اور اس کی لذتوں کا آپ سب لوگوں سے کم اہتمام رکھنے والے تھے اس سے بس وہی کچھ لیتے جس کے بغیر چارہ نہ ہوتا اور جس سے استغنا نا ممکن تھا اور اگر لیتے بھی تو صرف اتنی مقدار میں جس قدر ضرورت ہوتی اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا چرچا چار دانگ عالم میں ہے یہ بات اس درجہ تک آپ سے جانی پہچانی ہے جو ورطہ حیرت میں ڈال دیتی ہے اور ایک انسان سوچ میں پڑ جاتا ہے عروۃ سے روایت ہے انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ آپؓ فرمایا کرتی تھیں، "والله یا ابن اختی ان کنالننظر الی الهلال ثم الهلال، ثم الهلال ثلاثه اهلة شهرین وما او قدفی ابیات رسول الله صلی الله علیه وسلم نار قلت یا خالة فما کان یعیشکم قالت الا سودان التمرو الماء، الا آنه کان لرسول الله صلی الله علیه وسلم جیران من الانصار و کانت لهم منائح و کانوا یرسلون الی رسول الله صلی الله علیه وسلم من آلبانها فیسقینا (۸۴)

بخدا اے میرے بھانجے ہم چاند کی طرف دیکھتی رہتیں، پھر چاند کو دیکھتیں اور پھر چاند کو یعنی دو ماہ میں تین چاند دیکھتیں۔ اور حال یہ ہوتا کہ کاشانۂ نبوت میں اس سارے عرصہ میں آگ تک نہ جلتی۔ میں نے عرض کی۔ اے خالہ تو پھر آپ لوگ کیسے زندہ رہتے تھے۔ انہوں نے فرمایا دو سیاہ چیزوں یعنی کھجور اور پانی پر گزارہ تھا۔ ہاں مگر انصار میں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو پڑوسی اپنی بکریوں کا دودھ جناب کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے آپؐ اس میں سے نوش فرماتے اور ہمیں بھی پلاتے۔ آپ کا یہ فقر وفاقہ، غربت یا کمی مال کی وجہ سے نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے ایک حصہ زمین آپ کے زیر نگیں کر دیا تھا جہاں سے مال غنیمت آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا۔ نتیجتاً مال واموال کی آپ کے ہاں کثرت ہوگئی۔ آپ اس کو تقسیم فرما دیتے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ غریب ترین

لوگ بھی سیر ہو گئے۔ اور جیسا کہ سخی لوگوں کی شان ہے آپؐ کے دست ہائے مبارک سے بخششوں اور عطاؤں کا ایک سمندر بہتا رہا۔ حضرت جابر سے روایت ہے "ماسئل رسول الله صلی الله علیه وسلم شیئا قط فقال لا" ایسا کبھی بھی نہیں ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپؐ نے انکار فرما دیا ہو۔ اسی طرح حضرت انس سے روایت ہے ماسئل رسول الله صلی الله علیه وسلم علی الاسلام شیئا الا اعطاه، ولقد جاء رجل فاعطا لا غنما بین جبلین فرجع الی قومه فقال، یا قوم اسلموا فان محمدا صلی الله علیه وسلم یعطی عطاء من لا یخشی الفقروان کان الرجل یسلم ما یرید الدنیا فما یلبث الایسیراً حتی یکون الاسلام احب الیه من الدنیا وما فیا اسلام کے نام پر جب کوئی بھی چیز آپ ﷺ سے مانگی گئی آپؐ نے وہ عطا کر دی۔ ایک دفعہ ایک شخص آپؐ سے مانگنے آیا۔ آپؐ نے اسے دو پہاڑوں کے درمیان جو بکریاں تھیں وہ عطا فرما دیں وہ شخص اپنی قوم کی طرف لوٹا اور ان سے کہنے لگا۔ اے میری قوم اسلام لے آؤ۔ بے شک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس شخص کی طرح عطا فرماتے ہیں جو دیتا چلا جاتا ہے اور فقر سے نہیں ڈرتا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص صرف دنیا کی خاطر بھی اسلام قبول کرتا تو تھوڑے عرصے بعد اسلام اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے محبوب ترین دین بن جاتا۔ (۸۵)

جناب نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات اور اپنے گھر والوں کے لئے یہ بے مثل طریقہ دنیا اور اس کی زیب و زینب سے قلت رغبت اختیار فرمایا کہ اور اس ایمان کی بنیاد پر اختیار فرمایا کہ یہ متاع قلیل ہے اور آخرت ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اس چیز میں رغبت رکھنے کی وجہ سے اختیار فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نیکوکار بندوں کے لئے تیار کر رکھی ہے اور اس لئے تا کہ اور آپؐ کا کاشانۂ مبارک ہمیشہ ہمیشہ خلق خدا کے لئے ایک مینارۂ نور رہے جس سے قیامت تک آنے والے لوگ رہنمائی حاصل کرتے رہیں۔ غرباء و مساکین جس قدر بھی تنگ دستی اور محرومیت کا شکار ہوں آپؐ کے اس طرز عمل میں ان کے لئے سامان تسلی ہو۔ ان کی یہ تنگی اور محرومیت جس درجہ پر بھی پہنچ جائے۔ بہر حال اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتی جس درجہ تک نبی کریم ﷺ اور ان کی پاک اور طاہر ازواج کی تنگ دستی پہنچی ہوئی تھی۔ آپ کا یہ طرز عمل بلاشبہ امراء اور تن آسان لوگوں کے لئے پرکشش چیزوں میں کمی رغبت، لذتوں میں بالکل ڈوب جانے میں کمی اور شہوات سے دھوکہ نہ کھانے کا باعث ہے اور یہ اس لئے بھی کہ نبی کریم ﷺ غنی، فقر، خوشی اور تکلیف میں نمونہ بنیں جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی یہ مشیت ہوئی کہ آپؐ ایسے ہوں جیسے کہ فرمایا گیا "لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة لمن کان یرجوا الله والیوم

الاخرو ذکر الله کثیراً" (۸۶) بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے جو اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

آپ کا زہد و فقر اس نوبت تک پہنچا کہ آپ کی ازواج مطہرات کو شروع شروع میں جس مشقت و تنگی و تکلیف کا سامنا ہوا وہ اس کو برداشت نہ کر سکیں اور آپ سے یہ مطالبہ کرنے پر متفق ہو گئیں کہ آپ ان کے نان و نفقہ میں اضافہ کریں۔ مگر آپ نے انکار فرما دیا' طبیعت مکدر ہو گئی لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا' حتیٰ کہ صحابہ کرام کو یہ بات سخت نا گوار گزری۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کی' مگر اجازت نہ ملی۔ دوبارہ دونوں نے اجازت طلب کی' اس بار آپ نے اجازت دے دی۔ جب ان کے مطالبات کا ان دونوں کو علم ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہؓ کو سزا دینے کے لئے اٹھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ کو۔ اور ان سے کہتے تھے تم جناب نبی کریم ﷺ سے وہ مانگتی ہو جو ان کے پاس نہیں ہے۔ مگر جناب رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں حضرات کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ چنانچہ ازواج مطہرات نے قسم کھائی کہ وہ اس مجلس کے بعد کبھی بھی اس چیز کا آپ سے مطالبہ نہیں کریں گی جو آپ کے پاس موجود نہیں ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضور ﷺ کے ساتھ رہنے یا نہ رہنے کا اختیار دیتے ہوئے فرمایا۔ یا ایھا النبی قل لا زواجک ان کنتن تردن الحیاۃ الدنیا و زینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحاً جمیلاً وان کنتن تردن اللہ و رسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات منکن اجرا عظیما۔ (۸۷) "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے فرما دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال و متاع دے کر اچھی طرح رخصت کر دوں اور اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اور آخرت کے گھر کی طلبگار ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکوکاروں کے لئے بہت بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے ابتدا کی حالانکہ وہ تمام بیویوں میں سے آپ کی محبوب ترین بیوی تھیں۔ فرمایا۔ میں تمہیں ایک بات کی تنبیہہ کرتا ہوں وہ یہ کہ مجھے ہرگز یہ پسند نہیں کہ تم اس معاملے میں جلد بازی سے کام لو اور بغیر اپنے والدین سے مشورہ کئے کوئی فیصلہ دے دو۔ یہ سن کر وہ دست بستہ عرض کرنے لگیں۔ یا رسول اللہ ﷺ آخر بات کیا ہے۔ بتائیے تو سہی راوی کہتے ہیں کہ اس پر آپ نے انہیں یہ آیت "یایھا النبی قل لازواجک" پڑھ کر سنائی یہ سن کر وہ عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کے بارے میں میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اختیار کرتی ہوں اور انہیں کو دنیا اور مافیہا پر ترجیح دیتی

ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے یہی اختیار اپنی تمام بیویوں کو دیا ان میں سے کسی نے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلے میں دنیا اور اس کی زیب و زینت کو اختیار نہیں کیا' بلکہ سب نے بدل و جان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی سب کچھ پر ترجیح دی۔ اس کے بعد معاملہ اسی پر تا دم آخر قائم رہا۔ انہوں نے پھر بھی نہ تو آخرت سے منہ پھیرا اور نہ ہی کبھی دنیا کھو جانے کا غم کیا۔ حتیٰ کہ جناب رسول اکرم ﷺ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ سعید المقبری سے روایت ہے ۔انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے درج ذیل حدیث روایت کی۔ انه مرّبقوم بين ايديهم شاة مصلية فدعوه فابى آن يا كل وقال خوج رسول الله صلى الله عليه وسلم من الدنيا ولهم يشبع من خبز الشعير (۸۸)

''کہا آپؐ ایک قوم کے پاس سے گزرے۔ دستر خوان پر ایک بھونی ہوئی بکری رکھی تھی۔ انہوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی مگر آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا''۔ جناب رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور حال یہ تھا کہ آپؐ نے تادم آخر جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو اس وقت آپ کی زرہ تیس صاع جو کے بدلے میں ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔ (۸۹) کیا اس کے بعد بھی خواہ وہ کوئی بھی ہو اس کے لئے اس میں کلام کرنے کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن ہے' اور اس کے دل میں بیماری ہے وہ تو ایسا کر سکتا ہے اور کیا کسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے اپنی ایک ایسی رائے کے ساتھ پیش قدمی کرے جو خدا تعالیٰ کے حکم کے معارض ہو اور سنت رسول اللہ ﷺ کے بھی مخالف ہو؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول سے آگے بڑھنے سے سختی کے ساتھ ان الفاظ میں منع فرمایا ہے۔ يا ايها الذين امنو لا تقدموا بين يدى الله و رسوله (۹۰) اے ایمان والو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ بڑھو۔ دین اسلام ایک مکمل دین ہے اور اس کا قانون ایک مکمل اور عالمگیر ضابطۂ حیات ہے جو تمام نسل انسانی کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور زمانوں اور حالات کے اختلاف کے باوجود ان کے تمام احوال کو محیط ہے۔

کسی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ یہ سوچے کہ اسلام والدین کو اس بات کی کھلی چھٹی دے دیتا ہے کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق یا اپنے دنیاوی مصالح و منافع پورے کرنے کی غرض سے اپنی بیٹیوں کی بغیر کفو کے شادی کر دیں اور اسے ایک تجارتی کاروبار سمجھ لیں جس سے ان کا مقصد دنیاوی ساز و سامان حاصل کرنے کے سوا کچھ نہ ہو' یہ تو صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو حد سے تجاوز کرنے والا اور ظالم ہو۔ اسلام نے شادی کے لئے کچھ شرائط مقرر کی ہیں جن کے بغیر وہ پایۂ

تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی۔ بیٹی کو بھی اپنے رائے کے اظہار کا حق دیا ہے اور اسے یہ بھی اختیار دیا ہے کہ مردوں میں سے جو اس کا ہم پلہ نہ ہو اگر چاہے تو اسے ٹھکرا دے نیز قاضی اس کا مجاز ہے کہ وہ شادی جو ظلم وستم پر قائم ہو یا موافق سنت نہ ہو' اسے غیر قانونی قرار دے دے۔ اس سلسلے میں فقہاء نے بہت کلام کیا ہے اور اپنی پر از حکمت آراء پیش کی ہیں جو اس قانون کی بلندی' اس کی عظمت اس کی ابدیت اور ہر زمان و مکان کے لئے اس کے مناسب و موافق ہونے پر دال ہیں' اور جب اسلام ایک لڑکی کے لئے یہ بھی جائز قرار دیتا ہے کہ وہ سن بلوغ تک پہنچنے سے پہلے شادی کر سکتی ہے یا کسی بڑے عمر کے آدمی سے کر سکتی ہے تو وہ محض خاص حالات کے پیش نظر اور ان کا سامنا کرنے کے لئے اسے ایک احتیاطی صورت گردانتا ہے۔ مگر اس کے باوجود اسے ہر قید سے آزاد نہیں کرتا' نیز اسے مصالح اور خواہشات کا تابع بھی نہیں بناتا' یہ جنگی حالات یا رشتہ داری یا دیگر انسانی حالات ہو سکتے ہیں جو اس قسم کی شادیوں پر آمادہ کرتے ہیں۔ عموماً انتہائی تنگ یا انتہائی نادر حالات میں ایسا ہوتا ہے' عام حالتوں میں ایسا نہیں ہوتا۔

ماريه القطبطية رضى الله عنها (۹۱)

جناب رسول اللہ ؐ کے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم ؓ کی والدہ ماجدہ

آپ ماریہ بنت شمعون جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی اور حضرت ابراہیم ؓ کی ام ولد ہیں' یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے نہیں تھیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈیوں میں ان کا شمار ہوتا تھا مگر اس بات میں انہیں امتیاز حاصل تھا کہ حضرت خدیجہ ؓ کے بعد آپ ہی وہ واحد عورت ہیں جن کے بطن سے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم ؓ پیدا ہوئے۔ (۹۲) مقوقس قبطیوں کے سردار نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ اس نے ان کے ساتھ ان کی بہن سیرین اور ان کا ایک خصی غلام جس کا نام مابور تھا' ہزار مثقال سونا اور مصر کے بیس قباطی کپڑے' دلدل نامی ایک خچر اور ایک گدھا جو یعفور کہلاتا تھا بھیجے ان کی بہن سیرین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شاعر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بطور تحفہ عنایت کر دی تھی۔ اس وقت ان کی عمر سات سال کی تھی۔ اس سے اگلے سال ماریہ حاملہ ہوئیں' اور حضرت ابراہیم ان کے بطن سے پیدا ہوئے۔ لونڈیوں میں سے وہی اکیلی خاتون تھیں جن کے لئے پردہ لازم قرار دیا گیا تھا۔ رضی اللہ عنہا (۹۳)

آپ ؐ کے چچے

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دس چچا تھے جن کے نام یہ ہیں۔ حارث' زبیر' ابو طالب' حمزہ'

ابولھب، غیداق، ذوالمقوم، ضرار، عباس، قثم اور مغیرۃ۔ ان میں سے صرف دو اسلام لے آئے وہ حمزہ اور عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔

شیر بہادر حمزہ بن عبدالمطلب

آپ حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کے شیر ہیں۔ آپؐ کے حقیقی چچا اور رضاعی بھائی ہیں، ان دونوں حضرات کو ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے دودھ پلایا تھا۔ آپ کی کنیت ابوعمارہ تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ ہالہ بنت اھیب بن عبد مناف بن زھرہ ہیں۔ وہ حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا) بنت وھب جناب رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی چچازاد بہن تھیں۔ آپ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے سگے بھائی تھے جو حضرت زبیر بن العوام کی والدہ ماجدہ ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ولادت جناب رسول اللہ ﷺ کی پیدائش سے دو سال پہلے ہوئی تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چار سال پہلے آپ قریش کے شہ سواروں میں ایک مشہور شہ سوار، ان کے سرداروں میں سے ایک سردار اور ان کے چند سخیوں میں سے ایک مرد سخی تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے چھٹے سال اسلام لے آئے ان کے وجود کی برکت سے جناب رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو تقویت ملی اور ان کے بعض معاملات ان کے لئے ہموار ہو گئے۔ حالانکہ اس سے پہلے ان پر قریش کی ہیبت طاری تھی مگر اب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ حضرت حمزہؓ جناب رسول کریم ﷺ کی مدافعت کے لئے سینہ سپر رہیں گے۔ (۹۴)

جناب حمزہ نے رسول کریم ﷺ کی مدد کرنا اپنے اوپر لازم قرار دے دیا تھا۔ انہوں نے مدینہ منورہ ہجرت کی وہاں جناب نبی کریم ﷺ نے ان کے اور زید بن حارثہ کے درمیان مواخات قائم کی۔ وہ جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ اس جنگ میں انہوں نے دست بدست لڑائی کی اور بہت بڑی آزمائش سے دوچار ہوئے اور احد کی جنگ میں بھی جناب رسول اللہ ﷺ کی مدافعت میں دو تلواروں سے جنگ کی حتیٰ کہ شہید کر دیئے گئے۔ آپ شہیدوں کے سردار ہیں۔

آپ کی صفات

آپ کے مناقب میں وارد ہونے والی چند احادیث

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جناب نبی کریم ﷺ سے روایت کی آپؐ نے فرمایا۔ سید الشهدا عندالله يوم القيامة حمزة بن عبدالمطلب (۹۵)

اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت کے دن تمام شہیدوں کے سردار حمزہ بن عبدالمطلب ہوں گے۔

ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سید الشهدا حمزة ورجل قام الی امام جائر فامره و نهاه فقتله (۹۶)
شہیدوں کے سردار حمزہ ہیں اور وہ شخص جو ایک ظالم حاکم کے سامنے کھڑا ہوا اسے اچھی بات کا حکم دیا اور برے کام سے منع کیا اور نتیجتاً اس نے اسے قتل کر دیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا "حمزة يقاتل فی يوم احدبین یدی رسول الله بسیفین ویقول انا اسد الله" (۹۷)
حضرت حمزہ جنگ احد میں جناب رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے دو تلواروں سے لڑتے تھے اور فرماتے تھے۔ میں اللہ تعالیٰ کا شیر ہوں۔ حضرت قیس بن عباد سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابوذر کو قسم کھاتے سنا کہ یہ آیت "هذان خصمان اختصموا فی ربهم" حضرت علی، حمزہ، عبیدہ بن الحارث، شیبہ بن ربیع عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ کے حق میں نازل ہوئی۔ انہوں نے جنگ بدر کے دن لڑائی کی۔

آپ کی وفات

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ احد میں شہید ہوئے انہیں کڑی آزمائش کے بعد دھوکے سے قتل کر دیا گیا۔ انہوں نے اس جنگ میں تقریباً تیس مشرکین کو تہ تیغ کیا۔ آپ کی شہادت کا قصہ مشہور ہے۔ امام بخاری اور دیگر محدثین نے اس کو روایت کیا ہے۔ آپ کی شہادت پندرہ شوال سن تین ھجری میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر چون برس کی تھی۔ آپ اور آپ جیسے دیگر حضرات کے بارے میں اللہ عزوجل کا یہ قول نازل ہوا۔ من المومنين رجال صدقوم ماعاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه و منهم من ينتظر وما بدلو تبديلا (۹۸)
مومنین میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد باندھا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ ان میں سے کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرا نہ بدلے۔

جنگ احد کے دن آپ کی بہن صفیہ حضرت حمزہؓ کے لئے دو کپڑے لائیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ ناگوار گزرا کہ وہ حضرت حمزہ کو اس حال میں دیکھیں۔ مشرکین نے بڑی بری طرح ان کا مثلہ کیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کے بیٹے زبیر کو ان کو روکنے کے لئے بھیجا۔
زبیر کہتے ہیں کہ میں اپنی والدہ صفیہ کی طرف دوڑتا ہوا گیا۔ پیشتر اس کے کہ وہ مقتولین کے پاس پہنچتیں میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کہتے ہیں انہوں نے میرے سینہ میں تھپڑ مارے (وہ بڑی بہادر عورت تھیں) اور کہا۔ مجھ سے دور ہو جائیے مجھے چھوڑ دیجئے۔ ورنہ میں تم سے راضی

نہیں ہوں گی۔ وہ کہتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے تمہارے بارے میں یہی ارادہ فرمایا ہے وہ کہتے ہیں یہ سنتے ہی وہ رک گئیں (۹۹) اور جو دو کپڑے ان کے ساتھ تھے نکالے مجھے دیتے ہوئے فرمایا میں اپنے بھائی حمزہ کے لئے لائی ہوں۔ مجھے ان کی شہادت کی خبر ملی ہے۔ آپ ان دونوں میں ان کو کفن دے دیجئے۔ وہ کہتے ہیں ہم وہ دو کپڑے لائے تا کہ ان دونوں کپڑوں میں حضرت حمزہ کو کفن دیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے پہلو میں ایک انصاری بھی مقتول ہیں' ان کے ساتھ بھی وہی کچھ کیا گیا ہے جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ ہمیں یہ ناگوار گزرا اور شرم محسوس ہوئی کہ ہم حضرت حمزہ کو دو کپڑوں میں کفن دیں اور انصاری بے کفن رہیں' ہم نے یہ تدبیر کی' ایک کپڑا حضرت حمزہؓ کے لئے مختص کر دیا اور ایک انصاری کے لئے۔ ہم نے ان دونوں کا قد ناپا' ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ ہم نے ان دونوں کے درمیان قرعہ اندازی کی چنانچہ ہم نے ان دونوں میں سے ہر ایک کو اسی کپڑے میں کفن دیا جو اس کے حصہ میں آیا۔ (۱۰۰)

جناب نبی کریم ﷺ کو ان کا بڑا رنج ہوا۔ جب وہ قتل ہوئے اور ان کا مثلہ کیا گیا تو آپؐ ان کی طرف دیکھنے لگے۔ اس وقت آپ کو بڑا دکھ ہو رہا تھا اور فرما رہے تھے۔ اے چچا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ آپ قرابت داری کا بہت پاس رکھنے والے تھے بہت بھلائیاں کرنے والے تھے۔ آج کے بعد اے چچا جیسی تکلیف مجھے آپ کی وجہ سے پہنچی ہے۔ کسی اور کی وجہ سے کبھی بھی نہیں پہنچے گی۔ آپ بحثیت ایک مشفقِ چچا ہونے کے میرے سب سے زیادہ قریبی ہیں۔

حضرت حمزہؓ اور ان کے دوسرے شہید بھائیوں کی خود اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے تعزیت فرمائی مگر اس کے ساتھ ساتھ حضرت حمزہؓ کا انتقام لینے کے سلسلہ میں مقتول مشرکین کے مثلہ سے بھی منع فرمایا اور صبر کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ فرمایا۔ وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير الصابرين واصبرو ماصبرک الا بالله ولا تحزن عليهم ولاتک فی ضيق مما يمکمرون (۱۰۱) اگر سزا دو تو اتنی دو جتنی تمہیں دی گئی اور اگر صبر کرو تو یقیناً یہ بات صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے اور صبر کرو اور نہیں ہے تمہارا صبر مگر اللہ کے ساتھ اور ان پر غم نہ کھائیے اور جو وہ مکر کرتے ہیں اس سے تنگی محسوس نہ کیجئے۔

چنانچہ حضرت حمزہ اور دیگر شہداء احد کے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا۔ ولا تحسبن الذين قتلوا فی سبيل الله امواتا بل احياء عندربهم يرزقون (۱۰۲) اور ہرگز ہرگز ان لوگوں کو مردہ خیال نہ کیجئے۔ جو اللہ کے راستے میں مارے گئے بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر اللہ رحم کرے اور ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جانا آپ کو مبارک ہو۔

العباس بن عبدالمطلب

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم

آپ ابوالفضل العباس بن عبدالمطلب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم چچا ہیں۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو یا تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ ابوزین سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ بڑے ہیں یا نبیؐ انہوں نے فرمایا۔ **ھو اکبر وانا ولدت قبلہ** (۱۰۳)

وہ مجھ سے بڑے ہیں مگر میں پیدا ان سے پہلے ہوا ہوں۔

آپ کی والدہ ماجدہ نتیلہ بنت جناب بن کلیب ہیں وہ پہلی عرب عورت ہیں جنہوں نے بیت اللہ شریف پر ریشمی غلاف چڑھایا تھا۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ اس کا سبب یہ تھا کہ ایک دفعہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنی صغرسنی میں کہیں گم ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ نے منت مانی تھی کہ اگر وہ مل گئے تو وہ کعبہ پر غلاف چڑھائے گی۔ چنانچہ جب انہوں نے ان کو پالیا تو اپنی نذر پوری کرنے کی غرض سے بیت اللہ شریف پر غلاف چڑھایا۔ زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا شمار سرداران قریش میں سے ہوتا تھا۔ (۱۰۴) ان کے ذمے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی تعمیر کا کام تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں بیعت عقبہ میں حاضر ہوئے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب انصار نے آپ کی بیعت کی تھی۔ اس وقت تک آپ اسلام نہیں لائے تھے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک پکڑے ہوئے تھے۔ ایسا وہ اس بیعت کو پختہ کرنے کی غرض سے کر رہے تھے۔ وہ انتہائی مجبوری اور ناپسندیدگی کے عالم میں مشرکین کے ہمراہ میدان بدر کی طرف نکلے۔ قریش کی ہزیمت کے بعد قید ہو گئے اور قید سے رہائی پانے کی خاطر اپنا فدیہ ادا کر کے اپنی جان چھڑا لی اور مکہ لوٹ آئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ پہلے اسلام لے آئے تھے مگر اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھے۔ اب وہ قریش کے حالات باقاعدہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھنے لگے۔ مکہ میں کمزور مسلمانوں کے آپ مددگار و معاون تھے۔ آپ نے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔

"مقامک بمکة خیر" آپ کا مکہ میں ٹھہرا رہنا بہتر ہے بعدازاں فتح مکہ سے کچھ وقت پہلے آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

فتح مکہ کے وقت آپؓ وہاں موجود تھے۔ جنگ حنین میں جب لوگ شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے تو آپ جناب رسول اللہ ﷺ کی ہمرکابی میں ثابت قدم رہے۔ آپ اس وقت جناب رسول ﷺ کے خچر مبارک کی باگ پکڑے ہوئے تھے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اعلان کریں کہ بھگوڑے واپس آ جائیں۔ چنانچہ انہوں نے آواز دی' آپ چونکہ بہت بلند آواز تھے۔ لوگوں نے جب ان کی آواز سنی تو واپس آ گئے اور مشرکین پر دوبارہ حملہ کر کے انہیں شکست دی۔

جناب رسول اللہ ﷺ ان کا اتنا احترام کرتے جتنا والد کا کیا جاتا ہے' ان کی بڑی تعظیم کرتے' ان کی عزت افزائی فرماتے اور ان کی بات مانتے' صحابہ کرام بھی ہمیشہ انہیں مقدم رکھتے' ان سے مشورہ لیتے۔ وہ بڑی پختہ رائے کے مالک تھے۔ بڑے سخی تھے۔ قریش کی رشتہ داری کا بڑا پاس رکھنے والے۔ اور ان کے ساتھ بھلائی کرنے والے تھے۔ زبیر بن بکار نے کہا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بنو ہاشم کے بے لباس لوگوں کے لئے لباس تھا' ان کے بھوکوں کے لئے پیالہ (کھانا) تھا۔ وہ ان کے لئے سراپا عفو و کرم تھے۔

ابراہیم بن ہرمہ ان کی شان میں کہتے ہیں۔

وکانت لعباس ثلاث نعدها

اذا ما جناب الحی اصبح اشبها

فسلسلة تنهی الظلوم وجفنة

تباح فیکسوها السنام المزغبا

وحلة عصب مانزال معدة

لعار ضریک ثوبة قدتهببا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تین خصوصیات ہیں' جنہیں ہم شمار کرتے ہیں' (۱) جب قبیلہ کی چراگاہ قحط سالی کا شکار ہو جاتی ہے تو ان کے پاس ایک زنجیر ہے جو ظالموں کا ہاتھ ظلم سے روکتی ہے۔ (۲) اور ایک ایسا بڑا پیالہ ہے جس کا کھانا لوگوں کے لئے مباح کر دیا جاتا ہے۔ جس کو وہ نرم کوہان کا لباس پہناتے ہیں۔ یعنی اس میں نرم کوہان کی چربی بھری ہوتی ہے۔ (۳) اور رنگین پوشاکیں جو اس بدحال فقیر کے لئے ہمیشہ تیار رکھی جاتی ہیں جس کا کپڑا پرانا ہو چکا ہوتا ہے۔ ان اشعار کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ زمانہ قحط میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وطیرہ یہ تھا کہ آپ

ظلم وستم کرنے والوں کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے' بھوکوں کو کھانا کھلانے کے لئے اونٹ ذبح کرتے تھے اور ننگوں کو لباس پہناتے تھے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی بڑی عزت و احترام کیا کرتے تھے۔ ان حضرات کے زمانہ خلافت میں جب کبھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ان کے پاس سے گزر ہوتا تو اگر وہ کسی سواری پر سوار ہوتے تو ان کے جناب رسول اللہ ﷺ کے چچا ہونے کی وجہ سے بطور تعظیم سواری سے اتر پڑتے اور اس وقت تک سوار نہ ہوتے جب تک وہ گزر نہ جاتے۔ (۱۰۵)

صحیح بخاری اور دیگر حدیث کی کتابوں میں منقول ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں جب کبھی قحط پڑتا تو آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش طلب کیا کرتے تھے اور کہتے کہ اے اللہ ہم تیری طرف پہلے تیری نبی کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے تو ہمیں بارش سے سیراب فرما دیتا تھا اور اب ہم تیری طرف تیرے نبی ﷺ کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں' ہمیں بارش سے سیراب کر تو بارش آجاتی اور وہ سیراب کر دیئے جاتے۔ (۱۰۶)

آپ کی فضیلت میں وارد ہونے والی احادیث

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ اخبرنی ابن عباس رضی اللہ عنهما. ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال "العباس منی وانا منه" کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بتایا کہ جناب نبی کریمؐ نے فرمایا "عباسؓ مجھ سے ہیں اور میں عباس سے۔" (۱۰۷)

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم بقیع النخل میں تھے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ انہیں دیکھ کر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ هذا العباس بن عبدالمطلب اجود قریش کفا واوصلها.

یہ عباس بن عبدالمطلب ہیں جو عطا کرنے کے لحاظ سے سارے قریش سے بڑھ کر سخی ہیں اور ان سب سے بڑھ کر صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ (۱۰۸) اور عبدالمطلب بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور وہ غصے میں معلوم ہوتے تھے۔ میں اس وقت جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپؐ نے ان سے پوچھا اے چچا تمہیں کس چیز نے غصہ دلایا ہے؟ عرض کی اے اللہ کے رسول ہمارا اور قریش کا آپس میں کیا واسطہ ہے۔ وہ جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو خوش چہروں کے ساتھ ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو ان کے چہرے ناخوش ہوتے ہیں'

راوی نے کہا کہ یہ سن کر جناب رسول اللہ ﷺ اس قدر غضبناک ہو گئے کہ آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ پھر فرمایا۔ **والذی نفسی بیده لایدخل قلب رجل الایمان حتی یحبکم لله و رسوله ثم قال یاایها الناس من اذی عمی فقد اذانی فانما عم الرجل صنو آبیه** (۱۰۹)

قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کسی آدمی کے دل میں ایمان اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لئے تم سے محبت نہ کرے پھر فرمایا۔ جس نے میرے چچا کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی کیونکہ ایک آدمی کا چچا اس کے باپ کا ہم مثل اور اس کیمشابہ ہوتا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب سوموار کی صبح ہو تو تم اپنے بیٹے کو لے کر میرے پاس آنا تاکہ میں تم کو ایسی دعا دوں جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہارے بیٹے کو نفع دے۔ چنانچہ جب حضور ﷺ نے صبح کی اور ہم نے بھی صبح کی تو ہم آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ جناب نے ہمیں چادر پہنائی پھر یوں دعا فرمائی۔ **اللھم اغفر للعباس و ولده مغفرة ظاهرة و باطنة لاتغادر ذنبا' اللھم احفظه فی ولده** (۱۱۰)

اے اللہ عباس اور اس کے بیٹے کی ایسی ظاہری اور باطنی بخشش فرما' جو کسی گناہ کو بھی نہیں رہنے دیتی اے اللہ ان کے بیٹے کے حق میں ان کی نگہبانی فرما۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ۳۲ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اس وقت ان کی عمر شریف ۸۸ برس کی تھی۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور انہیں راضی کر دے۔ (۱۱۱)

آپ ﷺ کی پھوپھیاں

جناب رسول کریم ﷺ کی چھ پھوپھیاں تھیں جن کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں۔

ام حکیم جنہیں البیضاء کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا' وبرۃ' عاتکہ' صفیہ' اروی' امیمہ۔

مذکورہ خواتین میں سے حضرت صفیہ اسلام لے آئیں' اروی اور عاتکہ کے اسلام کے بارے میں اختلاف ہے۔ یہ عاتکہ وہی ہیں جنہوں نے جنگ بدر کا خواب دیکھا تھا ان کا قصہ مشہور ہے۔ حضرت صفیہ حضرت عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف کی بیٹی' جناب رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی' اللہ تعالیٰ کے شیر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن اور حواری رسول ﷺ حضرت زبیر

رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ وہ بڑی بہادر صحابیہ اور شاعرہ تھیں سب سے پہلے جس شخص سے انہوں نے شادی کی وہ حارث بن حرب بن امیہ تھے جو ابوسفیان بن حرب کے بھائی تھے۔ جب ان کی وفات ہوگئی تو انہوں نے العوام بن خویلد سے شادی کی جو سیدہ النساء حضرت خدیجہ بنت خویلد کے بھائی تھے ان کے بطن سے تین بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام کچھ اس طرح ہیں، زبیر، سائب (۱۱۲) اور عبدالکعبہ (۱۱۳)

آپ سب سے پہلے ہجرت کرنے والی عورت تھیں۔ آپ کی ساری پھوپھیوں میں سے آپ کے اسلام پر اجماع ہے۔

وہبی نے کہا ہے۔ **وما اعلم من اسلمت مع حمزة اخيها الا ام الزبير وولدها** (۱۱۴) سوائے حضرت زبیر کی والدہ اور ان کے بیٹے کے اور کسی کے بارے مجھے معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ اپنے بھائی حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اسلام لائے ہوں۔

جنگ احد میں ان کے بھائی حمزہ سید الشہداء شہید کردیئے گئے۔ ان کی شہادت پر انہیں بڑا غم ہوا، وہ ایک صبر کرنے والی خاتون تھیں اور حصول ثواب کی طلب گار تھیں جنگ خندق کے دن وہ حضرت حسان بن ثابت کے قلعے میں مقیم تھیں۔ قلعے سے اتریں اور ڈنڈے کے ساتھ ایک یہودی کو قتل کردیا۔ حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے حضرت صفیہ الہاشمیہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا میں پہلی عورت تھی جس نے ایک مرد کو قتل کیا۔ میں حسانؓ بن ثابت کے قلعے میں تھی اور جب نبی کریم ﷺ نے خندق کھودی اور آپ مع صحابہ وہاں تھے تو حضرت حسان ہم عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے ہمارے ہمراہ تھے۔ صفیہ کہتی ہیں کہ یہود کا ایک آدمی ہمارے پاس سے گزرا وہ قلعے کا چکر لگانے لگ گیا۔ میں نے حسان سے کہا کہ یہ یہودی جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو قلعے کا چکر لگا رہا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہیں وہ ہماری ان خفیہ جگہوں کی اطلاع اپنی قوم کو نہ کردے اور اس وقت حالت یہ ہے جناب رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب ہماری مدد کو نہیں آسکتے۔ آپ براہ کرام اٹھیئے اور اسے قتل کردیجئے۔ انہوں نے کہا اے عبدالمطلب کی بیٹی اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمائے۔ بخدا تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں اس کو قتل کرنے کی اپنے اندر ہمت نہیں پاتا۔ حضرت صفیہ فرماتی ہیں کہ جب انہوں نے یہ کہا کہ اور اس وقت اور کوئی چیز مجھے ان کے پاس نظر نہیں آئی۔ میں نے اپنی کمر کسی اور قلعے سے ایک ڈنڈا پکڑا اس کی طرف بڑھی اور اسے مار مار کر ہلاک کردیا۔ پھر قلعے کی طرف واپس آگئی میں نے کہا اے حسان اب تو اترو اور اس کے ہتھیار اتارلو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا جب یہ آیت **وانذر عشيرتك الاقربين** (۱۱۵) نازل ہوئی تو جناب نبی کریم ﷺ

اٹھے اور اعلان فرمایا۔ اے فاطمہ بنت محمد ﷺ اے صفیہ بنت عبدالمطلب، اے عبدالمطلب کے بیٹے اگر تم ایمان نہ لاؤ تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں، میں تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتا۔ ہاں البتہ میرے مال سے جو چاہو مجھ سے مانگو۔ (۱۱۶) حضرت صفیہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ان الفاظ میں مرثیہ کہتی ہیں۔

عین جودی بدمعة و سهود
واندبی خیر هالک مفقود
وزاندبی المصطفی بحزن شدید
خالط القلب فهو کالمعمود
کدت اقصی الحیاة لما اتاه
قدر خط فی کتاب مجید
فلقد کان بالعباد رئوفا
ولهم رحمة و خیر رشید
رضی الله عنه حیا و میتا
وجزاه الجنان یوم الخلود (۱۱۷)

''میری آنکھ خوب آنسو بہا اور خوب جاگ، اور سب سے بہتر ہستی اور ہم سے کھو جانے والے پر غم کے آنسو بہا۔ مصطفیٰ ﷺ پر ایسے شدید غم کے ساتھ رو جو دل کی ہر رگ و پے میں ایسے سما چکا ہو کہ گویا جب ان کا وہ وقت اجل آیا جو ذی شان کتاب میں مکتوب تھا تو قریب تھا کہ میں اپنا کام تمام کر دیتی۔ بے شک آپ خلق خدا کے ساتھ بہت ہی مہربان تھے، ان کے لئے سراپا رحمت تھے اور اعلیٰ درجے کے باشعور اور ہدایت یافتہ تھے۔ زندگی اور وصال دونوں میں اللہ ان سے راضی ہوا اور ہمیشہ رہنے والے دن اللہ تعالیٰ انہیں باغہائے جنت عطا فرمائے۔ سن بیس ہجری میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں حضرت صفیہ کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر ستر برس سے کچھ اوپر تھی۔ انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ (۱۱۸) اللہ تعالیٰ حضرت صفیہ سے راضی ہوں۔ کس قدر وہ اطاعت گزار اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ زہے نصیب کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی بھی تھیں۔

آپ ﷺ کی لونڈیاں

آپ ﷺ کی لونڈیوں کے نام یہ ہیں۔ سلمٰی (ام رافع) میمونہ بنت سعد، خضرہ، رضوی، رزینہ،

ام ضمیرۃ، میمونہ بنت ابی عسیب، ماریہ ریحانہ

آپ ﷺ کے غلام

اسلم = ان کی کنیت ابورافع تھی، ایک اور ابورافع بھی تھے ان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام البہی تھا، احمر، اسامہ بن زید، افلح اور انسہ ان کی کنیت ابومسروح تھی، ایمن ابن ام ایمن، ثوبان جن کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ ذکوان اور یہ بھی کہا گیا کہ ان کا نام مہران تھا اور ایک روایت ہے کہ طہمان اور رافع، رباح الاسود اور زید بن حارثہ، زیدان بن بولا اور سابق سالم، سلمان الفارسی، سلیم ان کی کنیت ابو کبشہ تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اوس ہیں۔ سعید ابوکندیر شقران ان کا نام صالح تھا۔ ضمیرہ بن ابی ضمیرہ، عبداللہ بن عبدالغفار، فضالہ الیمنی، کیسان، مہراان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی۔ یہی سفینہ ہیں اور کہا گیا ہے کہ سفینہ کا نام رومان تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام عیسیٰ تھا اور مدعم، نافع اور نفیع ان کی کنیت ابوبکرہ تھی۔ (الثقفی) وردان ہشام، یسار، ابوالیشکہ تھا، ابوالحمرا، ابوالسمع، ابوضمیرہ اور ابوعبیدہ ان کا نام سعید تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام عبید تھا۔ ابومویہبۃ ابوواحدہ کرکرہ، مابورا، ابولبابہ، ابولقیط اور ابوہند

آخر کار میں نے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ہے اور اس میں اپنی ایک عاجزانہ کوشش صرف کی ہے جس کے وسیلہ سے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہوں اور میرا یہ کام اہل بیت نبی ﷺ کے ساتھ میری وفا کا مظہر ہے۔ یہ وہ گھرانہ ہے جس نے شرف عظیم اور مرتبہ عظیمہ حاصل کیا۔ میری دلی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اس بات کی توفیق بخشی جائے اور مجھ میں ایسی ہمت پیدا ہو جائے کہ میں عمومی طور پر ساری امت اور خصوصی طور پر اپنی نوجوان نسل کو اس گھرانہ پاک کی عزت وعظمت سے روشناس کرا سکوں۔ جسے اللہ تعالیٰ نے دونوں جہانوں میں اعلیٰ وارفع مرتبہ عطا کیا ہے، ہر ناپاکی کو اس سے دور کر دیا ہے۔ اسے خوب ستھرا اور پاک کیا ہے اور ان کے شرف اور ان کی فضیلت کا راز اس میں رکھا ہے کہ وہ ساری مخلوق کے سردار، اور ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جنہیں اللہ تعالیٰ نے سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، کی طرف منسوب ہیں۔ ایسے ہی میرے دل میں یہ بھی ایک تڑپ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے وسیلہ سے اس مقصود کو پورا کر دے جیسا کہ اس کتاب کا عنوان متقاضی ہے۔ تاکہ یہ میرے پاس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہماری محبت، آپ ﷺ کے اہل بیت کی محبت، اور ان کے مراتب، ان کی شرافت وفضیلت

اور ان کے اعلیٰ مرتبت ہونے کی پہچان کی ایک سند ہو اور خواہ مرد ہوں یا عورتیں ان کے طریقہ،

اقتدا کے لئے نشان راہ ثابت ہو ممکن ہے ہمارے گھروں میں ایسی پاکباز اور نیک مائیں ہوں۔ جنہیں دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی جھوٹے اور پر فریب مناظر انہیں ورغلا سکیں اور نہ ہی گمراہ کن بہلاوے انہیں راہ حق سے ہٹا سکیں خواہ کس قدر ہی مزین کیوں نہ ہوں) جو نیک اولاد پروان چڑھائیں اور ایسی نئی نسل تیار کریں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو بڑی محبت' بڑے فرمانبردانہ انداز اور بڑی توجہ اور دل لگی کے ساتھ قبول کریں' اور اس امت کے اسلاف کے اخلاق عالیہ کے ساتھ مزین و متصف ہوں۔ امید ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ ہمارے گھروں میں نیک اولاد مہیا فرمادے جو اہل بیت کے ان نادر نمونوں کو اپنانے کا شوق رکھتے ہوں اور وہ ان کے اخلاق سے آراستہ و پیراستہ ہوں اور صداقت ایمان' بلندی مقصد' قوت ارادی' حسن صبر اور حق عظیم میں ان کے نقش قدم پر چلنے والی ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمیں سیدنا محمد ﷺ' آپ کے پاکدامن اور پاکباز اہل بیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز اور صالح صحابہ کے ساتھ طریق ادب اپنانا نصیب فرمائے اور ہمیں اس کی توفیق بخشے کہ ہم ان کے مراتب اور ان کے حقوق کو پہچانیں اور ان کے ساتھ حسن ادب کا معاملہ کریں اور ہماری زبانوں کو بے مقصد باتوں میں پڑنے سے محفوظ رکھے اور ہمیں اس بات کی توفیق دے کہ ہم ان کے مابین جھگڑوں کے بارے میں سکوت اپنے اوپر لازم کرنا سیکھیں۔ وہ سارے کے سارے اختلافات میں مجتہد تھے' اللہ کے دین کے خیر خواہ اور اپنے اختلافات میں مجتہد' اللہ کے لئے اخلاص رکھنے والے تھے اور ہمیں اس کی بھی توفیق دے کہ ہم ان کی عزت و احترام کریں اور ان کے ساتھ ایسا معاملہ روا رکھیں جو ان کے اور اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے شایان شان ہے۔ یہ سارا کچھ محض جناب رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل' آپ ﷺ کے رشتہ داروں کی محبت کے پیش نظر اور آپ ﷺ کی اولاد اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کی غرض سے ہو اور اللہ کے تقویٰ کے لئے ہو۔

اللھم صلی علی سیدنا محمد و علی ازواجہ و ذریتہ کما صلیت علی سیدنا ابراھیم' و بارک علی سیدنا محمد و علی ازواجہ و ذریتہ کما بارکت علی سیدنا ابراھیم انک حمید مجید.

حواشی

۱۔ مکمل حدیث مع روایت عنقریب آئے گی۔

۲۔ ابن سعد الطبقات ۸/۵۴

۳۔ البخاری نمبر۵۲۱۲، النکاح، باب (المراۃ بب یومہا من زوجہا لضرتہا) عورت خاوند کے ساتھ اپنا دن اپنی سوکن کو بخش دیتی ہے) یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ہے کہ سودہ بنت زمعہ نے اپنا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخش دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے لئے باری مقرر فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ کا اپنا دن اور حضرت سودہ کا فتح الباری ۹/۳۱۲ اور (الہبۃ) میں بھی اس کی روایت کی ہے اور آخر میں یہ الفاظ لکھے ہیں کہ اس سے حضرت سودہ جناب رسول اللہ ﷺ کی رضا چاہتی تھیں۔ مسلم، نمبر (۱۴۶۳) الرضاع، باب (جواز ہبتہا نوبتہا لضرتہا) اپنی سوکن کو ان کا اپنی باری بخشنے کا جواز) ۲/۱۰۸۵، ابوداؤد نمبر۲۱۳۵، النکاح، باب (فی القسم بین النساء) (عورتوں کے درمیان باری کے سلسلے میں) ۲/۶۰۰ ترمذی (۳۰۴۰) تفسیر میں ۵/۲۳۲

۴۔ البخاری نمبر۱۶۸۰۔۱۶۸۱ الحج، باب (من قدم ضعفة اهله بليل فيقفون بالمزدلفه يدعون (جس نے اپنے گھر کے کمزوروں کو رات کے وقت آگے بھیجا۔ وہ مزدلفہ ٹھہرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں) فتح الباری ۳/۵۲۶، مسلم نمبر۱۲۹۰، الحج باب استحباب تقديم دفع الضعفة من النساء وغيرهن من مزدلفة منى فى اواخر الليالى قبل زحمة الناس واستحباب المكث لغير هم حتى يصلوا الصبح بالمزدلفة ۔ عورتوں اور دیگر لوگوں میں سے کمزوروں کو پہلے بھیجنے کا جواز اور ان کے علاوہ دوسروں کا پیچھے رہنے کا استحباب یہاں تک کہ وہ صبح کی نماز مزدلفہ میں ادا کریں۔ ۲/۹۳۹، النسائی ۵/۲۶۲، الحج باب (الرخصة للنساء فى الافافته من جمع قبل الصبح) عورتوں کا مجمع سے صبح سے پہلے واپس لوٹ جانے کی اجازت کا باب)

۵۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ ۱/۴۹ میں اس کی روایت کی ہے ابن عبدالبر نے الاستیعاب ۴/۳۲۴ میں اس کو ذکر کیا ہے۔

۶۔ آپ کی سیرت درج ذیل کتابوں میں مطالعہ کیجئے۔

طبقات ابن سعد ۸ (۵۸۔۸۱ تاریخ الفسوی ۳/۲۶۸ حلیہ الاولیاء ۲/۴۳ جامع الاصول ۵/۱۳۲، الاستیعاب ۴/۳۵۶، اسد الغابہ ۷/۱۸۸، الاصابہ ۴/۳۵۹، البدایہ والنہایہ ۸/۹۱، ۹۴، تہذیب التہذیب ۱۲/۴۲۳۔۴۳۶، شذرات الذہب ۱/۹، ۶۱۔۶۳ صفۃ الصفوہ ۲/۱۵، خلاصہ تہذیب الکمال، (۴۹۳)، مسند احمد، مجمع الزوائد ۹/۲۲۵، ۲۴۴، کنز العمال ۱۳/۶۹۳

امام بخاری نے اپنی صحیح حدیث نمبر (۵۰۸۱) کتاب النکاح کے باب (تزویج الصغار من الکبار (چھوٹوں کی بڑوں سے شادی) میں عروہ سے اس حدیث کی یوں روایت کی ہے۔ "ان النبی صلى الله عليه وسلم خطب عائشه الى ابى بكر فقال ابو بكر انما انا اخوک فقال صلى الله عليه وسلم انت اخى فى دين الله و كتابه وهى لى حلال" کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے اپنے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ میں آپ کا بھائی ہوں۔ اس پر جناب سیدنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی کتاب میں میرے بھائی ہیں۔ چنانچہ وہ میرے لئے حلال ہیں۔ "فتح الباری" ۹/۱۲۳

۷۔ یہ طویل حدیث کا ایک حصہ ہے الہیثمی مجمع الزوائد ۹/۲۲۵۔۲۲۷ میں اسے لائے ہیں اور کہا ہے کہ صحیح میں اس کا ایک جزو ذکر ہوا ہے) امام احمد نے بھی اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے امام احمد نے بھی اس کا کچھ روایت کیا ہے۔ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے اتصال کی تصریح کی ہے حالانکہ اس کا اکثر مرسل ہے اور اس میں محمد بن عمرو بن علقمہ ہیں۔ ایک سے زیادہ لوگوں نے انہیں ثقہ کہا ہے اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، حافظ ابن حجر فتح الباری ۷/۲۲۵ میں اسے لائے ہیں اور کہا ہے کہ احمد اور طبرانی نے عمدہ اسناد کے ساتھ اسے ذکر کیا ہے۔

۸۔ بخاری نمبر۳۸۹۵، ۵۰۷۸، ۵۱۲۵، ۷۰۱۱، ۷۰۱۲ مناقب الانصار باب تزويج النبى صلى الله عليه وسلم عائشه

وقدومها الی المدینة و بناه علیها (جناب نبی کریم ﷺ کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے‘ ان کے مدینہ منورہ آنے اور آپؐ کے ان کے ساتھ خلوت کرنے کا باب) نکاح میں باب نکاح الابکار اور باب النظر الی المراۃ قبل التزویج‘ کنواریوں سے نکاح اور (شادی سے پہلے عورت کو دیکھنا) اور العسیر کے باب (کشف المراۃ فی المنام (خواب میں عورت کا نظر آنا اور باب (ثیاب الحریم فی المنام) نیند میں بیوی کے کپڑوں کے باب میں یہ حدیث آئی ہے۔ فتح الباری ۷/ ۲۲۱‘ ۹/ ۱۲۰‘ مسلم ۲۴۴۳ نمبر کے تحت فضائل الصحابہ کے باب باب (فضل عائشہ رضی اللہ عنہا) حضرت عائشہ کی فضیلت ترمذی نمبر ۳۸۸۰ مناقب میں‘ باب (فضل عائشہ رضی اللہ عنہا ۵/ ۶۶۱ میں اس حدیث کو لائے ہیں۔

۹۔ الاستیعاب لابن عبدالبر ۴/ ۴۴۹‘ الاصابہ لابن حجر ۴/ ۴۵۱ طبقات ابن سعد ۸/ ۲۰۲ کنز العمل ۳۴۴۱۸

۱۰۔ ابن سعد کی الطبقات ۸/ ۶۲ دیکھئے۔

۱۱۔ بخاری نمبر ۳۸۹۴‘ مناقب الانصار کے باب (تزویج النبی صلی الله علیه وسلم وقدومها الی المدینة وبنائه بها) جناب نبی کریم ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنا‘ ان کا مدینہ منورہ آنا اور آپؐ کے ان سے خلوت فرمانے کا باب) فتح الباری ۷/ ۲۲۳ میں‘ مسلم نمبر ۱۴۲۲ نکاح کے باب (تزویج الاب البکر الصیغرة) (باپ کا چھوٹی نابالغ بچی کا شادی کرنا) ۲/ ۱۰۳۸ میں‘ ابن ماجہ نمبر ۱۸۷۶۔ نکاح کے باب (نکاح الصغار یزوجهن الاباء) چھوٹی بچیوں کا نکاح جن کی شادی ان کے والدین کرتے ہیں) ۱/ ۶۰۳ اور ابوداؤد نمبر ۴۹۳۳۔ ۴۹۳۵ الادب کے باب الارحوحة) پینگھ کے باب میں اس کو لائے ہیں۔

۱۲۔ بخاری نمبر ۶۱۳۰ الادب کے باب الانبساط الی الناس (لوگوں کے ساتھ خوش روئی سے پیش آنا) فتح الباری ۱۰/ ۵۲۶‘ مسلم نمبر ۲۴۴۰‘ فضائل الصحابہ کے باب (فی فضل عائشہ رضی اللہ عنہا) ۴/ ۱۸۹۰‘ ابوداؤد (۴۹۳۱۔ ۴۹۳۲) الادب کے باب اللعب بالبنات (گڑیوں کے ساتھ کھیلنا) ۵/ ۲۲۷‘ نسائی (فی عشرة النساء) عورتوں کے ساتھ رہن سہن کے بارے میں) ۱/ ۵۷ ابن سعد الطبقات ۸/ ۶۲ میں اس حدیث کا مطالعہ کیجئے۔

۱۳۔ ان آیات کے شان نزول کے بارے میں بہت سی روایات منقول ہیں۔ کیا یہ نزول شہد کی حرمت کے لئے تھا جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے وارد ہوا ہے یا حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو آپؐ پر حرام کرنے کے لئے تھا جیسا کہ نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہا سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور حاکم نے انس سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو صحیح مانا ہے۔ ذھبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ دار قطنی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ امام طبری نے زید بن اسلم تابع شہیر سے سند صحیح کے ساتھ اس کا ایک شاہد روایت کیا ہے۔ سورہ التحریم ۱۰۔

۱۴۔ آیات کے شان نزول کے یہ دو صحیح سبب ہیں‘ ان دو قصوں یعنی قصہ عسل اور قصہ ماریہ کے وقوع کے باعث ان دونوں قصوں میں تطبیق ممکن ہے۔ قرآن ان دونوں قصوں کے بارے میں نازل ہوا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک میں جناب نبی کریم ﷺ نے اپنی بعض ازواج کے ساتھ پوشیدگی میں بات کی۔ یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ یہ آیت کے شان نزول کی تلخیص کے سلسلے میں اور آپؐ کے حق میں اختلاف دور کرنے کے بارے میں یہ ہے جو میسر آسکا ہے۔ اسے مضبوطی سے تھام لیجئے تاکہ آپ خلط ملط اور سرگردانی سے بچ سکیں۔

بخاری نمبر ۵۲۶۷‘ طلاق کے باب (لم تحرم ما احل الله لک) (اللہ تعالیٰ نے جو چیز آپؐ کے لئے حلال کی ہے آپ اُسے کیوں اپنے اوپر حرام کئے دیتے ہیں) فتح الباری ۹/ ۳۷۵ میں‘ اور الاطعمۃ کے باب (الحلواء والعس) (حلوہ اور شہد) اور اشربہ کے باب (شراب الحلواء والعسل (میٹھا پانی اور شہد) اور رطب میں (باب الدواء بالعسل) (شہد کے ساتھ علاج) اور الحیل میں (باب ما یکرہ من احتیال المراة مع الزوج والضرائر (اپنے خاوند اور سوکنوں کے ساتھ مکر کرنے کی کراہت کا باب) تفسیر کے باب (تفسیر سورۃ التحریم) میں اسے ذکر کیا ہے اور مسلم ۱۴۷۴ نمبر کے تحت طلاق میں‘ باب (وجوب الکفارۃ علی من حرم امراۃ ولم ینو الطلاق (کفارہ کا اس شخص پر واجب ہونا جس نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کیا مگر طلاق کی نیت نہ کی) ابوداؤد نمبر ۳۷۱۵ کے تحت الاشربہ کے باب (شراب العس‘ میں اور نسائی ۶/ ۱۵۱ میں‘ حاکم ۲/ ۴۹۳ میں‘ ار قطنی ۴/ ۴۱ میں‘ طبری ۲۸/ ۹۰ میں اس حدیث کو لائے ہیں۔ سورۃ الاحزاب ۳۴۔

۱۵۔ حدیث افک کو امام بخاری نے ۲۶۶۱ نمبر کے ساتھ شہادت کے باب ''(تعدیل النساء بعضہن بعضا' مغازی کے باب (حدیث الافک) تفسیر سورۃ النور باب (لولا اذ سمعتوہ ' ظن المومنون والمومنات) مومن مردوں اور مومن عورتوں نے جب اس کو سنا تو یہ گمان کیوں نہ کیا میں حافظ نے اسے مفصلاً روایت کیا ہے۔ حافظ نے اس کی شرح میں وسعت سے کام لیا ہے۔ فتح الباری ۵/ ۲۶۹ مسلم نے نمبر ۲۷۷۰ ترمذی نے نمبر ۳۱۸۰ اور عبدالرزاق نے ۹۷۴۸ کے تحت اسے روایت کیا ہے۔

۱۶۔ بخاری (الفاظ ان کے ہیں) نمبر ۴۴۵۱ کے تحت مغازی میں باب (مرض النبی ﷺ وموتہ (جناب نبی کریم ﷺ کی بیماری اور وفات) فتح الباری ۸/ ۱۴۴' مسلم نے ۳/ ۱۲۵۷' ۴/ ۱۸۹۳ میں احمد نے ۶/ ۴۸' ۴۴' ۷۷' ۱۲۱' ۲۰۰' ۲۳۱' ۲۷۴ کئی واسطوں سے اور حاکم نے ۴/ ۷ اور ابن سعد نے ۲/ ۲۳۴ میں اس کو ذکر کیا ہے۔

۱۷۔ الہیثمی نے الزوائد ۹/ ۲۴۳ میں اسے ذکر کیا ہے اور طبرانی کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں اور یہ مستدرک میں بھی ہے۔ ۴/ ۱۱

۱۸۔ الصبقات' ابن سعد ۸/ ۷۶۔ ۷۷ مستدرک ' حاکم ۴/ ۶ السمط الثمین ' ۸۲ کا مطالعہ کیجئے۔

۱۹۔ ان کی سیرت کا درج ذیل کتب میں مطالعہ کیجئے۔
طبقات ابن سعد ۸/ ۸۱۔ ۸۶' الاستیعاب ۴/ ۲۶۸ اسد الغابہ ۷/ ۶۵' الاصابہ ۴/ ۲۷۳' تاریخ الاسلام ' ۲/ ۲۲۰' تھذیب التھذیب ۱۲/ ۴۱۱۔ ۴۱۲' شذرات الذھب ۱/ ۱۰' ۱۶' طبقات خلیفۃ ۳۳۴' مسند احمد ۶/ ۲۸۳' المستدرک ۴/ ۱۴۔ ۱۵ مجمع الزوائد ۹/ ۲۴۴' کنز العمال ۱۳/ ۲۹۷' استیعاب ۴/ ۲۶۸۔ الاصابہ ۴/ ۲۷۳

۲۰۔ الاستیعاب ۴/ ۲۶۸' الاصابہ ۴/ ۲۷۳

۲۱۔ تاریخ الطبری ۳/ ۱۷۷' سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۲۷

۲۲۔ اس کی روایت پہلے گزر چکی ہے۔

۲۳۔ بخاری نے اس کو روایت کیا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے راز کی حفاظت کے سلسلے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس ادب کا ملاحظہ کیجئے۔ جبکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہؓ کے ساتھ منگنی کرنے کے سلسلہ میں ان کا ذکر فرمایا۔ حالانکہ وہ ابھی تک اپنی عدت گزار رہی تھیں اور ایسی عورتیں جن کے خاوند فوت ہو چکے ہوں منگنی کے سلسلے میں ان کے ساتھ تعریض یہ ہے کہ خواہشمند عورت سے یا اس کے وارث سے اپنی خواہش کی طرف یوں اظہار کرے کہ اس کی عدت ختم ہونے پر وہ اس سے منگنی کریگا۔

۲۴۔ سیر اعلام النبلاء دیکھئے ۲/ ۲۲۷

۲۵۔ اس کی روایت گزر چکی ہے۔

۲۶۔ ابو داؤد نے نمبر ۲۲۸۳ ابن ماجہ نمبر 2016 کے تحت جناب رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے روایت کی ہے کہ ''آپؐ نے حضرت حفصہؓ کو طلاق دی پھر ان سے رجعت کر لی۔'' طلاق' باب الرجعۃ نسائی ۶/ ۲۱۳ میں ابن سعد الطبقات ۸/ ۸۴ میں' ابو نعیم نے الحلیہ ۲/ ۵۰ میں حاکم نے المستدرک ۴/ ۱۵ میں طبرانی نے الکبیر میں اس کی تخریج کی ہے جیسا کہ مجمع الزوائد ۹/ ۲۴۵ میں ہے۔ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس کے رجال صحیح والے رجال ہیں۔

۲۷۔ الطبقات لابن سعد ۸/ ۸۶

۲۸۔ ان کی سیرت کے سلسلے میں درج ذیل کتابوں کی طرف رجوع کیجئے۔ طبقات ابن سعد ۸/ ۱۱۵۔ ۱۱۶' الاستیعاب ۴/ ۳۱۳' الاصابہ ۴/ ۳۱۵' اسد الغابہ ۷/ ۱۲۹ شذرات الذھب ۱/ ۱۰ المستدرک ۴/ ۳۳۔ مجمع الزوائد ۹/ ۲۴۸

۲۹۔ الاستیعاب ۴/ ۳۱۳' الاصابہ ۴/ ۳۱۵

۳۰۔ سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۱۸ الاصابہ ۴/ ۳۱۵۔ ۳۱۶

۳۱۔ الاستیعاب ۴/ ۳۱۳' سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۱۸

۳۲۔ الاصابۃ ۴/ ۳۱۶ الاستیعاب ۴/ ۳۱۳

۳۳۔ تاریخ الطبری ۳/ ۳۳ شذرات الذھب ۱/ ۱۰ سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۱۸

۳۴۔ ان کی سیرت کا درج ذیل کتب میں مطالعہ کیجئے۔
طبقات ابن سعد ۸/ ۸۶۔ ۹۶' الجرح والتعدیل ۹/ ۴۶۴' السمط الثمین ۸۶' الاستیعاب ۴/ ۴۵۴' الاصابۃ ۴/ ۴۵' اسد الغابۃ ۷/ ۳۴۰' العبر ۱/ ۶۵' التاریخ لابن معین ۷۴۲' تاریخ الطبری ۳/ ۷۷' عیون الاثر ۲/ ۸۶' شذرات الذھب ۱/ ۶۹' مسند احمد ۶/ ۲۸۸' المستدرک ۴/ ۱۶۔ ۱۹' مجمع الزوائد ۹/ ۲۴۱ کنزل العمال ۱۳/ ۶۹۹

۳۵۔ دیکھئے نسب قریش ۲۱۶' السمط الثمین ۸۶' الاستیعاب ۴/ ۴۵۴' الاصابہ ۴/ ۳۵۸

۳۶۔ الاصابہ ۴/ ۴۵۸

۳۷۔ نسب قریش (۳۳۷) جمرہ انساب العرب ۱۳۴

۳۸۔ الاصابہ ۴/ ۴۵۸

۳۹۔ مدینہ منورہ کی طرف ان کی ہجرت کا واقعہ الاستیعاب ۴/ ۴۵۵' الاصابہ ۴/ ۴۵۸' السمط الثمین ۸۷ میں دیکھئے۔

۴۰۔ احمد نے المسند ۶/ ۳۱۳' ۳۱۴' ۳۱۷ میں نسائی نے کتاب النکاح ۶/ ۸۱' ۸۲ میں ابن سعد نے الطبقات ۸/ ۹۰ میں ابن حبان نے اپنی صحیح ۱۲۸۲ میں اسے روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ حاکم نے متدرک ۴/ ۱۷ میں اسے روایت کیا ہے۔ اسے صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے' ابن حجر نے الاصابۃ میں ۴/ ۴۵۹ میں اسے نقل کیا ہے۔ نسائی سند صحیح کے ساتھ اسے لائے ہیں۔

۴۱۔ احمد نے المسند ۶/ ۲۹۶' ۳۰۴ اور الفضائل ۹۸۶ میں دولابی نے الذریۃ الطاہرہ نمبر ۲۰۳ میں اسے ذکر کیا ہے۔ نیز تفسیر الطبری ۲۲/ ۷' القرطبی ۱۴/ ۱۸۲ اور السمط الثمین ۲۰ دیکھئے۔

۴۲۔ البیہقی نے دلائل النبوہ ۴/ ۱۶۔ ۱۷ میں مفصل طور پر ابولبابہ والی حدیث روایت کی ہے یہ سیرہ ابن ہشام اور تاریخ الطبری ۳/ ۵۴ میں منقول ہے' ابولبابہ کے حالات الاستیعاب ابن عبدالبر میں بھی ملتے ہیں۔

۴۳۔ البخاری نمبر ۲۷۳۱ الشروط میں' باب (الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب) جہاد میں شرائط اور جنگجوؤں کے ساتھ صلح کا باب مغازی میں' باب (غزوہ الحدیبۃ' فتح الباری ۵/ ۲۳۹' ۷/ ۴۵۳' ابوداؤد' نمبر ۲۷۶۵' ۲۷۶۶' جہاد میں' باب (الصلح مع العدو) دشمن کے ساتھ صلح (۳/ ۱۹۴' احمد المسند میں ۴/ ۳۲۳' ۳۲۶' ۳۲۸' ۲۳۱)

۴۴۔ الاصابہ ۴/ ۴۶۰

۴۵۔ آپ کی سیرت کا مطالعہ درج ذیل کتب میں کیجئے۔
طبقات ابن سعد ۸/ ۱۰۱' ۱۱۵' تاریخ الفسوی ۲/ ۲۲۷ اسد الغابہ ۷/ ۱۲۵' الاستیعاب ۴/ ۳۱۳۔ ۳۱۷' الاصابۃ ۴/ ۳۱۳' العبر ۱/ ۵' ۲۴' سمط الثمین ۱۰۷' عیون الاثر' ۲/ ۳۰۴' المجبر (۸۵) تہذیب التہذیب ۱۲/ ۴۲۰' شذرات الذہب ۱/ ۲۰۔ ۳۱) خلاصہ تہذیب الکمال (۴۹۱) مسند احمد) ۶/ ۳۲۴' المستدرک ۴/ ۲۳۔ ۲۵ مجمع الزوائد ۹/ ۲۴۶۔ ۲۴۸ کنز العمال ۱۳/ ۷۰۰

۴۶۔ ابن حجر نے ان الفاظ کے ساتھ الاصابہ ۴/ ۳۱۳ میں اس حدیث کو عبدالواحد بن ابی عون کے واسطہ سے ذکر کیا ہے اور اس کی اصل صحیح میں ہے۔ امام بخاری نے التوحید میں' باب وکان عرشہ علی الماء (اور اللہ تعالیٰ کا تخت پانی پر تھا) میں اسے روایت کیا ہے۔ فتح الباری ۱۳/ ۴۰۲) حضرت زینب اللہ تعالیٰ کے اس قول'' فلما قضی زید منہ وطرا زوجنا کہا'' الاحزاب ۳۷ کی طرف اشارہ فرما رہی ہیں۔

۴۷۔ آپ کے نسب کے بارے میں دلائل النبوہ البیہقی ۷/ ۲۸۵ الاستیعاب ابن عبدالبر ۴/ ۳۱۴ کا مطالعہ کیجئے۔

۴۸۔ تاریخ طبری ۲/ ۲۱۵ دیکھئے۔

۴۹۔ سورۃ الاحزاب' ۳۶ صحیح مسلم دیکھئے۔ حدیث نمبر ۱۴۲۸ النکاح میں باب زواج زینب بنت جحش ونزول الحجاب۔ زینب بنت جحش کی شادی اور پردے کا حکم آنا۔

۵۰۔ اس قسم کی باتوں کو آئمہ حدیث اور فقہ کے ماہر ناقدین نے رد کر دیا ہے' جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری ۸/ ۴۰۳ میں' ابن العربی احکام القرآن ۳/ ۱۵۳۰' ۱۵۳۲ میں' ابن کثیر نے اپنی تفسیر ۵/ ۴۶۶ میں اور آلوسی نے ۲۲/ ۲۴۔ ۲۵ میں کیا ہے۔

۵۱۔ اس قسم کی باتوں کو آئمہ حدیث وفقہ میں سے ماہر ناقدین رد کر چکے ہیں۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری ۸/ ۴۰۳ میں

ابن العربی احکام القرآن ۳/ ۱۵۳۰، ۱۵۳۲ میں ابن کثیر نے اپنی تفسیر ۵/ ۴۶۶ میں اور آلوسی ۲۲/ ۲۴ـ۲۵ نے کیا ہے۔

۵۲۔ سورۃ الاحزاب ۳۸ـ۳۹

۵۳۔ سورۃ الاحزاب ۳۷

۵۴۔ سورۃ الاحزاب ۳۷

۵۵۔ الاحزاب: ۴۰

۵۶۔ ابن سعد نے الطبقات ۸/ ۱۰۸ میں اس کو روایت کیا ہے، اس کی سند قوی ہے۔ حاکم نے المستدرک ۴/ ۲۵ میں اس کی تخریج کی ہے، اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں ۲۴۵۳ نمبر کے تحت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا ''اسرعکن لحاقابی اطولکن یدا'' تم سب میں سے مجھ سے جلدی ملاقات کرنے والی وہ ہوں گی جو تم سب سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی ہوں گی، وہ فرماتی ہیں ہم اپنے ہاتھ اٹھاتی تھیں یہ دیکھنے کے لئے کہ ہم میں سے کس کے ہاتھ زیادہ لمبے ہیں فی الحقیقت ہم سب سے بڑھ کر لمبے ہاتھوں والی حضرت زینب تھیں کیونکہ وہ ہاتھ سے کام کرتیں اور پھر اپنی کمائی صدقہ کر دیتیں۔

۵۷۔ طبقات ابن سعد ۸/ ۱۰۹

۵۸۔ مسلم نے فضائل الصحابہ میں (حدیث نمبر ۲۴۴۴) اور احمد نے المسند ۶/ ۱۵۱ میں اس کی روایت کی ہے۔ آپ کی وفات کی خبر سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۱۲ میں دیکھئے۔

۵۹۔ آپ کی سیرت کے مطالعہ کے لئے درج ذیل کتابوں کی طرف رجوع کیجئے۔
طبقات ابن سعد ۸/ ۱۱۶ـ۱۲۰، تاریخ الفسوی ۳/ ۳۲۲، الاستیعاب ۴/ ۲۵۸، الاصابہ ۴/ ۲۶۵، اسد الغابہ، ۷/ ۵۶، تاریخ الاسلام ۲/ ۲۷۵، تہذیب التہذیب ۱۲/ ۴۰۷، شذرات الذہب ۱/ ۶۱، مسند احمد ۶/ ۳۲۴، ۴۴۹، المستدرک ۴/ ۲۵ـ۲۸، مجمع الزوائد ۹/ ۳۵۰ کنز العمال ۱۳/ ۷۰۶

۶۰۔ ابن سعد الطبقات ۸/ ۱۱۶ میں اسے لائے ہیں نیز المستدرک ۴/ ۲۶ اور الاصابہ ۴/ ۲۵۶ میں یہ مذکور ہے۔

۶۱۔ امام بیہقی دلائل النبوہ ۴/ ۴۶ اور ابن ہشام السیرۃ میں اس حدیث کو لائے ہیں۔

۶۲۔ سیرۃ ابن ہشام ۳/ ۳۰۸، اسلمط الثمین (۱۱۷)، عیون الاثر ۲/ ۳۰۵ دیکھئے۔

۶۳۔ مسلم نے اپنی صحیح (۲۱۴۰) میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

۶۴۔ طبقات ابن سعد ۸/ ۱۲۰ـ۱۲۹، الاستیعاب ۴/ ۳۴۶، الاصابہ ۴/ ۳۴۶، اسد الغابہ ۸/ ۱۶۹، تاریخ الاسلام ۲/ ۲۲۸، العبہ ۱/ ۵،۸، تہذیب التہذیب ۱۲/ ۴۲۹، شذرات الذہب ۱/ ۱۲ـ۵۶ مسند احمد ۶/ ۳۳۶، المستدرک ۴/ ۲۸ـ۳۹ جامع الاصول ۹/ ۱۴۳، مجمع الزوائد ۹/ ۲۵۰ کنز العمال ۱۳/ ۶۳۷ـ۶۴۰ عبرانی زبان میں صاموئیل کو عربی سموئل بنایا گیا۔

۶۵۔ الاصابہ ۴/ ۳۴۶، الاستیعاب ۴/ ۳۴۶

۶۶۔ سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۹۹۵ـ۳/ ۳۹۸

۶۷۔ البخاری نمبر (۴۲۰۰، ۴۲۰۱، المغازی میں باب (غزوہ خیبر، فتح الباری ۷/ ۴۶۹، مسلم، النکاح، (بساب فضیلة اغناقه آمة ثم یتز وجها) لونڈی کو آزاد کرنا اور پھر اس سے شادی کر لینے کی فضیلت) ۲/ ۱۰۴۳، ۱۰۴۵، ابوداؤد ۲۹۹۷، ۲۹۹۸ الخراج ولامارہ باب (ماجاء فی سہم الصفی) ۳/ ۳۹۹ النسائی، النکاح باب (البناء فی السفر (سفر میں ہمسری کرنا) ابن ماجہ نمبر ۱۹۵۷، النکاح، باب (الرجل یعتق آمنہ ثم یتزوجہا) ایک مرد اپنی لونڈی کو آزاد کرتا ہے اور پھر اس سے شادی کر لیتا ہے)

۶۸۔ بیہقی نے دلائل النبوۃ ۴/ ۲۳۲ میں اس حدیث کی روایت کی ہے ابن حجر نے الاصابہ ۴/ ۳۴۶ـ۳۴۷ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۶۹۔ البخاری نمبر (۴۲۱۱) المغازی میں باب (غزوہ خیبر، ۷/ ۴۴۸ اور ابوداؤد میں)

۷۰۔ ابن سعد نے الطبقات ۸/ ۱۲۵، ۱۲۶ میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اس کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں انقطاع ہے۔

۷۱۔ احمد نے ۳/ ۱۳۵ حاکم نے المستدرک ۴/ ۹ میں ترمذی نے نمبر ۳۸۹۴ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث

روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حسن صحیح ہے۔

۷۲۔ ابن سعد الطبقات میں اسے لائے ہیں۔

۷۳۔ آپ کی سیرت کے مطالعہ کے لئے درج ذیل کتابوں کی طرف رجوع کیجئے۔

طبقات ابن سعد ۸/ ۹۶۔۱۰۰، التاریخ الابن معین ۷۳۶، تاریخ الفسوی ۲/ ۳۱۸، الجرح والتعدیل ۹/ ۴۶۱، اسد الغابہ ۷/ ۱۱۵، الاستیعاب / ۳۳۹، الاصابہ ۴/ ۳۰۵، شذرات الذھب ۱/ ۵۴، تہذیب التہذیب ۱۲/ ۴۱۹، مسند احمد ۶/ ۳۲۵۔۴۲۵، المستدرک ۴ ۲۰۔۳۰، مجمع الزوائد ۹/ ۲۴۹

۷۴۔ الاصابہ ۴/ ۳۰۵، دلائل النبوۃ البیہقی ۷/ ۲۸۵

۷۵۔ المستدرک ۴/ ۲۰، طبقات ابن سعد ۸/ ۹۷، الاستیعاب ۴/ ۴۴۰

۷۶۔ ابن سعد نے ۴/ ۲۳ اور حاکم نے المستدرک ۳/ ۲۱۱ میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اسد الغابہ ۱/ ۳۴۲ دیکھئے۔

۷۷۔ اس حدیث کو ابن سعد نے الطبقات ۸/ ۹۹، میں البیہقی نے الدلائل ۵/ ۸۔۹ میں، ابن ہشام السیرۃ میں مفصلاً روایت کیا ہے، ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ البہمانہ ۴/ ۲۸۰ میں اور ابن القیم نے زاد المعاد ۳/ ۳۹۷ میں اسے نقل کیا ہے۔

۷۸۔ الاستیعاب ۴/ ۴۴۹، سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۲۲

۷۹۔ آپ کی سیرت درج کتب میں دیکھئے۔

الطبقات ابن سعد ۸/ ۱۳۲، طبقات خلیفہ ۲/ ۸۶۲، اسد الغابہ ۷/ ۲۷۲، الاستیعاب ۴/ ۴۰۴، الاصابہ ۴/ ۴۱۱، السمط الثمین (۱۱۳۔۱۱۶)، تاریخ الاسلام ۲/ ۳۲۴، العسیر ۱/ ۸، ۴۵، ۵۷، مسند احمد ۶/ ۳۲۹، المستدرک ۴/ ۳۰۔۳۳، مجمع الزوائد ۸/ ۲۴۹، کنز العمال ۱۳/ ۷۰۸، منتخب من کتاب ازواج النبی ﷺ (۹۳)

۸۰۔ حاکم نے مستدرک ۴/ ۳۰ میں اس حدیث کو روایت کیا ہے، اور اسے صحیح قرار دیا ہے، امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، ابن سعد نے "الطبقات" ۳/ ۸/ ۷۱ میں اسے ذکر کیا ہے۔

۸۱۔ تاریخ الطبری ۳/ ۸/ ۱۷، سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۳۹

۸۲۔ طبقات ابن سعد نے ۸/ ۱۳۲، الاصابہ دیکھئے۔ ۴/ ۴۱۱، الاستیعاب ۴/ ۴۰۵

۸۳۔ ثمیلی نے "شرح السیدۃ" میں اسے ذکر کیا ہے منتخب من کتاب ازواج النبی ﷺ (۶۴)، سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۳۹

۸۴۔ حاکم المستدرک ۴/ ۳۱ میں اسے لائے ہیں اس کی صحت کا اقرار کیا ہے، ذھبی نے ان کی موافقت کی ہے، ابن سعد الطبقات ۸/ ۱۳۹۔۱۴۰ میں اسے لائے ہیں۔ الاصابہ، ابن حجر ۴/ ۴۱۲ دیکھئے۔

۸۵۔ اس کی خبر ۱۵۹ صفحہ میں دیکھئے۔

۸۶۔ البقرہ: ۸۹

۸۷۔ الاحزاب: ۵۰

۸۸۔ الاحزاب۔ ۳۰۔۳۱

۸۹۔ الاحزاب۔ ۶

۹۰۔ الاحزاب۔ ۵۴

۹۱۔ العنکبوت۔ ۴۱

۹۲۔ الاحزاب۔ ۲۶

۹۳۔ اس حدیث پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

۹۴۔ مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

۹۵۔ الاحزاب۔ ۲۱

۹۶۔ الاحزاب ۲۸۔۲۹

۹۷۔ بخاری نے اس کو روایت کیا ہے۔

۹۸۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ ریاض الصالحین میں باب فضل الزھد دیکھئے۔

۹۹۔ آپ کی سیرت درج ذیل کتب میں دیکھئے۔
الاستیعاب ۴/ ۴۱۰' الاصابہ ۴/ ۴۰۴' منتخب من کتاب ازواج النبی ﷺ (۶۵)' دلائل النبوۃ' البیہقی ۵/ ۴۲۹' ۶/ ۳۲۲' الاسماء واللغات' البغوی ۲/ ۳۵۴' المستدرک ۴/ ۳۸

۱۰۰۔ الاستیعاب ۴/ ۴۱۰' الاصابہ ۴/ ۴۰۴

۱۰۱۔ المستدرک ۴/ ۳۸' منتخب من کتاب ازواج النبی (۶۶) ان کے حالات دیگر کتابوں سے بھی ماخوذ ہیں۔ آپ کی سیرت کا درج ذیل کتب میں مطالعہ کیجئے۔ طبقات ابن سعد ۳/ ۸' تاریخ خلیفہ (۶۸) تاریخ طبری ۲/ ۳۳۴' تہذیب الاسمار واللغات النووی ۱/ ۱۶۸' اسد الغابہ ۲/ ۵۱' العبر ۱/ ۵ الاستیعاب ۱/ ۲۷۱' الاصابہ ۱/ ۳۵۵' شذرات الذھب ۱/ ۱۰' الجرح والتعدیل ۳/ ۲۱۲' صفۃ الصفوۃ ۱/ ۳۷۰' المستدرک ۳/ ۹۳ معجم الطبرانی الکبیر ۳/ ۱۴۹۔ ۱۶۷ مجمع الزوائد ۱/ ۲۶۶۔ ۲۶۸

۱۰۲۔ طبرانی نے الکبر میں نمبر ۲۹۲۶/ ۳/ ۱۵۳۔ ۱۵۴ کے تحت طبری نے ۲/ ۳۳۴' ابن سعد نے ۳/ ۳/ ۹ میں اس روایت کو ذکر کیا ہے۔ البیہقی نے بھی "مجمع الزوائد" میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ ۹/ ۲۶۷ اور کہا ہے کہ طبرانی نے "الکبیر" میں اسناد کے ساتھ اس کی روایت کی ہے۔ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کا قصہ سیرۃ ابن ہشام میں دیکھئے۔

۱۰۳۔ حاکم نے المستدرک ۳/ ۱۹۹ میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ حضرت جابرؓ کی روایت سے یہ طویل حدیث کا ایک جزء ہے۔ امام ذہبی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ان سے موافقت کی ہے۔ اسی طرح طبرانی نے "الاوسط" میں اسے ذکر کیا ہے ان کے اسناد میں حکیم بن زید ہیں۔ الازدی نے کہا ہے۔ یہ شخص محل نظر ہے مگر ان کے باقی رجال ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد ۹/ ۲۶۸

۱۰۴۔ حاکم نے المستدرک ۳/ ۹۵ میں اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ اسے صحیح قرار دیا ہے۔ امام ذہبی نے اپنے اس قول کے ساتھ ان پر تنقید کی ہے کہ "الصفار کے بارے میں کچھ پتہ نہیں کہ وہ کون ہے" مگر حدیث کئی واسطوں سے مروی ہے اس لئے ان کے ذریعے سے اس نے تقویت حاصل کر لی ہے اور اس کی روایت عمدہ اسناد کے ساتھ صحیح ہے' البغدادی ۶/ ۳۳۷

۱۰۵۔ حاکم نے المستدرک ۳/ ۱۹۴ میں اس کو روایت کیا ہے۔ اسے صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ۳۹۶۶ نمبر کے تحت المغازی کے تفسیر کے باب میں اس کی روایت کیا ہے۔ فتح الباری ۷/ ۲۹۶' ۸/ ۳۴۳ اور مسلم نے اپنی صحیح ۴/ ۲۳۲۳ اور ابن ماجہ نے (۲۸۳۵) میں۔

۱۰۶۔ الایۃ ۱۹ سورۃ الحج تہذیب الاسماء واللغات ۱/ ۱۶۹' البخاری نمبر ۴۰۷۲' مغازی ۳' باب حضرت حمزہ کا قتل۔

۱۰۷۔ مشکل سے مشکل حالات میں جس وقت نفس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے۔ جناب رسول اللہؐ کے حکم کی ان کی طرف سے اطاعت دیکھئے۔

۱۰۸۔ اس کی سند عمدہ ہے۔ احمد نے اپنی مسند ۱/ ۱۶۵ میں اور بیہقی نے اپنی سنن ۴/ ۴۰۱۔ ۴۰۲ میں عروہ بن الزبیر کے حوالہ سے اپنے والد زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کی روایت کی ہے۔ اس اخلاق' اس ایثار اور اللہ تعالیٰ سے اس حیاء کا ملاحظہ کیجئے۔ جس کا صدور حضرت صفیہ سے ہوا۔

۱۰۹۔ ابن سعد نے الطبقات ۳/ ۸' حاکم نے المستدرک ۳/ ۱۹۴ میں اس کو روایت کیا ہے۔ ابن جوزی نے صفۃ الصفوہ ۱/ ۳۷۵ میں اس کو ذکر کیا ہے۔

۱۱۰۔ النحل ۱۲۶ ۱۲۷

۱۱۱۔ آل عمران ۱۶۹

۱۱۲۔ کنز العمال ۱۳/ ۱۵۲۱ الہیثمی "المجمع" ۹/ ۲۷۰ میں اس کو لائے ہیں اس کے رجال صحیح والے جال ہیں۔

۱۱۳۔ تہذیب الاسماء واللغات ۱/ ۲۵۷

۱۱۴۔ طبقات ابن سعد ۴/ ۷۔ ۸' اپنے امین بھتیجے پر ان کے اس قدر حرص' ان کے ساتھ اس قدر محبت اور اس قدر غیرت کو دیکھئے۔ حالانکہ وہ دین میں آپؐ کے مخالف تھے۔ اس کی تفصیل سیرہ ابن ہشام میں پڑھیئے۔

۱۱۵۔ طبقات ابن سعد ۴/۱۰، المستدرک الحاکم، ۴/ ۳۲۳۔ ۳۲۴ حافظ ابن حجر ''الاصابہ'' میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جنگ بدر کے دن اسلام لے آئے۔ امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات ۱/ ۲۵۸ میں ذکر کیا ہے اور نھل الساعدی کی روایت سے اسے مسند ابو یعلی کی طرف منسوب کیا ہے۔ الطبقات ۴، ۱۰، المستدرک ۴/ ۳۲۳ اور سیر اعلام النبلاء ۲/ ۹۹ دیکھئے۔ مسلم جہاد کے باب (غزوہ حنین، حدیث نمبر ۱۷۷۵ میں، حاکم ۳/ ۳۲۷۔ ۳۲۸ اور عبد الرزاق (۹۷۳۱) میں اسے لائے ہیں۔ فتح الباری ۸/ ۲۴ دیکھئے۔

۱۱۶۔ سیر اعلام النبلاء ۲/ ۹۳

۱۱۷۔ یہ حدیث السقاء میں باب سوال الناس الاعام لا استقاء اذ اقحطوا (امام کا لوگوں سے یہ مطالبہ کرنا کہ جب وہ قحط کا شکار ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کریں) اور فضائل الصحابہ باب (ذکر العباس) میں وارد ہوئی ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری نے کہا ہے کہ زبیر بن بکار نے ''الانساب'' میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر جس انداز میں دعا مانگی اس کی وضاحت کی اس سلسلہ میں جو قول منقول ہے اسے اسناد کے ساتھ روایت کیا۔ وہ یہ کہ حضرت عباس کے وسیلہ سے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارش کی طلب کی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ خدا تعالیٰ کے حضور یوں عرض گزار ہوئے۔ اللھم انہ لم ینزل بلاء الا بذنب، ولم یکشف الا بتوبۃ وقد توجہ القوم بی الیک لمکانی من نبیک وھدہ ایدینا الیک بالذنوب ونوا صیا الیک بالتوبۃ فاسقنا الغیث، فارختت السماء مثل الجبال حتی اخصیت الارض و عاش الناس، و کان فلک عام الرمادۃ سنۃ ثمان عشرہ.

اے اللہ ہم پر جب بھی کوئی مصیبت نازل ہوئی ہے تو ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہی ہوئی ہے اور ہم سے دور نہیں ہوئی مگر تیرے حضور توبہ کرنے سے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میرا جو تعلق ہے اس کو وسیلہ بنا کر میرے ذریعے یہ قوم تیرے حضور متوجہ ہوئی ہے۔ یہ ہمارے ہاتھ ہیں جو گناہوں کے ساتھ تیری جناب میں اٹھے ہوئے ہیں، اور ہمارے ماتھے توبہ کے ساتھ تیری جناب میں سجدہ ریز ہیں، ہمیں بارش سے سیراب کر دے تو پہاڑوں کی مانند آسمان نے پانی چھوڑ دیا، اتنی بارش ہوئی کہ زمین سرسبز و شاداب ہوگئی۔ لوگوں میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی۔ یہ سال عام الرمادہ کہلاتا ہے۔ یہ سن اٹھارہ ہجری کا واقعہ ہے۔

۱۱۸۔ ترمذی نمبر ۳۷۵۹، المناقب، باب مناقب العباس رضی اللہ عنہ ۵/ ۶۱۰ اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، نسائی نے ''الکبریٰ'' میں مناقب کے باب (العباس ابن عبد المطلب) میں، حاکم نے المستدرک ۳/ ۳۴۵) میں نقل کی ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح الاسناد ہے، ذہبی نے اس کو تسلیم کیا ہے۔

۱۱۹۔ احمد ۱/ ۱۸۵ البزار اور ابو یعلی نے اس کی تخریج کی ہے۔ اس کے رجال سوائے محمد بن طلحہ کے صحیح والے رجال ہیں۔ ابو حاتم نے کہا کہ وہ سچائی کے مرتبہ پر فائز ہیں، وہ اپنی طرف سے حدیث لکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔ ابن حبان نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ بعض اوقات ان سے غلطی ہو جاتی ہے۔ بہت ساروں نے انہیں ثقہ شمار کیا ہے۔ مجمع الزوائد ۹/ ۲۶۸، تہذیب التہذیب ۹/ ۲۳۷، حاکم نے متدرک ۳/ ۳۲۸ میں اسے روایت کیا ہے۔ اسے صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان سے موافقت کی ہے۔

۱۲۰۔ ترمذی نے ۳۷۵۸ نمبر کے تحت باب (مناقب العباس رضی اللہ عنہ ۵/ ۶۱۱ میں، نسائی نے سنن الکبری میں مناقب کے باب (العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ) میں اسے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۲۱۔ حدیث نمبر ۳۷۶۲ المناقب باب (مناقب العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ) ۵/ ۶۱۱ اور کہا ہے کہ ہم اس حدیث کو سوائے اس واسطہ کے اور کسی واسطہ سے نہیں جانتے۔ یہ حسن غریب ہے۔

۱۲۲۔ تہذیب الاسماء واللغات ۱/ ۲۵۸، سیر اعلام النبلاء ۲/ ۹۷ طبقات ابن سعد ۴۱۸ الاستیعاب ۴/ ۳۴۵، اسد الغابہ ۸/ ۱۷۳ الاصابہ ۴/ ۳۴۸، تہذیب الاسماء واللغات ۲/ ۳۴۹، طبقات خلیفہ ۳۳۱ تاریخ الاسلام ۲/ ۳۸، المستدرک ۴/ ۵۰۔ ۵۱ مجمع الزوائد ۹/ ۲۵۵، کنز العمال ۱۳/ ۶۳

۱۲۳۔ السائب یہ صحابی ہیں بدر، خندق اور دیگر جنگوں میں شریک ہوئے۔ جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ انہوں نے اپنے پیچھے کوئی

اولاد نہیں چھوڑی۔الاصابہ۔

۱۲۴۔ الطبقات لابن سعد ۸/۴۱' الاستیعاب ۴/۳۴۵

۱۲۵۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۲۷۰

۱۲۶۔ حاکم نے مستدرک ۴/۵۱ میں اس کی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی۔ ذہبی نے اپنے اس قول کے ساتھ ان پر تنقید کی ہے۔ عروہ نے صفیہ کو نہیں پایا ۔ ہیثمی اسے مجمع الزوائد ۶/۱۳۴ میں لائے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ طبرانی نے اسے روایت کیا ہے اور عروہ تک ان کے صحیح والے رجال ہیں۔ مگر یہ حدیث مرسل ہے' کنزل العمال (۳۷۶۰۰)

۱۲۷۔ سورۃ الشعراء ۲۱۴

۱۲۸۔ مسلم نمبر (۲۰۵)' الایمان' باب قولہ تعالیٰ وانذر عشیر تک الاقربین)ترمذی نمبر ۲۳۱۰' ۳۱۸۴' الزھد' باب ما جاء فی انزار النبی صلی الله علیه وسلم قومه اس چیز کا باب جو (جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی قوم کو ڈرانے کے بارے میں ہے)' تفسیر' باب (ومن سورۃ الشعراء ۴/ ۴۸۰' ۵/ ۳۱۶) النسائی' الوصیات' باب اذا اوصی لعشیرہ الاقربین جب آپ نے اپنے قریبی خاندان والے لوگوں کو وصیت فرمائی ۶/ ۲۵۰' احمد ۶/ ۱۸۷

۱۲۹۔ سیر اعلام النبلاء ۲/ ۲۷۱

۱۳۰۔ تہذیب الاسماء ۲/ ۳۴۹' الاصابہ ۴/ ۳۴۸' الاستیعاب ۳/ ۳۴۵

قرآن و حدیث اور دیگر اسلامی کتابوں کا اشاعتی مرکز
8/C دربار مارکیٹ، لاہور
Ph: 042-37248657 E-mail: zaviapublishers@gmail.com

سیرۃ النبی/احادیث صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرورِ دوجہاں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں ادارے کا ادنیٰ سا ارمغانِ عقیدت و محبت

سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد

المعروف

سیرت شامی

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت طیبہ پر شہرہ آفاق کتاب کا ایمان افروز اور روح پرور ترجمہ پروفیسر ذوالفقار علی ساقی فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے بہار آفریں قلم سے، ادارہ کی جانب سے پہلی دفعہ اردو زبان میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آچکا ہے جو سیرت کے موضوع پر ایک ایسی علمی دستاویز ہے جس کے بغیر لائبریری نامکمل متصور ہوگی اور سیرت پاک کا خصوصی مطالعہ کرنے والوں کے لیے گراں بہا تحفہ ہے۔

کتاب	مصنف	قیمت
سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد (اول، دوم)	امام محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ	1080
سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد (سوم، چہارم)	امام محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ	1080
سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد (پنجم، ششم)	امام محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ	1080
سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد (ہفتم، ہشتم)	امام محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ	1080
سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد (نہم، دہم)	امام محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ	زیر طبع
سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد (گیارھویں، بارھویں)	امام محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ	زیر طبع

الخصائص الکبریٰ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوہزار سے زائد معجزات و خصوصیات اور سیرت مبارکہ کا حسین تذکرہ

مصنف: حضرت علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت علامہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی

قیمت: -/800 روپے

{......ج......}

جنتی زیور	علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ	240/-
جدید فقہی مسائل اور ان کا شرعی حل	علامہ سید ریاض حسین شاہ	300/-
جنتی لوگ کون؟ (اس کتاب میں ان عقائد و علامات کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کے ذریعے جنتی لوگوں کی شناخت ہوتی ہے)	علامہ سید شاہ تراب الحق قادری	120/-

{......ح......}

حدیقۃ الاخیار (ترجمہ گلشن ابرار)	خواجہ امام بخش رحمۃ اللہ علیہ	350/-
حج و عمرہ کی آسان کتاب	مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی	180/-
حرمتِ اولادِ رسول (شرعی، فقہی، آئینی تشریحات کی روشنی میں)	سید امتیاز حسین شاہ کاظمی	300/-
حقائق و معارف (مذہب کی بنیاد، حقیقت تصوف، قرآن اور تصوف، وحدت وجود، مسلک طریقت، طریقت کا بنیادی تصور، اہل طریقت کے کرنے کے کام، حال و قال کی جنگ اور ضرورت معجزہ کے موضوعات پر ایک اہم کتاب)	صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ	450/-
حکایاتِ کشف المحجوب	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب	130/-
حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	علامہ سید شاہ تراب الحق قادری	280/-
حکایاتِ سعدی	عبدالقادر زاہدی	250/-
حکایاتِ رومی	عبدالقادر زاہدی	250/-

{......خ......}

خطباتِ محرم	مفتی جلال الدین امجدی	350/-
خواتین کے دینی مسائل	علامہ سید شاہ تراب الحق قادری	180/-

{......د، ذ، ر، ز......}

دلی کے بائیس خواجہ (دہلی کے ان عظیم اور نامور بائیس اولیاء کرام کا تذکرہ جنہوں نے لاکھوں دلوں کو ایمان کے نور سے منور کر کے ہندوستان میں عملاً اسلامی سلطنت کے قیام کی راہ ہموار کی)	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب	170/-
دینی تعلیم	علامہ سید شاہ تراب الحق قادری	60/-
دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟	مولانا محمد شہزاد قادری ترابی	50/-
دکھ درد اور بیماریوں کا علاج (عام)	مولانا محمد شہزاد قادری ترابی	90/-
دکھ درد اور بیماریوں کا علاج (مجلد)	مولانا محمد شہزاد قادری ترابی	120/-
دکھ درد اور بیماریوں کا علاج (پاکٹ سائز)	مولانا محمد شہزاد قادری ترابی	70/-
درس گاہِ صفہ کا نظام تعلیم و تربیت	بریگیڈیئر (ر) فضل ربی (تفسیر عباس)	550/-
روشن تحریریں (حضرت علامہ سید محمد علی رضوی)	سید برکات احمد رضوی	200/-

دل آویز حکایات	پیر عمران صابر شاہ صابر کلسوی	250/-
ذکرِ خیر معروف بہ صحیفۂ محبوب (حضرت خواجہ توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات اور تعلیمات کا دلآویز تذکرہ)	خواجہ محبوب عالم سیدوی رحمۃ اللہ علیہ	480/-
روشنی سے علاج	حکیم اصغر علی اعجاز چشتی	180/-
رکنِ دین	حضرت مولانا شاہ محمد رُکن دین رحمۃ اللہ علیہ	220/-
رَین بسیرا الطاف سویرا (ابوالوفا حضرت صدیق احمد سیدوی کے نادر خطوط اور مضامین کا خوبصورت مجموعہ)	الطاف محمود ہاشمی	280/-
رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز	علامہ سید شاہ تراب الحق قادری	250/-
رہنمائے مبلغات	ارم فاطمہ عطاری	250/-
رحمانی قاعدہ	قاری عبدالرحمٰن شجاع آبادی	12/-
زلف وزنجیر مع لالہ زار (اعلیٰ مجلد) (اسلامی تاریخ سے آنکھوں کو اشک بار کرنے والی منتخب کہانیاں)	علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ	240/-

{......س......}

سر الاسرار (روحانی حقائق ومعارف کا حسین وجمیل گلدستہ)	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	250/-
سیرتِ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	مولانا عبدالاحد قادری	320/-
سیدہ کا لال (حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ)	علامہ راشد الخیری	150/-
سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جدید سائنس	مولانا محمد شہزاد قادری ترابی	150/-
سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (حدیث باب مدینۃ العلم کی صحت)	احمد بن محمد بن صدیق الغماری	480/-
سیرِ گلستان (تاریخ اسلام کے ایمان افروز واقعات اور دلچسپ حکایات کا حسین مرقع)	علامہ ارشد القادری	150/-
سیف الملوک	حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ	400/-
سوانح چراغِ دہلی (حضرت خواجہ نصیر الدین محمود)	پیر زادہ سید تمیز الدین محمود نصیری	200/-

{......ش......}

شرابِ محبتِ الٰہی (اللہ رب العزت سے محبت اور اس کے اسباب وعلامات پر جامع ومستند کتاب، احادیث کی تخریج کے ساتھ)	محمد عاطف رمضان سیالوی	200/-

شریعت اسلامیہ کی حکمت وفلسفہ — الشیخ علی احمد الجرجاوی الازہریؒ — 680/-

(اسلام دینِ فطرت ہے اور اس کی دلآویز تعلیمات اپنے پیروکاروں کے لیے دنیا وآخرت میں مکمل کامیابی کی ضامن ہیں۔ اسلامی احکام پر جو کتابیں لکھی جاتی ہیں ان میں عموماً صرف ایک رخ سے پردہ اٹھایا جاتا ہے کہ ان احکام پر عمل پیرا ہونے سے اتنے درجات بلند ہوں گے اور اتنی نیکیاں ملیں گی مگر ہمارے پیش نظر کتاب میں اسلامی احکام میں پنہاں حکمتوں سے بھی پردہ اٹھایا گیا ہے اور اسلامی احکام کو عقل کی کسوٹی سے پرکھنے والوں کے لیے غور وفکر کا وافر سامان مہیا کیا گیا ہے۔ ایک ایک اسلامی حکم کا ذکر کر کے بتایا گیا ہے کہ ان پر عمل پیرا ہونے سے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر کیا خوشگوار اثرات مرتب ہوں گے۔ درحقیقت جدید سائنسی نظریات کی روشنی میں اسلامی احکامات وتعلیمات کا خوبصورت تجزیہ پیش کیا گیا ہے اور ان نظریات کی رو سے دنیا میں بھی بہترین زندگی گزارنے کے لیے اسلامی احکام کو نسخہ کیمیا ثابت کیا گیا ہے)

کتاب	مصنف	قیمت
شرح ابیاتِ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ	450/-
شمع شبستانِ رضا (کامل)	مرتبہ: اقبال احمد نوری	480/-
شرح قصیدہ بردہ شریف	محمد عبدالمالک خان کھوڑوی	250/-
شرح اسماء الحسنیٰ مع اسم اعظم	تالیفات: امام غزالیؒ وسیوطیؒ	180/-
شریعتِ محمدی کے ہزار مسائل	مولانا محمد شہزاد قادری ترابی	360/-
شعورِ زندہ	ڈاکٹر ظفر اقبال نوری	150/-
شرح الصدور فی حال الموتیٰ والقبور	علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ	250/-

{ ......ص، ض، ط...... }

کتاب	مصنف	قیمت
صحاح ستہ اور عقائد اہلِ سنت	مولانا محمد شہزاد قادری ترابی	300/-
صحابہ کرام کی حقانیت	مولانا محمد شہزاد قادری ترابی	450/-
صراط الابرار (اسلامی عقائد پر ۱۱۳ اعتراضات کے قرآن وحدیث کی روشنی میں جوابات)	مولانا محمد شہزاد قادری ترابی	160/-
صراط الطالبین (تعلیماتِ تصوف پر مبنی ایک خوبصورت کتاب)	سید محمد یاسین شاہ راشدی قادری	130/-
صراطِ مستقیم (راہِ سلوک کے مسافروں کے لیے ایک بیش قیمت تحفہ)	حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیر بلویؒ	130/-
صحابہ کرام و اولیائے عظام کے احوال و اقوال	محمد خصلت حسین صابری چشتی	280/-
ضیائے فرید (حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کی حیات و تعلیمات کا جامع تذکرہ)	مصنف: حاجی محمد انور چشتی نظامی	180/-
طب الاصفیاء (طب جسمانی اور طب روحانی پر صوفیائے کرام کے آزمودہ، تیر بہدف نسخوں کا حسین مرقعہ)	محمد نعیم طاہر سہروردی	250/-
طلبہ سیاست کی تباہ کاریاں	محمد عمران سندھو	120/-

{ ......ع...... }

کتاب	مصنف	قیمت
عرفانِ نوشاہی (کلامِ نوشہ گنج بخش) (امپورٹڈ پیپر)	مترجم: سید وقار علی ہمدانی	250/-
عجائب القرآن مع غرائب القرآن	علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ	200/-
عیون الحکایات	علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ	350/-
عقائد اہلِ سنت	محمد عاطف رمضان سیالوی	550/-
عظمت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	محمد عاطف رمضان سیالوی	150/-
عورتوں کے مسائل (جلد اول)	ہمشیرہ صدیق قادری	300/-
عورتوں کے مسائل (جلد دوم)	ہمشیرہ صدیق قادری	300/-
عطر العقائد (عورتوں کے لیے عقائد کے موضوع پر عام فہم کتاب جس کا مطالعہ ہر مسلمان عورت کے لیے ضروری ہے)	ہمشیرہ صدیق قادری	130/-
عورتوں کی نماز اور سائنسی تحقیقات	ہمشیرہ صدیق قادری	150/-

کتاب	مصنف	قیمت
عورتوں کا حج	ہمشیرہ صدیق قادری	150/-
عورت اور مذاہبِ عالم	الاستاذ محمد شفیق	250/-

{......غ......}

کتاب	مصنف	قیمت
غوث اعظم (حضور سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی حیات، خدمات اور تعلیمات و افکار پر مشتمل ایک خوبصورت کتاب)	قاضی محمد برخوردار ملتانی رحمۃ اللہ علیہ	400/-
غالب و حلاج و خاتونِ عجم (حسین بن منصور حلاج، مرزا اسد اللہ خاں غالب، قرۃ العین طاہرہ خاتونِ عجم کی حیات و خدمات اور تعلیمات و افکار پر مشتمل ایک جامع تحریر)	پروفیسر احمد سعید ہمدانی	220/-
عرفانِ الٰہی	حکیم اصغر علی اعجاز چشتی	250/-
غازی یا قاتل؟ (توہینِ رسالت کی سزا قرآن و سنت اور بائبل کی روشنی میں اور کیا مسلمان کو مرتد کے بدلے قتل کیا جائے گا؟ اس کتاب کے بنیادی موضوعات ہیں)	عمیر محمود صدیقی	280/-
غوث قطب، ابدال القاب کی شرعی حیثیت (غوث و قطب کا مقام و مرتبہ اور ان القاب کی شرعی حیثیت اور استغاثہ و توسل کے موضوع پر ایک جامع کتاب)	مفتی شیخ فرید	130/-

{......ف......}

کتاب	مصنف	قیمت
فقری مجموعہ وظائف	علامہ عالم فقری	
فضائل امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	غلام رسول جماعتی نقشبندی	450/-
فلاحِ دارین (تفسیر سورۂ عصر)	علامہ سید شاہ تراب الحق قادری	120/-
فضائل صحابہ و اہلِ بیت	علامہ سید شاہ تراب الحق قادری	280/-
فقہ حنفی، قرآن و حدیث کے آئینہ میں	مولانا محمد شہزاد قادری ترابی	200/-
فضیلت کی راتیں	مولانا عبد الاحد قادری	130/-
فتوح الغیب	غوث اعظم سید عبد القادر جیلانی	170/-
فضائل و شان پنجتن پاک	محمد نذیر نقشبندی مجددی کیلانی	50/-
فوائد الفواد	حضرت امیر حسن سنجری	450/-

{......ق......}

کتاب	مصنف	قیمت
قرآن پاک (تجویدی، 16 سطری)	نیٹ:	120/-
قرآن حکیم اور سوءعقائد	مولانا محمد شہزاد قادری ترابی	70/-
قرآن مجید سے علاج	مولانا محمد شہزاد قادری ترابی	180/-
قاسمِ ولایت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ	علامہ مفتی غلام رسول جماعتی نقشبندی	350/-
قانونِ شریعت (اعلیٰ)	مولانا شمس الدین	350/-
قیامت کی نشانیاں	علامہ محمد عبد الرسول برزنجی	600/-
قلم کی جسارت (عصرِ حاضر کے اسلامی معاشرہ کے سلگتے ہوئے مسائل: خاندانی نظام، حجاب، فاشی و عریانی، وفاداری و بغاوت جیسے اہم موضوعات پر مشتمل ایک نادر کتاب)	محمد اسمٰعیل احمد بدایونی	180/-